گفتگو-19



واصف علی واصف

بلال صاحب کے گھر ا

سوال:-

اگر تضاد فطرت کا حصہ ہے تو انسان کی زندگی میں جو ذاتی تضاد ہے اس میں کیا برائی ہے؟

جواب:-

کچھ لوگ تو مکمل سچ بولتے ہیں اور کچھ لوگ مکمل سچ نہیں بولتے۔ آپ کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں؟ وہ لوگ جو درمیان میں ہیں۔ جب تک کسی حکم دینے والے کا پتہ نہ چلے تو اچھائی برائی کا تصور ہی نہیں ہے۔ اگر آپ کے اوپر کوئی امر نہ ہو حکم ہی نہ ہو تو پھر اچھائی برائی کیا ہے۔ تو اچھائی یا برائی کب آتی ہے؟ جب کوئی قانون آپ پر Apply ہو اور جب تک آپ کسی قانون کے ماتحت نہ ہوں تو پھر آپ کے اوپر کوئی اچھائی برائی نہیں ہے۔ اگر کوئی بچہ ہے تو وہ اچھائی برائی سے آزاد ہے اور قانون سے باہر ہے۔ اگر کوئی پاگل ہے تو وہ قانون سے باہر ہے۔ اگر کوئی بہت ضعیف ہے تو وہ بھی قانون سے باہر ہے۔ تو قانون جہاں Apply ہو گا وہاں پر سب کے اپنے قوانین ہیں کہ یہ شق ہے' وہ شق ہے'

یکم ستمبر ۰۹ء

(۳)

بلال صاحب کے گھر ا

سوال:-

اگر تضاد فطرت کا حصہ ہے تو انسان کی زندگی میں جو ذاتی تضاد ہے اس میں کیا برائی ہے؟

جواب:-

کچھ لوگ تو مکمل سچ بولتے ہیں اور کچھ لوگ مکمل سچ نہیں بولتے۔ آپ کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں؟ وہ لوگ جو درمیان میں ہیں۔ جب تک کسی حکم دینے والے کا پتہ نہ چلے تو اچھائی برائی کا تصور ہی نہیں ہے۔ اگر آپ کے اوپر کوئی امر نہ ہو حکم ہی نہ ہو تو پھر اچھائی برائی کیا ہے۔ تو اچھائی یا برائی کب آتی ہے؟ جب کوئی قانون آپ پر Apply ہو اور جب تک آپ کسی قانون کے ماتحت نہ ہوں تو پھر آپ کے اوپر کوئی اچھائی برائی نہیں ہے۔ اگر کوئی بچہ ہے تو وہ اچھائی برائی سے آزاد ہے اور قانون سے باہر ہے۔ اگر کوئی پاگل ہے تو وہ قانون سے باہر ہے۔ اگر کوئی بہت ضعیف ہے تو وہ بھی قانون سے باہر ہے۔ تو قانون جہاں Apply ہو گا وہاں پر سب کے اپنے قوانین ہیں کہ یہ شق ہے' وہ شق ہے'

فسجدوا الا ابلیس ابی واستکبر وکان من الکافرین ہم نے یہ کہا کہ سارے ملائکہ آدم کو سجدہ کریں' پس انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے' اس نے بڑا تکبر کیا اور انکار والوں میں سے ہوگیا۔ اب یہ جو ضابطے کا انکاری ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ میرا انکاری ہے۔ اب چاہے یہ اس کی نیچر میں تھا' سرشت میں تھا لیکن اس کا نام رکھا گیا ابی واستکبر وکان من الکافرین ۔ اور کبھی کبھی اس کو لعین اور رجیم کہا گیا اور پھر وہ من الشیطن الرجیم تو Throughout ہی چلا آ رہا ہے۔ تو اذن کے خلاف کوئی عمل کرنا "رجیم" بناتا ہے۔ میں نے آپ کو شیطان کی ایک Definition یہ بھی بتائی تھی کہ کسی صاحب امر کو ماننے کے بعد یا کسی کا امر ماننے کے بعد اس کا انکار کرنا "شیطان" ہے۔ مثلاً آپ نے اللہ کو اللہ مان لیا تو پھر یہ جو اللہ کو ماننا' خالق کو خالق ماننا اور اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس کو دین ماننا ہے' اس ماننے کے بعد آپ پر ضابطہ لاگو ہوگیا۔ اگر اب آپ گومگو کی کیفیت میں ہوں گے تو منافقین میں داخل ہو جائیں گے۔ کافر کی بات تو بالکل واضح ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ میں دین کو نہیں مانتا اور جو مومن ہیں' ماننے والے ہیں' وہ دین کو مانتے ہیں۔ اب ان دونوں کے درمیان کی جو کیفیت ہے وہ منافقت کہلائے گی اور منافق کو سزا ہو جاتی ہے۔ کافر شاید بخشا جائے' شاید ہی' مگر مشکل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ وہ ضابطے سے باہر ہوگیا ہے تو اس کو ہم نے کافر کہہ دیا۔ وہ ضابطہ کیا ہے؟ یہ ماننے والوں کو معلوم ہے' کہ اس بھری ہوئی کائنات میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے اور پیغمبروں سے یہ کہا کہ یہ جو کافر ہیں

ان کو تم اسلام پر لاؤ۔ کسی پیغمبر نے اللہ سے یہ نہیں پوچھا کہ تو نے کافر کیوں بنائے ہیں۔ آپ کے ذہن میں جو بات اٹکی ہوئی ہے اس کے لیے اگر تین باتیں آپ سن لیں تو پھر آپ کو بات سمجھ میں آ جائے گی۔ پہلی بات یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ دنیا کے تمام لوگ مسلمان ہو جائیں؟ دوسری بات یہ کہ کیا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ خود کر سکتا ہے یعنی وہ سب کو مسلمان کر دے۔ اور اگر وہ اختیار رکھتا ہے تو کیوں نہیں کرتا۔ اگر اللہ کا ارادہ ہے کہ سارے مسلمان ہو جائیں تو وہ اسے پورا کر سکتا۔ وہ یہ ارادہ پورا کر سکتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ یہاں پہ راز ہے! اللہ تعالیٰ شیطان کو بغاوت سے روک سکتا تھا یا یہ کر سکتا تھا کہ اس واقعے کو رپورٹ ہی نہ کرتا کہ ابی واستکبر یعنی شیطان نے بڑا تکبر کیا' انکار کر دیا۔ ہمیں تو یہ بات اللہ تعالیٰ کے بتانے سے معلوم ہوئی ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ جس بات پہ قادر ہے اس سے انکار کرنے والوں کو تباہ کرنے سے گریز کر رہا ہے۔ اس لیے تو کافر موجود ہیں اور انکاری آج بھی موجود ہیں۔ میرا خیال ہے دنیا کے اندر 70 فی صد لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے ہیں یا پھر 60 فی صد ہوں گے' بہر حال کافی ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو تباہ نہیں کر رہا۔ یہ ماننے والوں کی جو قلیل تعداد ہے ان پر اس ضابطۂ اسلام کا سارا بوجھ ہے۔ اب آپ اس بوجھ سے ڈر رہے ہیں۔ آپ کے اوپر جب اسلام آ گیا' آپ اس میں داخل ہو گئے تو اب آپ کہاں جائیں گے اب آپ جھوٹ مت بولنا اور پانچ نمازیں پڑھو۔ اگر کوئی کہے کہ چار نمازیں پڑھ لیں تو اسلام کہے گا نمازیں تو پانچ ہیں۔ اسے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ آج کل

تو بڑے مصروف زمانے ہیں' دفتر کے ٹائم بدل گئے ہیں تو نمازوں کے ٹائم بھی بدل دیں۔ مگر نمازوں کا ٹائم نہیں بدل سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے سارے احکامات اسی طرح رہیں گے۔ ماننے والوں کے لیے آج بھی جھوٹ برا ہوگا اور سچ اچھا ہوگا۔ ماننے کے بعد لوگوں پر آج بھی وہی قانون استعمال ہوگا۔ دنیا کے اندر تضاد کا ہونا اس بات کا لائسنس نہیں ہے کہ آپ کو یہ اجازت مل جائے کہ آپ اپنے تضاد کو قائم رکھیں۔ یہ نہ کہنا کہ ساری کائنات والے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اگر ساری کائنات جہنم میں چلی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ بھی جہنم میں چلے جائیں۔ یہ نہ کہنا کہ میں نے کنوئیں میں اس لیے چھلانگ لگائی تھی' خودکشی کی تھی کیونکہ میرے سامنے پندرہ بندے خودکشی کر گئے۔ اگر پندرہ بندے خودکشی کر گئے تھے تو تیرا کام یہ تھا کہ تو اپنی جان بچاتا۔ اگر آپ کے سامنے سو آدمی جھوٹ بول رہے ہیں' پچیس آدمی حرام کا رزق کھا رہے ہیں تو آپ کو چھبیسویں آدمی کو چاہیے کہ وہ بچ جائے۔ تو آپ اس بات سے بچ جائیں۔ اگر سارے لوگ حرام کھا رہے ہیں یعنی کسلیھم' تو آپ تو بچ جاؤ۔ ماننے والے کے لیے یہ کوئی جواز نہیں ہے کہ سارے جہنم میں جا رہے تھے تو میں بھی چلا گیا۔ آپ کے سامنے راستہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اسلام کو مانا ہے تو اسلام کے اصول پر چلیں چاہے دنیا کے اندر تضاد ہو یا نہ ہو' برائی ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو' گمراہی موجود ہو یا نہ موجود ہو اور لوگ جہنم میں جانا چاہیں یا نہ جانا چاہیں۔ آپ کے تضاد کا کوئی بھی جواز نہیں ہو سکتا اور آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے کوئی لائسنس ملنا چاہیے' کوئی Sanction ہو ہمارے لیے' کوئی رعایت ہو ہمارے ساتھ کہ آج کل کے لیے چار نمازیں ہونی چاہئیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ رعایت کی بات نہیں ہے بلکہ یہ تو چاہت کی بات ہے اور ماننے کی بات ہے' رول آف دی گیم ہے یعنی اس گیم کا یہی رول ہے۔ یعنی اگر اسلام کو مانا ہے تو پھر یہ کرنا پڑے گا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم زکوٰۃ کو اڑھائی فی صد کی بجائے چار فی صد کر دیں کیونکہ ہم بہت زیادہ ایڈوانس ہو گئے ہیں' ترقی کر گئے ہیں' بڑا مال آ گیا ہے' سارے بینک بھر گئے ہیں۔ ایسا نہیں ہوگا بلکہ زکوٰۃ اڑھائی فی صد ہی رہے گی' اس کو آپ اپ ڈیٹ نہیں کر سکتے' اپ گریڈ نہیں کر سکتے' ڈاؤن گریڈ نہیں کر سکتے' اس میں اضافہ نہیں کر سکتے' تخفیف نہیں کر سکتے۔ آپ کے سامنے اسلام As it is آیا ہے' اس پر چلو۔ اگر دنیا میں تضاد موجود ہے' آپ کو پچیس جھوٹے آدمی مل جائیں' ہزار بار مل جائیں مگر آپ نے جھوٹ نہیں بولنا۔ آپ کو اگر نقصان اٹھانا پڑے تو اٹھاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ فیل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہم Honest تھے' دیانت دار تھے کیونکہ فیل ہونا مقصد نہیں ہے بلکہ Honest ہونا مقصد ہے۔ یہ چار دن کی زندگی ہے اور اس کے اندر کامیابی کا جو بھی اصول ہے اس کو واجبی واجبی رکھو۔ آپ واجبی واجبی کا مطلب سمجھتے ہیں؟ یعنی فاقہ نہ ہو جائے اور Overeating بھی نہ ہو جائے۔ پس آپ چلتے جائیں اور آگے آپ کے لیے جو عظیم عاقبت ہے اس کو بچائیں اور اپنے آپ کو اس لمبے سفر کے عذاب سے بچائیں۔ یہ چار دن کا میلہ ہے' کٹ جائے گا' بولتے بولتے کٹ جائے گا۔ گھر میں میاں بیوی کے لڑتے

لڑتے زندگی گزر جاتی ہے' جھگڑا کرتے کرتے عمر گزر جاتی ہے' بچوں کی ادھر اُدھر شادی ہو جاتی ہے اور آخر میں اکیلے کے اکیلے رہ جاتے ہیں۔ تو لائف کٹ جاتی ہے' یہ دن سارے کے سارے گزر جاتے ہیں۔ محبت میں بھی عمر گزر جاتی ہے' سکون میں بھی گزر جاتی ہے' سفر میں بھی گزر جاتی ہے' حضر میں بھی گزر جاتی ہے اور گلہ کے اندر بھی عمر گزر جاتی ہے۔ بے شمار لوگ ہیں جو بڑبڑاتے ہیں کہ ہمارے بھی کیا حالات ہیں' ہمارے بھی کوئی حالات ہیں کیا' ہماری سیاست بھی کوئی سیاست ہے' ہمیں بے وقوف سیاست دان ملے ہیں' جاہل قسم کی قوم ہے' یہ بھی کوئی ملک ہے..... تو لوگ ایسی ایسی بات کرتے ہیں۔ اب اسی قوم کے اندر دانا لوگ ہیں' اسی کے اندر پاکیزہ لوگ ہیں' اسی کے اندر تہجد گزار ہیں' اسی کے اندر نیک لوگ ہیں اور باکردار لوگ ہیں۔ یہ کہہ کر کہ لوگ گمراہ تھے آپ اپنی گمراہی کو Protection نہیں دے سکتے۔ گمراہ زمانے میں بھی نیکی کا راستہ ہوتا ہے۔ زمانہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا بلکہ ایسا نظر آتا ہے۔ اگر آپ اپنا رُخ ذرا بدل لیں اور نیک ہو جائیں تو زمانہ آج بھی نیک نظر آئے گا اور اگر بد ہو جاؤ گے تو دور تک بدی پھیلی ہوئی نظر آئے گی۔ اگر آپ یہاں Playing card تاش صرف رکھ دیں تو تھوڑی دیر بعد سارے تاش کھیلنے لگ جائیں گے۔ اگر شطرنج رکھ دو تو سارے وہ کھیلنا شروع کر دیں گے۔ اور اگر یہاں پر آٹھ دس قرآن شریف رکھ دو تو کوئی کہے گا کہ میں اس کا ایک رکوع ہی پڑھ لوں۔ پھر سارے پڑھنے لگ جائیں گے مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان۔ اس طرح سارے

لوگ قرآن شریف پڑھنے لگ جائیں گے۔ یہ ہے آپ کے ماحول کی بات۔ انسان گالی سنتے سنتے گالی دینا شروع ہو جاتا ہے۔ تو جیسا ماحول ہوگا ویسا ہی اختیار ہو جائے گا۔ اس لیے آپ کو یہ سکھایا گیا ہے کہ انعمت علیھم یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تیرا انعام ہوا تا کہ ہم عذاب والے لوگوں کو نہ دیکھیں کہ یہ عذاب والے ہیں۔ تو آپ اپنی نگاہ کو بھی درست کریں اور اپنا نقطۂ نگاہ بھی درست کریں اور آپ دنیا میں فلاح پانے والوں کو دیکھیں۔ جب آپ یہ دیکھیں گے کہ وہ فلاح پانے والے لوگ ہیں تو آپ بھی ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور اگر ساتھ نہ بھی ہوئے تو بھی ان کا کچھ نہ کچھ خیال آپ لے لیں گے۔ تو آپ سے پہلے جو لوگ تھے جن کے مزار ہیں اور بڑی بڑی خانقاہیں ہیں وہ انعمت علیھم والے لوگ تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا تھا' رحمتیں ہوئی تھیں۔ تو آپ ان کے پاس جائیں' ان کے مزاروں پر جائیں تو ان کا خیال مل جائے گا۔ ان کے اوپر اللہ کا بڑا رحم ہوا۔ مثلاً آپ یہ دیکھیں کہ داتا صاحبؒ کون ہیں؟ ان کی کیا ہسٹری تھی؟ ہسٹری ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ وہاں پہنچ جائیں گے اور دیکھیں گے کہ وہ ایسا مقام ہے جہاں ایک پورے کا پورا نظام چل رہا ہے' کوئی قرآن شریف پڑھ رہا ہے' کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے' کوئی نماز پڑھ رہا ہے' کوئی نعت کہہ رہا ہے..... اس طرح آپ کے اندر کوئی مخفی نیکی بیدار ہو جائے گی۔ جب آپ کے اندر کوئی نیکی پیدا ہو گئی تو آپ مسلمان ہو گئے۔ اسلام کیا ہے؟ تیرے اندر مخفی نیکی۔ اگر آپ کے اندر کا اسلام بیدار نہ

سے بچائیں تاکہ آپ کا چہرہ اس طرح کی پہچان والے چہرے جیسا نہ ہو جائے۔اس لیے وہ غریبی بہتر ہے جو آپ کی عاقبت کو بچائے۔ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ ضرور غریب رہیں' امیر ہو جائیں' مگر سچ بولنے میں کیا دقت ہے۔آپ سچ بھی بولو اور زندگی بھی گزارو۔دلیر ہو کے سچ بولو۔اگر کوئی پوچھے کہ آپ نے جھوٹ کے برتن کا کیا کیا؟ تو آپ کہیں میں نے وہ توڑ دیا۔اس طرح آپ میں سچ بولنے سے دلیری پیدا ہو جائے گی۔تضاد سے نکلیں گے تو قوت پیدا ہو جائے گی۔یہی مردانِ خدا کی خوبی ہے۔تو آپ قوت پیدا کریں بجائے اس کے بزدل ہو جائیں۔آپ تو فائل چھپا کے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں پتہ نہیں یہیں کہیں ہوگی۔کیا پتہ آپ کی فائل کیا ہوگی۔اس لیے آپ اپنے آپ کو اللہ کے دین کے ساتھ وابستہ کر کے دانائی اور دلیری کے ساتھ' محبت اور قوت کے ساتھ اس راستے پر چلتے جائیں۔پھر کوئی بھی تضاد نہیں ہوتا۔تضاد کو ڈھونڈنے والوں کے لیے تضاد ہوتا ہے اور جو تضاد کو نہیں دیکھتا اس کے لیے کوئی تضاد نہیں ہے۔محبت کرنے والوں کو ہر طرف خوب صورتی نظر آئے گی اور نفرت کرنے والوں کو ہر طرف کانٹے نظر آئیں گے۔آپ جس طرح کا خیال لے کر جائیں گے دنیا ویسی ہی ہوگی۔جواری کو ہر طرف جوا باز لوگ نظر آئیں گے' چور کو سارے چور نظر آئیں گے اور اگر نماز پڑھنے کے لیے جاؤ گے تو اسی محلے میں چار مسجدیں نظر آ جائیں گی۔جس طرف جاؤ گے آپ کو اپنی طرح کا سارا ماحول نظر آئے گا۔تو آپ اپنا رخ ٹھیک کر لیں' اپنا عقیدہ ٹھیک کریں۔اگر ایک آدمی قوالی سننے کی نیت سے نکلے گا تو اُسے کہیں نہ کہیں قوال گاتا ہوا مل جائے گا۔یہ قدرتی بات ہے۔اس لیے آپ اپنے آپ کو راضی رکھیں' عقیدے پر چلیں' دنیا کا تضاد آپ کے لیے تضاد رکھنے کا جواز نہیں ہے ......

سوال:-

قرآن میں یہ جو دو مشرق اور دو مغرب بیان ہوئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:-

سورج نکلنے کے مقام کو مشرق کہیں گے یعنی جہاں سے سورج نکلتا ہوا محسوس ہو اور مغرب وہ جگہ ہے جب آپ یہاں سے بیٹھ کر سورج کو ڈوبتا ہوا محسوس کریں۔اس کا غروب آفتاب سے تعلق ہے۔اگر سچ پوچھا جائے اور آپ غور سے دیکھیں بلکہ مزید غور کریں کہ جہاں آپ اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں' یہاں پر جو بھی ٹائم ہے بعینہٖ اسی وقت Simultaneously دنیا کے اندر ابھی فجر کی اذان ہو رہی ہوگی' کہیں ظہر کی اذان ہوگی' کہیں عصر کی ہو رہی ہوگی اور مغرب و عشاء کی بھی ہو رہی ہوگی۔اسی وقت تہجد گزار لوگ بھی ہوں گے۔اور اسی وقت دفتر میں بیٹھے ہوئے کام بھی کر رہے ہوں گے۔اب یہ مقام اس بات کے پہچاننے کا ہے کہ آپ اس وقت اس لمحے میں کون سے خیال میں اور کس جگہ موجود تھے۔یعنی کس جگہ پر آپ موجود پائے گئے اور آپ کا خیال اس فلاں لمحے میں کس مقام پر تھا۔اگر آپ یہاں مشرق میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کا خیال

وہاں ہے جہاں اب مغرب ہے تو یہ شرق کا مقام نہیں ہے۔ اگر آپ سورج کے ساتھ ساتھ چلیں تو مشرق اور مغرب ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ نہیں آئی؟ سورج کا مشرق کوئی نہیں ہے اور سورج کا مغرب کوئی نہیں ہے۔ صرف ٹھہرنے والے کا مشرق ہے اور ٹھہرنے والے کا مغرب ہے۔ مسافر کا نہ کوئی مشرق ہے اور نہ کوئی مغرب۔ اتنی بات تو ضرور سمجھ آئے گی کہ Rise with the sun and rise with the same تو اسی کے ساتھ جاگو اور اسی کے ساتھ سفر کرتے جاؤ۔ اگر آپ سورج کے ساتھ چلتے جائیں گے تو پھر نہ کوئی Sunrise ہوگا اور نہ کوئی Sunset' نہ کوئی طلوع ہوگا اور نہ غروب آفتاب۔ ایک مقام تو یہ ہوگیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مشرق اور مغرب' مشرقین اور مغربین یا پھر مشارق اور مغارب جو ہیں یہ سورج سے متعلقہ ہیں اور یہ سورج سے نیچے کی کائنات کی بات ہو رہی ہے۔ اور سورج سے Beyond جہاں سورج نہیں ہے' وہاں نہ مشرق ہے نہ مغرب ہے' نہ شمال ہے نہ جنوب ہے۔ وہاں کوئی سمت نہیں ہے۔ وہاں مشارق ومغارب کا تصور بھی نہیں ہے۔ تو ایک تو یہ مقام ہوگیا' کہ مشرق اور مغرب یا مشرقین اور مغربین یا مشارق اور مغارب' یہ سب سورج سے نیچے کی کائنات ہے اور انسانوں کو سمجھانے کی کائنات ہے۔ اس سے اوپر جو ہے وہ کوئی دور کا مقام ہے' کوئی اور ہی مقام ہے' سورج سے Beyond بڑا عجیب وغریب مقام ہے' وہاں وقت' وقت نہیں ہوتا وہاں سمت' سمت نہیں ہوتی .....تو ایک بات تو یہ ہے کہ اگر یہاں پر بیٹھا جائے تو ہر جگہ بیک وقت مشرق بھی ہے اور مغرب بھی ہے۔

جب آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو یہ نظر آئے گا کہ مشرق سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔ یعنی آپ کے گھر سے طلوع ہو رہا ہے اور آپ کے لیے سورج ڈوب رہا ہوگا۔ ہر جگہ جو ہے وہ آہستہ آہستہ مشرق ہوتی جاتی ہے اور مغرب ہوتی جاتی ہے۔ سورج کے ساتھ ساتھ یہ ہوتا ہے۔ یہ جو مشرقین ہیں اور مغربین ہیں ان کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک ظاہر کا مشرق ہے اور دوسرا باطن کا مشرق ہے۔ باطن کا جو مشرق ہے وہ باطن کے سورج کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ظاہری کائنات اور باطن کی کائنات' کبھی کبھی یہ دونوں برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی ان میں فرق آ جاتا ہے۔ مشرقین' دو مشرق کا نام ہے اور مغربین' دو مغرب کا نام ہے' اور مشارق ومغارب بہت سارے اجتماع کا نام ہے۔ اسے آپ اپنے باطن کی کائنات سے سمجھیں۔ اسے جب آپ کبھی اس طرح دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ مشرق کیا ہے اور مغرب کیا ہے۔ ظاہر کے مشرق اور باطن کے مشرق میں فرق بھی ہو سکتا ہے مثلاً کچھ لوگ ادھر کعبہ تلاش کر رہے ہوں اور آپ اس طرف چل پڑیں تو آپ کا کعبہ ادھر بھی آ سکتا ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ تم جدھر بھی آنکھ اٹھا کے دیکھو تو ایک نیا چہرہ نظر آئے گا۔ تو مشرق ومغرب ظاہر کا بھی ہے اور باطن کا بھی ہے۔ اور اگر آپ اس سے Beyond چلے جائیں تو وہاں نہ مشرق ہے' نہ مغرب ہے' نہ ظاہر ہے نہ باطن ہے' نہ "ہے" اور نہ "نہیں ہے"۔ وہاں کوئی سمت ہی نہیں ہے' وہاں واقعات ہی اور ہیں۔ اس کی بے شمار لوگوں نے تفصیل بتائی ہے لیکن سب سے اچھی تفصیل یہ ہے کہ آپ اس پہ غور

وہاں ہے جہاں اب مغرب ہے تو یہ شرق کا مقام نہیں ہے۔ اگر آپ سورج کے ساتھ ساتھ چلیں تو مشرق اور مغرب ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کو بات سمجھ نہیں آئی؟ سورج کا مشرق کوئی نہیں ہے اور سورج کا مغرب کوئی نہیں ہے۔ صرف ٹھہرنے والے کا مشرق ہے اور ٹھہرنے والے کا مغرب ہے۔ مسافر کا نہ کوئی مشرق ہے اور نہ کوئی مغرب۔ اتنی بات تو ضرور سمجھ آئے گی کہ Rise with the sun and rise with the same تو اسی کے ساتھ جاؤ اور اسی کے ساتھ سفر کرتے جاؤ۔ اگر آپ سورج کے ساتھ چلتے جائیں گے تو پھر نہ کوئی Sunrise ہوگا اور نہ کوئی Sunset' نہ کوئی طلوع ہوگا اور نہ غروب آفتاب۔ ایک مقام تو یہ ہو گیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شرق اور مغرب' مشرقین اور مغربین یا پھر مشارق اور مغارب جو ہیں یہ سورج سے متعلقہ ہیں اور یہ سورج سے نیچے کی کائنات کی بات ہو رہی ہے۔ اور سورج سے Beyond جہاں سورج نہیں ہے' وہاں نہ شرق ہے نہ مغرب ہے' نہ شمال ہے نہ جنوب ہے۔ وہاں کوئی سمت نہیں ہے۔ وہاں مشارق ومغارب کا تصور بھی نہیں ہے۔ تو ایک تو یہ مقام ہو گیا' کہ شرق اور مغرب یا مشرقین اور مغربین یا مشارق اور مغارب' یہ سب سورج سے نیچے کی کائنات ہے اور انسانوں کو سمجھانے کی کائنات ہے۔ اس سے اوپر جو ہے وہ کوئی دور کا مقام ہے' کوئی اور ہی مقام ہے' سورج سے Beyond بڑا عجیب وغریب مقام ہے' وہاں وقت' وقت نہیں ہوتا وہاں سمت' سمت نہیں ہوتی ...... تو ایک بات تو یہ ہے کہ اگر یہاں پر بیٹھا جائے تو ہر جگہ بیک وقت مشرق بھی ہے اور مغرب بھی ہے۔

جب آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو یہ نظر آئے گا کہ شرق سے سورج طلوع ہو رہا ہے۔ یعنی آپ کے گھر سے طلوع ہو رہا ہے اور آپ کے لیے سورج ڈوب رہا ہوگا۔ ہر جگہ جو ہے وہ آہستہ آہستہ مشرق ہوتی جاتی ہے اور مغرب ہوتی جاتی ہے۔ سورج کے ساتھ ساتھ یہ ہوتا ہے۔ یہ جو مشرقین ہیں اور مغربین ہیں ان کو آپ یوں سمجھیں کہ ایک ظاہر کا مشرق ہے اور دوسرا باطن کا مشرق ہے۔ باطن کا جو شرق ہے وہ باطن کے سورج کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ظاہر کی کائنات اور باطن کی کائنات' کبھی کبھی یہ دونوں برابر ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی ان میں فرق آ جاتا ہے۔ مشرقین' دو شرق کا نام ہے اور مغربین' دو مغرب کا نام ہے' اور مشارق ومغارب بہت سارے اجتماع کا نام ہے۔ اسے آپ اپنے باطن کی کائنات سے سمجھیں۔ اسے جب آپ کبھی اس طرح دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ شرق کیا ہے اور مغرب کیا ہے۔ ظاہر کے شرق اور باطن کے شرق میں فرق بھی ہو سکتا ہے مثلاً کچھ لوگ ادھر کعبہ تلاش کر رہے ہوں اور آپ اس طرف چل پڑیں تو آپ کا کعبہ ادھر بھی آ سکتا ہے۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ تم جدھر بھی آنکھ اٹھا کے دیکھو تو ایک نیا چہرہ نظر آئے گا۔ تو مشرق ومغرب ظاہر کا بھی ہے اور باطن کا بھی ہے۔ اور اگر آپ اس سے Beyond چلے جائیں تو وہاں نہ شرق ہے' نہ مغرب ہے' نہ ظاہر ہے نہ باطن ہے' نہ ''ہے'' اور نہ ''نہیں ہے''۔ وہاں کوئی سمت ہی نہیں ہے' وہاں واقعات ہی اور ہیں۔ اس کی بے شمار لوگوں نے تفصیل بتائی ہے لیکن سب سے اچھی تفصیل یہ ہے کہ آپ اس پہ غور

کرتے جائیں۔ یہ جو ظاہر ہے' جہاں آپ ہیں' اس جگہ کے حوالے سے مشرق اور مغرب ہے اور جب وہ جگہ چھوڑ دو تو پھر اگلی جگہ حوالہ بن جائے گی۔ مشرق مغرب کسی خاص پوائنٹ کا نام نہیں ہے' کسی Place کا نام نہیں ہے' یہ ایک خیال کا نام ہے' مثلاً یہ ہے کہ یہاں سے سورج نکلتا ہوا لگ رہا ہے۔ اور سورج نہ کہیں نکلتا ہے اور نہ کہیں ڈوبتا ہے' سورج بہر حال سورج ہے' سورج اُدھر ہو جائے تو رات ہو جاتی ہے ورنہ رات بھی کوئی نہیں ہے۔ رات بھی سورج ہی کا نام ہے۔ سورج کے لیے نہ کوئی رات ہے اور نہ کوئی دن ہے' سورج' سورج ہی ہے۔ آپ سورج کے ساتھ چلو تو نہ کوئی مشرق ہے نہ مغرب ہے۔ تو آپ اس خیال میں چلو جو کہ باطن کا سورج ہے' جو اس کے نور کا سورج ہے' وہاں پہ مشرق اور مغرب اور ہیں۔ اس کا جو قرب ہے وہ اور ہے' وہ نور ایسا ہے کہ جاء الحق وزھق الباطل حق آ گیا' اور باطل چلا گیا' اندھیرا چلا گیا۔ تو یہ اور حساب ہے۔ باطن کی کہانی کچھ اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ مشرقین اور مغربین کے الفاظ اختیار کیے تو یہ ظاہر اور باطن کی کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ایسی بات کا استعمال کر سکتا ہے۔ جس طرح حروف مقطعات ہیں اسی طرح اس کی بھی مکمل بات سمجھ نہیں آتی کہ اس کو کیا بیان کریں۔ اگر اللہ نے دو مشرقین کہے ہیں تو دو ہی سمجھو اور اگر ایک کہا ہے تو ایک ہی سمجھو۔ یہاں تو ایک کا بھی پتہ نہیں چلتا کہ مشرق کون سا مقام ہے۔ مشرق کوئی مقام نہیں۔ مشرق کہتے کس کو ہیں؟ یہ تو کوئی مقام ہی نہیں ہے۔ مغرب کے کہتے ہیں؟ کوئی مقام نہیں ہے۔ بس جہاں سورج ڈوبتا ہے وہ لگتا ہے کہ مغرب ہے۔ یہاں بیٹھ کے آپ سمجھیں گے کہ سورج ڈوبتا ہوا لگ رہا ہے اور آپ اُدھر چلے جائیں' اس کے پیچھے پیچھے چلتے جائیں تو پھر اور ہی حساب ہوگا۔ اور اگر آپ سورج کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں تو سورج ڈوبے گا ہی نہیں۔ پھر وہاں مشرق مغرب ہی نہیں ہوں گے۔ اگر آپ سورج سے Beyond چلے جائیں' جہاں آپ سولر سسٹم سے نکل جائیں تو وہاں کا ہے کا سورج اور وہاں کا ہے کے مشرق و مغرب یا مشارق و مغارب۔ وہاں کوئی اور ہی قصہ ہے۔ اگر اللہ کا فضل ہو تو یہ مشاہدے کی بات ہے' کسی علم کی بات نہیں۔ تو اگر وہ مشاہدہ نصیب ہو جائے تو پتہ چلے گا کہ سورج کیسے نکلتا ہوا لگتا ہے اور کیسے ڈوبتا ہوا لگتا ہے...... بس آپ کے لیے یہ ہے کہ اگر اللہ نے دو مشرق کہے ہیں تو دو ہی ہوں گے' چار کہے ہیں تو چار ہی ہوں گے۔ فی الحال تو آپ کو ایک مشرق کی بھی سمجھ نہیں آ سکتی کہ یہ مشرق کیا ہے' یہ جسے ہم مشرق کہتے ہیں۔ اور مغرب کیا ہے؟ یہ بھی سمجھ نہیں آتی۔ یہ پوائنٹ مشرق ہے کہ مغرب ہے؟ بیک وقت دونوں ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کہ ابھی فجر کی نماز یہاں ہو رہی ہے اور کسی دوسری جگہ پر عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ آپ کو پتہ نہیں کہ دنیا کے اندر وہ کون سا مقام ہے اور آپ خود کس مقام پر بیٹھے ہیں' غم کدہ کہاں ہے اور مسرت گاہ کہاں ہے۔ یہ دونوں وقت' بیک وقت چلتے ہیں اور ہر آدمی کے اندر چل رہے ہیں۔ اگر کبھی یہ ساری کائنات دل میں آ جائے تو پھر اور ہی قصہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کائنات کے اندر بھی ہے مثلاً سماوات' لامکاں اور عرش۔ اور اللہ کا تعلق آپ کے دل کے ساتھ

بھی ہے۔ اللہ ایک ہی ہے۔ تو آپ اپنے دل سے دیکھتے جائیں کہ وہاں کائنات کا کیا رنگ ہے' وہاں مشرق کیا ہے اور وہاں مغرب کیا ہے۔ آپ ظاہر کی ساری کائنات سے آنکھیں بند کر کے دیکھیں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہ نہ کہنا کہ میں اللہ کو تلاش کرنے کہیں جا رہا ہوں۔ وہ جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اپنے اندر ہی کھوج لگاتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میں اللہ کی تلاش میں جا رہا ہوں تو اس سے پوچھنا چاہیے کہ کہاں جا رہے ہو۔ وہ کہے گا میں اپنے اندر ہی جا رہا ہوں۔ اللہ کی تلاش میں' اسے جاننے کے لیے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اللہ کی تلاش میں شیخوپورہ چلے گئے یا پھر لاہور چلے گئے۔ ایسا نہیں ہے۔ اگر اللہ کی تلاش ہے تو پھر اس دنیا سے اپنے آپ کو Disconnect کر کے اُسے اپنے اندر تلاش کرو۔ یہ اپنے آپ میں اترنے والی بات ہے۔ یہ ایسے ہی ہوتا ہے۔ جب اللہ دریافت ہو جائے' پتہ چل جائے کہ آپ کے اندر اللہ ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ تم کیا ہو' خالق کے کتنے قریب ہو۔ یہ بڑا راز ہے۔ تو اپنی تھوڑی سی قدر کرو اور پہچانو۔ پھر پتہ چلتا ہے۔ اگر انسان کو آنکھیں نہ ملی ہوں تو پھر ستاروں کی روشنی کس کام کی۔ اب دونوں میں یہ فیصلہ کر لو کہ کیا ستارے روشن ہیں یا آپ کی آنکھ قیمتی ہے۔ اگر ستاروں کی روشنی «ایکس» ہے اور آپ کی آنکھ «وائی» ہے تو کیا دونوں برابر ہیں؟ تو انسان کی آنکھ کے محتاج ہیں ستارے اور ستاروں کی محتاج ہے انسان کی آنکھ۔ بس کھیل بنانے والے نے یہ سب ایسے بنا دیا کہ میلہ اُدھر لگا دیا اور دیکھنے والے ادھر بنا

دیے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو The best creation بنا دیا' اشرف مخلوق بنا دیا۔ اور یہی انسان ہے جس کو تم پسند نہیں کرتے اور جھگڑا کرتے رہتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں آسمانوں کو' زمینوں کو' پہاڑوں کو' وادیوں کو' دریاؤں کو اور بادلوں کو بنانے والا ہوں اور ہر شے میں نے خوب صورت بنائی ہے' بہت شاندار کائنات بنائی ہے مگر سب سے اچھا کیا بنایا؟ انسان کو۔ تو یہ انسان جو ہے یہی Best ہے' اب باقی کائنات سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے کہ بادل کیا ہیں اور پہاڑ کیا ہیں' آپ انسان کو سمجھو' انسانوں کے پیچھے بھی کہاں دھکے کھاتے پھرو گے' اپنے آپ کو پہچانو۔ یہ ہے اصل بات۔ تو اصل کہانی کیا ہے؟ کہ یہ کائنات' دور تک پھیلی ہوئی کائنات بہت خوب صورت ہے' ستارے' سیارے' ارض و سماوات' مگر اس میں اسے کیسے ڈھونڈو گے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

وہ یہاں گیا' وہاں گیا اور پھر پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ کائنات تو میں نے بنائی ہے مگر سب سے Best چیز کیا بنائی ہے؟ Human Beings' انسان۔ تو انسان سب سے اچھی شے ہے۔ تو آپ کائنات کو چھوڑو اور انسان کی تلاش کرو' انسان کو بھی کیا تلاش کرو گے بس اس کا پہلا' ابتدائی Unit دیکھو کہ وہ

کون ہے؟ وہ خود آپ ہی ہو۔ اس کو پہچانو کہ تم کیا ہو؟ کبھی روتے ہو؟ کبھی ہنستے ہو؟ کبھی جوان ہو جاتے ہو؟ کبھی بوڑھے ہو جاتے ہو؟ کبھی راضی ہو جاتے ہو اور کبھی ناراض ہو جاتے ہو۔ خود ہی اپنے آپ کو دیکھو کہ کیا ہوتے جا رہے ہو۔ یہ دیکھو کتنے جلوے تمہارے اندر ہیں؟ اپنے خیال کے جلوے دیکھو، اپنے حالات کے جلوے دیکھو، کیا تم زندگی کے ساتھ کبھی راضی ہوئے؟ یہ جو کرتے جا رہے ہو وہ کیا کرتے جا رہے ہو؟ کبھی آپ نے Effort بند بھی کی تو اپنے آپ کو تلاش کرو۔ یہ سوچو کہ آپ یہاں کیوں آئے ہو؟ آپ کو کس نے بھیجا یہاں پر؟ اگر آ ہی گئے ہو تو واپس کیوں جاتے ہو؟ واپس کدھر کو جانا ہے؟ جب زندگی کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے تو آپ واپس چلے جاتے ہو۔ آپ تو بڑے عجیب آدمی ہو۔ آپ ہنستے کیوں ہو؟ آپ روتے کیوں ہو؟ آپ چاہتے کیا ہو؟ آپ چاہت کسے کہتے ہو؟ آپ کس کو چاہتے ہو؟ اُسے کیوں چاہتے ہو؟ کیا چاہے جانے والی چیز کو غیر چاہا جانا کہا جا سکتا ہے؟ جس کو آپ آج چاہ رہے ہو کل اس سے فرار بھی چاہو گے۔ تم کیسے تضاد والے انسان ہو۔ ایسا ہوتا ہے کہ کسی نے دوسرے کو چاہا، اس کے پیچھے بھاگا اور پھر اُس سے پیچھا چھڑاتا ہے۔ یہ واقعات کیا ہیں؟ تمہارا ذہن کیا ہے؟ تم چاہتے کیا ہو؟ تنہائیوں میں تمہاری زندگی کیا زندگی ہے؟ محفل میں کیا زندگی ہے؟ ظاہر کی کیا زندگی ہے؟ دل کے اندر کھوٹ کیوں رکھا ہوا ہے؟ اسے میلا کیوں رکھا ہوا ہے؟ روشن کیوں نہیں ہو رہے تم لوگ؟ آخر وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے کہ تمہیں ڈر ہے کہ اگر تم روشن ہو گئے تو پیسے کی محبت تم سے چھن جائے

گی۔ پھر تو تم مارے گئے۔ اس طرح تو تم بیمار ہو جاؤ گے۔ کیا بچے تمہارے بنتے ہیں؟ کیا بچوں کو تم ان کی مرضی کے مطابق تربیت دیتے ہو؟ کیا ماں باپ کی مرضی کے مطابق حکم مانتے ہو؟ کیا تم لوگ خود سر تو نہیں ہو؟ یہ سب اپنے آپ سے پوچھو کہ کہیں ان میں سے مَیں تو نہیں ہوں۔ ان سوالوں کا جواب غور سے دیکھو۔ آپ کے اسلام میں داخل ہونے سے اسلام کو آپ کا کیا فائدہ ہوا؟ آپ پر ایک Liability آ گئی ہے۔ آپ لوگ اسلام کے Asset ہیں یا اسلام کے لیے Liability ہیں؟ آپ تو اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور آپ کے دم سے کہیں اسلام بدنام نہ ہو رہا ہو۔ آپ سب مسلمان ہیں، اب یہ دیکھیں کہ اسلام سے آپ کو کیا فائدہ ہوا ہے؟ کیا آپ کو دیکھ کے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مسلمان ہے؟ کیا آپ کے اعمال مسلمانوں والے ہیں؟ کیا آپ لوگ مسجد میں جاتے ہیں؟ نماز پڑھتے ہیں؟ کیا نماز پڑھنے کے بعد آپ کی شکل، حلیہ یا اندر کی کیفیت کچھ بدلتی ہے؟ کہیں یہ نہ ہو کہ۔

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اُٹھے اپنا دامن

کہیں یہ نہ کہنا کہ اس محفل سے بھی میں نے خالی جانا ہے، بات اثر نہ کرنے پائے اگر اثر ہو گیا تو جھٹک دوں گا تا کہ آسائش ثابت رہے اور سچی بات سمجھ نہ آئے کیوں کہ سچ سے دل میں تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح آپ اپنا دل آزاد کر بیٹھیں گے پھر وہی حالات ہوں گے، وہی حلال حرام ہوگا۔ مقصد یہ ہے کہ انسان

ضرور یہ سوچے کہ وہ کرتا کیا ہے۔ یہاں سے انسان کو اپنی پہچان شروع ہو جاتی ہے۔ آپ اپنی تلاش کو نام دیں کہ کس کو تلاش کر رہے ہیں۔ کیا آپ کو کبھی منزل بھی ملی؟ آپ نے گھر تو بنالیا۔ تو گھر کیوں بنایا؟ عافیت کے لیے' تا کہ قرار مل جائے۔ اور اگر گھر میں بے قراری ہے تو پھر آپ نے کیا گھر بنایا۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ میں نے ساتھی چُن لیا تا کہ دونوں خوش رہیں مگر دونوں نے دونوں کو زخمی کر دیا۔ یہ کیا کر دیا آپ لوگوں نے؟ آپ نے پیسہ کمایا تا کہ سکون ملے اور اب پیسہ جو ہے عذاب کا باعث بن گیا ہے۔ اگر آپ نے اپنے آپ کو دریافت کر لیا اور یہ معلوم کر لیا کہ آپ کی پیشانی کس چیز کو سجدہ کرنا چاہتی ہے' کس کے آگے آپ جھکنا چاہتے ہیں' آپ کی محبتیں کیا ہیں' آپ کی نفرتیں کیا ہیں' آپ کا ہونا کیا ہے' آپ کا نہ ہونا کیا ہے' آپ یہاں کیوں ہیں' آپ کے جانے سے دنیا میں کیا خلا آئے گا' یہاں آپ کیوں آئے ہیں تو ان باتوں کے جواب کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کتنا اشرف بنایا ہے اور وہ کیسے اشرف المخلوقات ہے۔ پھر آپ دیکھنا کہ آپ کی آنکھ آپ کو کیا جلوے دکھاتی ہے' سورج دیکھو' چاند دیکھو' ستارے دیکھو اور آدمی سارے پیارے پیارے دیکھو۔ اس طرح اللہ کے عطا کیے ہوئے جلوے دیکھو۔ آنکھ ذرا کمزور ہوگئی تو سارے جلوے ختم ہو جائیں گے' چار دن کا یہ جو میلہ ہے ختم ہو جائے گا۔ آپ غور کریں کہ کان کی سماعت کی کیا وسعت ہے کہ آپ کو نغمات سنائی دیتے ہیں۔ آپ کا یہ چہرہ کتنے لوگوں کے لیے باغ و بہار ہے اور کتنے لوگوں کے لیے پریشانی کا باعث

ہے کہ آپ نے اپنے آپ کے ہونے کا خوف پیدا کر لیا اور لوگوں کو Frighten کرتے ہو' ڈراتے ہو۔ اگر آپ لوگوں کو ڈراتے ہیں تو پھر آپ کو بھی ڈر سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آپ لوگوں کو اگر Attract کرتے ہیں تو سوچو کہ کس لیے؟ کیا ثواب کے لیے؟ اگر گناہ کے لیے ہے تو یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ تو یہ سوچو کہ آپ کیا کرتے رہتے ہیں۔ بس آپ کا ہونا ہی ساری کہانی ہے۔ اللہ کا یہ جہاں اسی ستارے کی وجہ سے روشن ہے۔

؎ اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن

تو اپنے ہونے کا کچھ تو ثبوت دو کہ تم اللہ کے بندے ہو۔ بندے کو زوال میں نہیں آنا چاہیے۔

؎ زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

تو یہ پتہ چلنا چاہیے کہ آپ اللہ کے بندے ہو' اللہ کے دین میں ہو' آپ کے ہونے سے کائنات میں اچھائی ہو رہی ہے' کوئی فائدہ ہو رہا ہے۔ یہ دیکھو کہ آپ نیکی میں اضافہ کر چلے ہیں یا بدی میں اضافہ کر چلے ہیں۔ تو آپ یہ فیصلہ کر کے بتا دیں کہ آپ کے آنے سے نیکی بڑھی ہے یا بدی بڑھ گئی ہے۔ تو جب یہ پہچان لیا کہ اللہ نے آپ کو اشرف بنایا تو بس پھر ساری کائنات آپ کی پہچان کے اندر ہے۔ تو آپ یہ ضرور پہچانو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اگر آپ نے ایک بار یہ پہچان لیا کہ آپ کی خوشیاں کیا ہیں' آپ کے غم کیا ہیں' آپ کے دوست کیا ہیں' آپ کا ہونا کیا ہے اور اسلام کے ساتھ آپ کا رابطہ کیا

ہے تو آپ کو سب سمجھ آ جائے گی۔ کیا سمجھ آ جائے گی؟ یہ سمجھ آ جائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کیا بنایا ہے۔ تو آپ مشرق دیکھو، شمال دیکھو، جنوب دیکھو، باہر کی کائنات دیکھو، اپنے اپنے من کی دنیا دیکھو، اپنے من کی چتا کو دیکھو کہ کیا چتا لگی ہوئی ہے، فکر کیا لگی ہوئی ہے..... پہلے آپ غریب تھے مگر غریبی کا ڈر نہیں تھا اب غریب بھی نہیں لیکن غریبی کا ڈر کیوں ہے؟ پہلے صحت نہیں تھی تو بھی بیماری کا ڈر نہیں تھا اب صحت بھی ہے اور بیماری کا ڈر بھی ہے، پیسے بھی ہیں ڈاکٹر بھی ہے، پھر بھی بیماری ہے۔ بس ایک مصیبت ہی مصیبت ہے، عذاب ہی عذاب ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ کا باطن آپ کا باغی ہو گیا۔ آپ نے اپنے آپ کو Defile کر دیا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اپنے آپ کو ٹھیک کر لو۔ میں تو آپ کو راز بتا رہا ہوں کہ توبہ کرتے جاؤ، اپنی اصلاح کرتے جاؤ۔ کوئی ایک دوست پکڑ لو، اس کے ساتھ زندگی گزر جائے گی۔ ایمانداری کے راستے پر چلو کہ ہم اللہ کے راستے کے مسافر ہیں۔ دو چار مسافر بے شک ساتھ لے لو، اس کو سنگت کہتے ہیں۔ بس اللہ کا نام لو، جل جلالہٗ، اللہ کا ذکر کیا کرو، اللہ کو یاد کیا کرو۔ تو یہ Journey، سفر آسان ہو جائے گا۔ ورنہ تو بڑی ٹینشن ہے اور بڑا ہی عذاب ہے۔ اس سے اگلا عذاب کیا ہو گا؟ وہ یہ عذاب ہے کہ جن دوستوں کے ساتھ مل کر زندگی آپ نے خوش گوار بنانا چاہی تھی انہی دوستوں کے اندر تضاد پیدا ہو گیا۔ کیا آپ کا علم اور کیا عقل، کہ زندگی کو خوش گوار نہ بنا سکے۔ تو کیا آپ کی عقل سے زندگی خوش گوار بنی؟ یہ نہ کہنا کہ دو چار آنچ کی کسر ہے۔ پھر کب بنے گی؟ جب آپ ختم ہو جائیں گے؟ جب زندگی کو انسان خوش گوار نہ بنا سکے تو یہ وہ وقت ہے جب انسان توبہ کر لے اور اللہ کے روبرو جھک جائے۔ تو جو بات آپ عقل سے نہیں بنا سکتے وہ تسلیم سے بنا لیں اور اللہ کے سامنے جھک جائیں۔ اللہ سے کبھی یہ بحث نہ کرنا کہ تمہیں تو نے کیا دیا اور کیا نہیں دیا۔ بس یہ کہنا ہے کہ ہم نے مان لیا تو مالک ہے، ہم مخلوق ہیں جو تو نے کہا وہ ٹھیک ہے، جو تو نے کہا وہ ہم نے مان لیا، بس تیری بات سچ ہے، تو ہی ہمیشہ سچا ہے۔ اگر آپ کو اور کچھ سمجھ نہیں آتا تو سر کو زمین پر رکھنا تو آتا ہے ناں، تو آپ سر کو زمین پر رکھ دو، سجدہ کر دو۔ پھر سب بات سمجھ آ جائے گی۔ پیسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، قربان کرو، خیرات دے دیا کرو اور کسی ظالم کو فی سبیل اللہ معاف کر دو تو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو معاف کرو، دوسروں کا خیال کرو، کچھ اپنی ضد چھوڑ دو، بچوں کی کوئی ضد پوری کرو، دوسروں کا احترام کرو، کبھی کبھی تنہا بیٹھو اللہ کو یاد کرو، ذکر فکر اور درود شریف ہو..... بس اتنی سی کہانی ہے، لمبی چوڑی تو بات ہی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے آپ کی آدھی زندگی تو گزر گئی ہے۔ اگر آدھی گزر گئی ہے تو باقی کی بھی ایسے ہی گزر جائے گی۔ یہ ان دو کبوتروں کی مانند ہے جن میں سے پہلا خود اڑ گیا تھا اور دوسرا اس نے اڑا دیا۔ تو آپ کی باقی زندگی کیسے گزرے گی؟ جیسے پہلی گزر گئی ہے، اتنے دن گزر گئے ہیں لیکن آپ کو پتہ نہیں چلا۔ اب باقی کتنے سارے رہ گئے؟ تھوڑے سے رہ گئے ہیں۔ تو جیسے پہلا کبوتر اڑا، دوسرا بھی اڑ جائے گا، اس طرح باقی زندگی بھی کٹ جائے گی۔ انسان کو پتہ بھی نہیں چلے گا اور باقی کے دن بھی کٹ جائیں گے۔ تو آپ توبہ کرو اور زندگی

دینے والے کے قریب ہونے کی کوشش کرو۔ اس طرح فکر اور غم نکل جائے گا۔ یا پھر کوئی ایسی چیز بتاؤ جو آپ ساتھ لے جانا چاہتے ہو وہ جو آپ کی قبر میں پہلے رکھ آتے ہیں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ انسان کچھ لے کے جا نہیں سکتا۔ کیا آپ کسی آدمی کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں؟ استغفر اللہ! آپ تو اُسے مارنا چاہتے ہیں تو آپ کس چیز کو ساتھ لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ نہ کہنا کہ سارے ہی میرے ساتھ چلیں' کیونکہ اس طرح تو آپ قیامت مانگ رہے ہیں۔ جو یہ کہہ رہا ہے کہ سارے ہی میرے ساتھ چلیں تو یہ بندہ تو قیامت مانگ رہا ہے۔ اور وہ آدمی بھی بڑا ظالم ہے جو دوسرے کو کہتا ہے کہ میری قبر میں پہلے تم جاؤ۔ اس لیے یہ غور کرو کہ قبر میں جانے والی تو کوئی چیز ہے نہیں سوائے نیک اعمال کے اور وہ اعمال آج ہی کرنے ہیں۔ اس لیے اپنے آپ کے ساتھ ذرا رعایت کرو اور اپنے آپ کو معاف کرو۔ ٹینشن سے نکلو' یہ عذاب ہے۔ تو کائنات بھی ہے۔ کیا ہے کائنات؟ کائنات نیک آدمی کے لیے نیک ہے' بد کے لیے بد ہے' آپ پھیلو گے تو یہ کائنات پھیلی ہوئی ہوگی۔ یہ وسیع کائنات ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ وہاں Millions of light years کروڑوں نوری سال ہیں۔ نوری سال کا حساب آپ لگا سکتے ہو۔ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور پھر سال نور؟ کروڑ ہا سال؟ وہاں سے روشنی ٹریول کرتے کرتے زمین تک آ جائے تو اسے کروڑ ہا سال لگ جاتے ہیں ...... تو یہ اتنی وسیع کائنات ہے! اتنی بڑی کائنات ہے کہ آپ کا خیال تھک جائے' بس آپ ڈھونڈتے ہوئے بھٹکتے رہیں گے۔ اس سے بچنے کا آسان نسخہ کیا ہے؟ کائنات کو چھوڑو اور زمین کی بات کرو اور دہلیز کی بات کرو' سنگِ در کی بات کرو اور اپنے سر کی بات کرو۔ ساری بات آپ کی پیشانی کے اندر ہے ......

اور کوئی سوال ...... بولو ...... آپ بولو ......

سوال:۔

بعض اوقات کسی وجہ کے بغیر آنسو کیوں آ جاتے ہیں؟

جواب:

آپ نے دراصل یہ پوچھا ہے کہ وہ آنسو جو نہ گلے کے ہوں' نہ شکوے کے ہوں' نہ افسوس کے ہوں اور نہ غم کے ہوں تو وہ کون سے آنسو ہوتے ہیں۔ تو ایسے آنسو ضرور ہوتے ہیں جو گلے کے نہ ہوں' شکوے کے نہ ہوں' غم کے نہ ہوں اور کسی گناہ کے بھی نہ ہوں۔ یہ ہوتے ہیں شوق کے آنسو اور یہ شوق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا شوق۔ ایسا ضرور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندے وہ ہوتے ہیں جو کم ہنستے ہیں اور زیادہ روتے ہیں۔ یہ اللہ کے قرب کی دلیل ہے۔ اس طرح کئی واقعات کھل جاتے ہیں۔ اگر آپ پھیلی ہوئی کائنات کی فکر نہ کرو اور سمٹی ہوئی کائنات کو دیکھو تو سمٹی ہوئی کائنات کیا ہوگی؟ یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ تو کائنات کس کا نام ہے؟ یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ اللہ کس کا نام ہے؟ یہ آپ کے اللہ کی یاد کے آنسوؤں کا نام ہے۔ اللہ کی یاد میں آپ نے جو آنسو بہائے ہیں آپ کو اتنا ہی اللہ سمجھ آیا ہے۔ آپ دوسروں پر رحم

کرو تو آپ پر رحم کیا جائے گا' دوسروں کو معافی دے دو تو آپ معاف کر دیے جائیں گے۔

اب کوئی اور بولے ...... کوئی سوال ...... بلال صاحب بولیں۔ کوئی سوال پوچھو......

سوال:-

جب انسان کامیاب ہوتا ہے تو کامیابی کا سہرا اپنے سر لیتا ہے اور جب ناکام ہوتا ہے تو کہتا ہے اللہ نے میرے ساتھ کیا کیا......

جواب:-

یہ بات یاد رکھیں کہ کامیابی اور ناکامی دونوں اسلام کے لیے اور اسلام کے اندر ہوں اور یہ آخری وقت کا نام ہے۔ ورنہ یہاں کی کامیابی' کامیابی نہیں ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ ایک آدمی یہاں کامیاب ہو اور آخرت میں ناکام ہو۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ ایک آدمی یہاں ناکام ہو اور وہ آخرت میں کامیاب ہو۔ عین ممکن ہے کہ ایک آدمی کسی بہت بڑے ملک کا پریذیڈنٹ ہو اور وہ دوزخ میں جائے۔ یہ ممکن ہے اور ہو سکتا ہے۔ تو ایسا ممکن ہے۔ ایسا ممکن ہے کہ کوئی فرعون ہو' بادشاہِ وقت ہو اور لوگ اس کا کہنا مانتے ہوں لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ لعین ہے' جاؤ اس کو مارو۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس گھر بھی نہیں ہے' رہنے کی جگہ نہیں' ٹھکانہ نہیں لیکن وہ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ ان کی زبان میں لکنت ہے لیکن ''کلیم اللہ'' ہیں۔ اللہ سے کلام کرنے والے ہیں۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کامیابی کس کو کہہ رہے ہیں؟ یہ پتہ ہونا چاہیے کہ کامیابی کیا ہے۔ یہ جو دنیا کا دھوکہ ہے یہ تو کامیابی نہیں ہے جسے آپ کامیابی کہہ رہے ہیں۔ اگر مقصد بد ہو تو کامیابی سے زیادہ کوئی عذاب نہیں ہے۔ ہر گناہ گار گناہ میں ''کامیاب'' ہوتا ہے' تبھی تو وہ گناہگار کہلائے گا۔ تو گناہ میں کامیاب ہونا کامیابی نہیں بلکہ تباہی کہلاتا ہے۔ اس لیے یہ دیکھو کہ بدی میں کامیاب ہونا کامیابی نہیں بلکہ تباہی ہے۔ ہر وہ شخص جس کی نگاہ میں بدی ہے اور اس کا دل بد ہے تو اس کی عاقبت بد ہے۔ نگاہ کی بدی سے مُراد صرف نگاہ کی حد تک بدی۔ تو جس کا دل بد ہے اس کی ساری عاقبت بد ہے۔ جس کی عاقبت بد ہے اس نے اپنے آپ کو برباد کر دیا' نیکی کر کے' ثواب کا کام کر کے بھی برباد ہو گیا۔ اس نے ثواب کو عذاب کر دیا۔ لوگ ایسا کرتے رہتے ہیں' بے شمار لوگ ایسا کرتے رہتے ہیں' خانہ کعبہ سے چوری کر آتے ہیں۔ یہ دیکھو کہ انہوں نے کہاں پر کامیابی کو ناکام بنا دیا۔ اللہ کی تلاش کے سفر میں بڑی احتیاط چاہیے۔ تو کامیابی کیا ہے؟ جس کو اللہ تعالیٰ کامیابی کہے۔ ناکامی کیا ہے؟ جس کو وہ ناکامی سمجھے۔ بس پھر ہمارے ہاں تضاد ہی کوئی نہیں ہے۔ تو اسے کامیابی کہیں گے۔ اچھا رزلٹ کون سا ہے؟ جسے ماں باپ اچھا سمجھیں۔

سوال:-

اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے لیکن اس بات میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے کہ میں جوانی میں بیوہ ہو گئی تھی جب کہ میرے بچے بھی بہت چھوٹے تھے۔

جواب:-

بات سمجھنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ اسے Cause اور Effect کے حوالے سے سمجھا جائے کہ یہ وہ ہوا عمل ہے اور نتیجہ تکلیف ہے' تکلیف آپ نے برداشت کی' بچے آپ کے آسرے میں آ گئے اور پھر چلتے گئے۔ اس طرح زندگی کا سفر کٹ جائے گا۔ اگر آپ اللہ کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو اللہ کو ماننے کے بعد یہ سوال بڑا آسان ہو جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اللہ کا حکم ماننے میں کمی تو نہیں ہے۔ بے شمار تکلیفیں ایسی ہوتی ہیں جو آپ کو خاصی محنت والی عبادت سے آزاد کر دیتی ہیں کیونکہ وہ تکلیف عبادت کا بدل ہو جاتی ہے۔ اس تکلیف پر خاموش رہنا عبادت کا نتیجہ دے گی۔ مثلاً شہید ہو جانا۔ شہید سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی کتنی نمازیں ہیں' بس جو اللہ کی راہ میں مر گیا اس کو شہید کہتے ہیں۔

تکلیف پر صبر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان اللہ مع الصابرین یعنی میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔ باقی آپ کی یہ غلط فہمی تو دور ہونی چاہیے کہ یتیم بچوں کے پالنے والے آپ ہیں کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ خود پالنے والا ہے اور ان کا انتظام وہ خود ہی کرنے والا ہے۔ شاید ان بچوں کی وجہ سے آپ کے ساتھ کئی مہربانیاں ہو رہی ہوں۔ اس کا شکر ادا کرو۔ پھر اس کی مصلحت پر بولنا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایک انسان پر خود بھی درود بھیجتا ہے' اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں اور سب کو کہتا ہے کہ تم بھی درود بھیجو' درود پڑھتے جاؤ اور خود ہی اسے یتیم کر دیا' پیدا ہی یتیم ہوئے۔ اب یہ اللہ کے کام ہیں۔ عین ممکن ہے کہ بچوں کو یتیم کرنا شاید اللہ کی رحمت کا حصول بھی ہو۔ یتیم کے لیے اللہ کے بڑے بڑے کلمات ہیں۔ اب یہ دیکھو کہ آپ کے ساتھ جو واقعہ ہوا ہے وہ ہوا ہی نہیں' آپ کا انتظام چل رہا ہے' بچے پل رہے ہیں' اسے آپ اللہ کا حکم سمجھ رہے ہو۔ اسے آپ برداشت کرو۔ اگر لب نہیں کھولتے تو لب نہ کھولو۔ اور جو اس میں بعد کے واقعات کا امکان تھا مثلاً کسی اور شادی کی گنجائش تھی اور وہ آپ نے نہیں کی تو آپ نے وہ بہت اچھا کیا ہے۔ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ شادی کر لیتی تھی' نہ کرنا اچھی بات نہیں تھی مگر آپ نے جو یہ شادی نہیں کی ہے وہ اچھا کیا ہے۔ آپ جو کچھ برداشت کر رہے ہیں یا اچھا کر رہے ہیں' زندگی گزرتی جا رہی ہے اور ٹھیک گزرتی جا رہی ہے' بچوں کی عاقبت بھی اچھی ہو گی۔ اپنے آپ کو اور بچوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے رکھو۔ بس اللہ ہی کارساز ہے۔ اس بات کا بھی اندیشہ نہ کرنا کہ کیا بنے گا۔ جو بنے گا وہ وہی بنائے گا۔

تو اگر چاہے تو بات بن جائے

ورنہ تو انسان کے بس میں کوئی بات نہیں ہے' بے شمار لوگوں کے بس میں کچھ نہیں ہے بلکہ کسی کے بس میں نہیں ہے۔ آپ کو یہ جو صبر ملا ہے' حوصلہ ملا ہے' یہ بڑا انعام ہے۔ اس کا شکر ادا کرو۔ پتہ نہیں اللہ نے کیا کیا دیا ہے اور کتنی کتنی باتوں کے اندر ایک تکلیف دے دی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ کی محبت ہو جائے اور پھر زندگی میں تکلیف آ جائے اور اللہ تکلیف کے ساتھ خود ہی آ جائے تو جو بظاہر تکلیف ہے تو پھر وہ کیا تکلیف ہے۔ تکلیف کے وہ دن جب دوست

گھر آ جائے' محبوب گھر آ جائے تو وہ تکلیف کے دن نہیں کہلاتے بلکہ وہ قرب کے زمانے ہو سکتے ہیں۔ اس لیے آپ تکلیف کے زمانے کو قرب کا زمانہ بناؤ۔ اب آپ خالی عبادت نہ کرو بلکہ اللہ کے ساتھ محبت کرو' اللہ کے ساتھ دوستی کرو اور اطاعت کرو۔ پھر آپ کے ساتھ ایک رونق لگ جائے گی' اچھا زمانہ آئے گا۔ یہ بھی اچھے زمانے ہیں' اس میں کوئی حرج نہیں' گلہ شکوہ نہ کرو۔ جو ہو گیا وہ ٹھیک ہو گیا' جو بھی ہوا وہ ٹھیک ہے' اللہ کے جو کام ہیں وہ ٹھیک ہیں۔ جو لوگ زندہ رہ گئے ہیں وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد نہیں رہیں گے۔ اس میں دقت والی کوئی بات نہیں اور یہ رونے دھونے والی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک آدمی بہت زیادہ رو رہا تھا کیونکہ اس کے ابا جان رخصت ہو گئے تھے۔ وہ ایک بزرگ کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کیا ہو گیا؟ کہتا ہے ابا جی چلے گئے۔ انہوں نے کہا پھر روتا کیوں ہے' گھبراتا کیوں ہے' چند دن کی بات ہے تو بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔ تو اس میں دقت کی کوئی بات نہیں ہے۔ اور آپ کو اگر جدائی کا افسوس ہو رہا ہے تو جدائی تو خیال کا نام ہے اور اگر خیال زندہ رہے تو کوئی بھی جدا نہیں ہوتا۔ مرنے والا اس وقت مرتا ہے جب اُسے یاد کرنے والا مر جائے۔ کیا کہا میں نے؟ مرنے والا کب مرتا ہے؟ جب یاد کرنے والا مر جائے۔ اگر یاد کرنے والا زندہ ہے تو مرنے والا مرا نہیں۔ پھر مرنے والا سلامت ہے۔ کب سلامت ہے؟ جب یاد کرنے والا زندہ ہے۔ وہ جنہیں زندگی میں یاد کرنے والے بھول گئے ان سے پوچھو کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ ہزار آباد شادیاں جو ہیں وہ برباد ہو گئیں اور طلاقیں

ہو گئیں۔ ہزار گھروں میں ایک دوسرے کے ساتھ رہنے والے ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے۔ ایک ہی گھر میں ایک دوسرے کا پتہ نہیں ہوتا۔ ملاقاتوں کو بعض اوقات کئی سال گزر جاتے ہیں' ایک دوسرے سے بات نہیں ہوتی' سلام دعا کا پتہ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسی بے شمار کہانیاں ہیں۔ اور آپ کا گھر تو ایک آباد گھر کہلاتا ہے' اس میں اللہ کی یاد ہے' اللہ کا بھروسہ ہے اور یہ اللہ کے فضل سے چل رہا ہے۔ آپ شکر ادا کریں۔ کرنے والے نے جو کر دیا ٹھیک کر دیا' آپ اس کا سجدہ کریں' عبادت کریں' اللہ سے محبت کریں اور اُسے کہو کہ اے اللہ تو ہی مالک ہے تو ہی خالق ہے' تُو جانے اور یہ بچے جانیں۔ جس نے آپ کو غم دے دیا اس نے آپ کو اپنا قرب دے دیا۔ غم سے تو اللہ تعالیٰ بہت ہی قریب ہے اور آپ کو میرے خیال سے وافر غم ملا ہے۔ کہتے ہیں کہ جس آنکھ سے آنسو جاری ہو جائیں اس انسان کے دل میں اللہ کے آنے میں دیر نہیں ہوتی۔ پہلے اللہ دل میں آتا ہے اور پھر آنکھ میں آنسو آتے ہیں۔ تو یہ آپ کے لیے مبارک موقع ہے۔ آپ سب کے لیے دعا کیا کریں کہ اللہ سب پر رحم کرے اور ملک پر رحم کرے۔ وہ پالنے والا ہے' خود ہی پالنے والا ہے۔ یہ ظلم نہیں ہے۔ اس نے جو کیا ٹھیک کیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ اچھے سبب بنائے رکھے اور آپ کو ہر تکلیف سے بچائے رکھے۔ سب لوگ دعا کریں۔ سارے سب غموں میں ہیں یعنی سارے انسانوں پر سب غم ہیں۔ کیا کہا میں نے؟ سارے انسانوں پر ہر غم ہے' کوئی آدمی اس سے آزاد نہیں۔ ہر غم ہر آدمی کے لیے ہے اور الگ الگ غم بھی ہیں ہر آدمی

کے لیے۔ مجموعی غم برابر ہے' سب کے لیے یکساں ہے۔ مثلاً اخبار کی خبر کا غم سب کے لیے برابر ہے' یہ غم ہے کہ ملک پر خطرہ آ گیا۔ تو خطرہ سب کے لیے برابر ہے' ملک میں یہ جو ہو رہا ہے یہ سب کے لیے برابر ہے۔ مہنگائی سب کے لیے برابر ہے' اگر فلڈ آ گیا تو یہ سب کے لیے برابر ہے۔ سارے غم مشترک بھی ہیں اور کچھ غم ذاتی بھی ہوتے ہیں۔ سچ پوچھا جائے تو ذاتی غم بھی برابر برابر ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آدمی چاہے نیک ہو بد ہو امیر ہو یا غریب ہو اللہ نے یہ دیکھنا ہے کہ اس کی آنکھ سے کتنے آنسو نکلے۔ اللہ نے غم کا کوئی نہ کوئی سبب بنا لینا ہے' امیر کے لیے کوئی اور سبب ہوگا' غریب کے لیے کوئی اور سبب ہوگا' کسی کا کوئی مر جانے والا واقعہ ہوگا' کسی کا چھن جانے والا واقعہ ہوگا' کسی کے لیے کوئی اور واقعہ ہوگا۔

کون سی ہے آنکھ جو غم سے یہاں روتی نہیں
جانے والوں کی مگر رفتار کم ہوتی نہیں

نہ آنسو سے رکتا ہے جانے والا اور نہ بلانے سے واپس آتا ہے۔ بس یہ ساری کہانی ہے اور اصل میں کہانی اس کی اپنی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کھیل ہے اور آپ اس کے کردار ہیں' وہ خود ہی یہ کھیل کھیلتا جا رہا ہے۔ تم میلہ دیکھتے جاؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ بس اس کے Instrument بن جاؤ اور اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دو۔

سپردم بہ تو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

تو خود کو مکمل طور پر سپرد کر دو۔ جب ہم ہیں ہی نہیں تو پھر بات کیا ہے۔ جب ہم ''ہوں گے'' ہی نہیں تو پھر یہ وہ کس نے ہونا ہے۔ وہاں نہ کوئی بیوہ ہے' نہ آباد ہے اور نہ غیر آباد ہے۔ بس اس کا فضل ہی ہے اور آپ فضل کو پکارو۔

اب بولیں ......اور کوئی سوال ......

سوال:-

یہ فاصلے اور قرب اور یہ تعلق اور رشتے کیا چیز ہیں؟

جواب:-

رشتے اور چیز ہیں' تعلق اور چیز ہے۔ رشتہ جو ہے یہ تو بدلتا رہتا ہے' رشتہ ٹوٹتا رہتا ہے' رشتہ کم ہوتا رہتا ہے۔ ماں باپ دعا کرتے ہیں کہ اولاد پیدا ہو' پھر ماں باپ اُسے پالتے ہیں' پھر ماں باپ یہ دعا کرتے ہیں کہ یہ اولاد آباد ہو جائے۔ بڑے پرندے نے چھوٹے بچے کو پہلے پالا' تھوڑی سی پرواز سکھائی اور پھر کہا چل بچہ اُڑ جا۔ یہی تیرا نصیب ہے اور یہی ہمارا نصیب ہے کہ بچے آشیانے میں پلیں اور آشیانے سے باہر ہو جائیں۔ اور یہی ان کی خوبی ہے اور یہی ان کی خواہش ہے۔ اس لیے رشتوں کی تو اتنی سی بات ہے کہ پہلے بھائی' بھائی کیساتھ رہے اور پھر وہی بھائی' بھائی کے ساتھ فیصلہ کرے کہ بھئی یہ تیرا مکان ہے اور یہ میرا مکان ہے' جائیداد' پراپرٹی تقسیم ہو جائے۔ رشتوں میں تو یہی کچھ ہوتا ہے۔ اب آئی تعلق کی بات' تو تعلق میں فاصلہ' فاصلہ نہیں ہے۔ تعلق اگر ہو جائے تو تعلق میں نہ کوئی دوری کی بات ہے اور نہ قریب کی بات ہے' نہ جدائی کی بات ہے' نہ

فراق کی بات ہے اور نہ وصال کی بات ہے۔ تعلق میں ایک مقام ایسا بھی آئے گا کہ محبوب سے اگر کوئی تعلق ہو جائے تو وصال بھی اتنا عزیز ہے جتنا فراق اور فراق بھی اتنا عزیز ہے جتنا وصال۔ وہاں نہ وصال کی بات ہے' نہ فراق کی بات ہے بلکہ یہ صرف تعلق کی بات ہے۔ تعلق چاہے تو فراق بن جائے اور چاہے تو وصال بن جائے۔ اب اس میں یہ تبدیلی آتی ہے کہ جو تعلق ہوتے ہیں یا متعلق لگتے ہیں وہ کچھ عرصہ کے بعد متعلق نہیں لگتے۔ مثلاً یہ کہ جو آج ہمیں یہ لگ رہا ہے کہ اس کے بغیر گزر نہیں ہوگا' کل اس کے بغیر گزر جائے گی۔ تو یہ کیا بات ہے؟ یہ اسی طرح کی بات ہے کہ جس طرح بچہ کھلونے کے بغیر گزارہ نہیں کرتا اور جب بعد میں بڑا ہو جاتا ہے تو کھلونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو تعلق کو ایک اور تعلق Replace کرتی رہتی ہے اور محبت Replace کرتا رہتا ہے' دوستی کو دوستی محبت کے ساتھ Trespass کرتی رہتی ہے۔ ابھی چونکہ خیال میچور نہیں ہوا' جب خیال قوی ہو جائے گا' پھر اگر ایک بار کسی کو دوست کہہ لیا تو پھر وہ دوست آپ نے نہیں چھوڑنا۔ جب وہ مقام آئے گا تو پھر یہ سوال ختم ہو جائے گا۔ ابھی تو یہ سوال دریافت کی سٹیج میں ہے۔ ابھی تو آپ دوستوں کو دوستوں کے ذریعے سے بھولتے اور یاد کرتے جا رہے ہیں۔ اگر ایک دوست دریافت ہو گیا' لائف کا فائنل فیصلہ ہو گیا کہ دوست مل گیا ہے' اس کے بعد جو ہے۔

اُٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

پھر ملاقات ہو نہ ہو' وہ فائنل فیصلہ ہے' دوستی فائنل ہے۔ اس کے بعد چراغوں میں روشنی رہے یا نہ رہے' وہ فائنل ہے۔ وہ زندہ رہے یا خدانخواستہ ہو جائے' اس سے فرق نہیں پڑتا' کیونکہ وہ تعلق فائنل ہے۔ وہ قریب بھی نہیں ہوتا اور دور بھی نہیں ہوتا۔ دور جا کے تعلق Flourish کر سکتا ہے اور قریب رہ کے تعلق مدہم ہو سکتا ہے۔ تعلق میں فاصلے نہیں ہوتے۔ یہ جغرافیکل فاصلے نہیں ہیں بلکہ دلوں کے فاصلے ہیں۔ دلوں کے فاصلے جغرافیائی فاصلوں سے آزاد ہیں۔ آپ یہ بات یاد رکھ لیں کہ دل کا فاصلہ جغرافیائی فاصلے سے آزاد ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی دور سے چل کے آئے اور کسی کے دل میں آ جائے' چاہے افغانستان سے آئے' چاہے لندن سے آئے۔ اب یہ جو آنے والا ہے وہ آ سکتا ہے' آسمان سے چلنے والا آسمان سے آ سکتا ہے اور آپ کا خیال آسمان پر جا سکتا ہے۔ محبت کی کہانیاں ہی اور ہیں۔ کہتے ہیں محبت زمین پر قدم رکھے تو آسمان پر اس کا لرزہ طاری ہو جاتا ہے' سجدہ زمین پر کریں تو مسجود کو پتہ چل جاتا ہے کہ سجدہ کہاں ہوا۔ تو پیشانی کہیں اور رکھی ہے اور سجدہ کہیں اور ہو گیا۔ تو اس طرح کے ہیں محبت کے واقعات۔ بلکہ میں آپ کو بتاؤں کہ یہ فاصلے صرف جغرافیائی ہی نہیں بلکہ تاریخی بھی نہیں ہوتے۔ تاریخی کیسے نہیں ہوتے؟ مثلاً آپ کو 1989ء میں کسی ایسے Source سے محبت ہو گئی جو 478ء میں Depart کر گیا تھا' تو یہ فاصلہ بھی ختم ہو گیا یعنی تاریخ کا فاصلہ بھی ختم ہو گیا کیونکہ وہ روح آپ کی روح سے آج بھی آ کے مل سکتی ہے' وہاں سے آواز آ سکتی ہے۔ آپ نے کہاں سے پکارا؟ بیسویں صدی سے' اور ساتویں صدی کے انسان نے وہاں سے جواب دیا کہ Hello,

how do you do یعنی کیا حال ہے؟ اب یہ پتہ نہیں کہ وہ یہاں ہے کہ تم وہاں ہو۔ یہ راز ہے اور اس کا کوئی پتہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ جب بزرگوں کے مقام پر جا کے بات کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے۔ اگر "یا علی مدد" کہتے ہو تو مدد ہوتی ہے، مشکل کشائیاں ہوتی ہیں۔ داتا صاحبؒ کو جا کے یاد کرتے ہو تو جواب ملتا ہے۔ حضور غوث پاکؒ کا نام لیتے ہو تو جواب ملتا ہے۔ یا محمدؐ کہتے ہو تو جواب ملتا ہے۔ یا اللہ کہتے ہو تو واقعات ہوتے ہیں۔ تو یہ واقعات ضرور ہوتے ہیں۔ پھر صدیوں کے فاصلے، صدیوں کے فاصلے نہیں رہتے اور جغرافیائی فاصلے بھی فاصلے نہیں رہتے۔ یہ پکارنے والے کی خوبی ہے کہ اگر وہ بیسویں صدی سے پکار رہا ہے تو پانچویں صدی والا جواب دے سکتا ہے۔ بس بلانا ہے تو محبت سے بلاؤ۔ وہ یا تو تمہیں بلا کے بات کر لیں گے یا پھر آ کے تم سے بات کر لیں گے۔ میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں اور آپ اسے خود کر لو۔ تو میں نے کیا کہا؟ یا تو وہ بلا کے بات کر لیں گے، عین ممکن ہے کہ تمہیں بلایا جائے اور تم دیکھو گے کہ تم کسی اور صدی میں جا پہنچے یا پھر یہ عین ممکن ہے کہ اس صدی سے کوئی آدمی آ جائے، اچانک ہی کوئی آدمی آ جائے اور کہے السلام علیکم۔ پھر وہ آپ کی محفل میں بیٹھا ہوگا۔ بعد میں آپ کو پتہ چلے گا کہ وہ تو چوتھی صدی کا آدمی تھا، وہی تھا جس کو آپ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے جغرافیائی فاصلے بھی ختم ہو جاتے ہیں اور تاریخی فاصلے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ نگاہوں میں اور دلوں میں فاصلوں میں یہ کائنات Matter نہیں کرتی۔ وہ کوئی اور ہی کائنات ہے، اسی میں ہیں مشرقین اور مغربین ......

سوال:-

اگر یا علیؑ اور یا محمدؐ کی جگہ یا اللہ کہہ دیں تو ......

جواب:-

ایک ہی بات ہے۔ یہ یوں ایک بات ہے کہ جب ہم یا علیؑ اور یا محمدؐ کہتے ہیں تو ہمارا مقصود کوئی انسان نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو پکارتے ہیں جن پر اللہ کا فضل ہوا۔ اللہ نے جب ہمیں یہ دعا سکھائی کہ اھدنا الصراط المستقیم کہ ہمیں سیدھی راہ دکھا تو پھر وہ کہتا ہے کہ کیا تمہیں پتہ ہے کہ سیدھی راہ کیا ہے؟ یعنی کہ صراط الذین انعمت علیھم ان لوگوں کا راستہ جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ تو جن لوگوں پر انعام ہوا ان کو اللہ خود یاد کرتا ہے۔ اللہ خود حضور پاکؐ کو یاد کرتا رہتا ہے۔ تو آپ بھی یاد کرو۔ تو انہیں پکارنے سے مراد یہ ہے کہ یہ گمراہی نہیں ہے، یہ عین ثواب ہے اور حقیقت ہے۔ آپ جب اللہ کو پکارتے ہیں تو آپ کو پتہ نہیں ہوتا کہ آپ کیسے پکاریں۔ اللہ کو پکارنا کیا ہوتا ہے؟ پکار کا طریقہ یہی ہے کہ آپ اللہ کے حبیبؐ کو یاد رکھو، پکارو۔ اس طرح پکارنے سے غیر اللہ نہیں ہو جاتا۔ غیر اللہ وہ ہوتا ہے جو اللہ کی راہ سے آپ کو الگ کر دے چاہے وہ عبادت ہی ہو۔ تو غیر اللہ ہے اللہ کی محبت سے الگ کرنے والا۔ اللہ کی محبت عطا کرنے والا راستہ سارا اللہ ہی اللہ ہے، سب اللہ ہی ہے۔ اگر کوئی انسان آپ کو اللہ کی یاد دلا جائے یا آپ کو اللہ سے محبت کرا جائے تو وہ اللہ کا راستہ ہے

اور اُسے پکارنا غیر نہیں ہے۔ غیر اللہ کا مطلب یہ ہے جو اللہ کو فراموش کرا جائے' اللہ کو بھلا دے۔ جو قریب کرے وہ غیر نہیں' وہاں شرک نہیں۔ آپ ڈرا نہ کریں۔ آپ اللہ کو بھی پکارو۔ آپ اللہ کو پکارو گے اور وہ ۔

میں تیری نماز ادا کروں تو ہو گو ذکر حبیبؐ میں

یہ تو ایک راز کھل گیا کہ میں تو اللہ کی نماز پڑھ رہا تھا اور وہ درود پڑھ رہا تھا۔ یہ راز ہی الگ ہے۔ بس سمجھنے والی بات ہے کہ آپ اس کی نماز پڑھ رہے ہیں اور وہ اُن کو یاد کر رہا ہے۔ اب آپ بھی حضور پاکؐ کو یاد کریں تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ درود شریف والی ایک واحد بات ہے کہ آپ اور اللہ' ایک ہی صف میں واقعہ ہو جاتا ہے۔ اللہ خالق ہے اور محبت کی دنیا کا یہ ایک مقام ہے۔ کسی مقام پر اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ نہیں کہا کہ مجھے فاعل مانو بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ میری قبر کو سجدہ نہ کرنا۔ یہ تو وہی اللہ' اسی کو پکارنا ہے' اسی کی عبادت کرنی ہے اور محبت جو ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ: آپؐ کہہ دیجیے کہ اگر اللہ سے تمھیں محبت ہے تو میری اطاعت کرو' پھر اللہ تم سے محبت کرے گا۔ تو اگر اللہ سے محبت ہے تو اللہ کے حبیبؐ کی اطاعت کرو۔ پھر اللہ کہتا ہے کہ میں خود ہی تم سے محبت کروں گا۔ تو یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ کوئی شخص پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ' عزیزوں سے زیادہ محبت حضور پاکؐ سے نہ کرے۔ یہ ایک خاص راز ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ یہ بحثیں کہاں پر ہوئیں کہ "یا رسول اللہؐ" کہنا جائز ہے کہ نہیں ہے۔ یہ کچھ

لوگوں کے جھگڑے ہیں' آپس کی روٹی کے معاملات ہیں۔ اس میں آپ کبھی نہ پڑنا۔ تو آپ اللہ کو مانیں اور اللہ کے حبیبؐ کو مانیں' اللہ کے محبوبؐ کے محبوبوں کو مانیں' ان کو پہچانیں۔ قرآن پاک کو فاعل اور اللہ کو خوب صورت مانیں۔ بحث میں نہ پڑنا۔ اپنے آپ کو بھی پہچانیں اور اس طرح اس دنیا سے نکل جائیں۔ کہیں کتابوں کے چکر میں نہ پڑنا کہ اسلام کو پڑھتے پڑھتے ہی عمر گزار دو۔ اسلام تو کرنے والا کام ہے' پڑھنے والا کام نہیں ہے۔ تو یہ آسان سی بات ہے۔ تو اسلام کون سا کام ہے؟ عبادت کرو اور ان لوگوں کو دریافت کرو جن پر اللہ کی رحمت ہوئی' ان کے ساتھ سنگت بنا کے پار ہو جاؤ۔ یہ بحث نہ کرنا کہ شرک کیا ہے؟ شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ شرک ہے اللہ کے برابر کسی کو کرنا اور شرک کا معنی ہے کسی اور اللہ کی اطاعت کرنا۔ آپ کو تو پہلے ہی اللہ نہیں ملا' وہ سمجھ نہیں آ رہا تو نیا اللہ کہاں سے بناؤ گے؟ تو اگر پہلے اللہ کا پتہ ہو تو اس کے برابر کوئی اور اللہ بنائیں۔ اس لیے مسلمان کے لیے تو شرک ناممکن ہے' وہ شرک نہیں کر سکتا' کہ کسی اور اللہ کی عبادت کرنا شروع کر دے۔ مسلمان نے تو یہ عبادت کرنی ہے کہ اللہ کا سجدہ کرو سبحان ربی الاعلیٰ۔ تو یہ سجدہ ہے۔ اور یہ سجدہ جو ہے وہ آپ کے اور اللہ کے درمیان تنہائی کا راز ہے۔ باقی ساری بات محفل کی ہے اور اجتماع میں ہے۔ سبحان ربی الاعلیٰ جو ہے یہ تنہائی کا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے قریب ہونے کا ایک ہی راستہ ہے' کہ سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔ اب اس میں بحث کی کوئی بات نہیں تو شرک نہیں ہو سکتا۔ ناممکن شرک یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے حبیبؐ کی کہی ہوئی بات پر کسی اور بات کو فوقیت دینا یا کسی اور بات کو اہم سمجھنا۔ یہاں سے شرک پیدا ہوتا ہے۔ مسلمان تو بتوں کی پوجا کرتا نہیں ہے۔ اللہ کے برابر آپ کسی کو کرہی نہیں سکتے۔ ہاں ایک مقام پر شرک یہ ہوگا کہ اگر آپ پیسے کو خدا کے برابر مان جاؤ۔ یہ شرک ہوسکتا ہے کہ آپ پیسے کو کارساز مان جاؤ' آپ خدا کو بھول جاؤ اور پیسے کو اکٹھا کرنا شروع کردو۔ تو یہاں سے شرک پیدا ہوسکتا ہے۔ حضور پاکؐ کو خدشہ تھا کہ میری امت جو ہے وہ شرک نہیں کرے گی کہ کوئی نیا اللہ بنالے مگر ایک ڈر ہے کہ کہیں دولت کے چکر میں آ کے یہ خدا کو نہ بھول جائے۔ تو یہ واقعہ اب ہوا پڑا ہے' کہ اگر آج خدا اور پیسے میں انتخاب کرنا پڑ جائے تو لوگ خدا کو چھوڑ دیں گے اور پیسے کے پیچھے چل پڑیں گے جائز پیسہ نہ ملے تو ناجائز کمالیں گے۔ لوگ پیسے کو بہت اہمیت دیں گے۔ لوگوں سے پوچھو کہ غریبی سے ڈرتے ہو یا دوزخ سے۔ تو کچھ لوگ یہ جواب دیں گے کہ ہم غریبی سے ڈرتے ہیں' دوزخ کا تو بعد میں دیکھا جائے گا۔ اس لیے آج اللہ کا ڈر نہیں رہ گیا بلکہ آج غریبی کا ڈر رہ گیا ہے۔ تو آپ کے لیے کیا نصیحت ہے؟ آپ اللہ کو یاد کرو' اللہ کے حبیبؐ کو یاد کرو اور اس راستے پر چلتے جاؤ۔ شرک ہے ہی کوئی نہیں۔ شرک بڑا مشکل کام ہے۔ شرک کہاں ہوسکتا ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ کے مقابلے میں ایک اور اللہ بنانا۔ ایک آدمی نے اپنا نام اللہ رکھ لیا۔ کسی نے کہا یہ تو نے کیا کردیا۔ اس نے کہا میں اللہ ہوں۔ پوچھا تم کیسے اللہ ہو؟ کہنے لگا یہ آسمان میں نے بنایا ہے' زمین میں نے بنائی ہے اور تمہیں میں نے بنایا ہے۔

لوگوں نے کہا کہ تُو تو یہاں کا رہنے والا ہے' پوچھا یہ بتا کہ تیرے پاس ثبوت کیا ہے کہ تُو نے آسمان بنایا ہے۔ کہتا ہے پہلے اللہ نے کون سا ثبوت دیا ہے' اس نے کہا ہے تو تم مان گئے ہو' اس طرح وہ اللہ ہوگیا ہے' مجھے تم مانتے نہیں ہو تو میں اللہ نہیں ہوں۔ تو بات اتنی سی ہے۔ تو ماننے والی بات ''اللہ'' ہے۔ جب تم مان گئے ہو تو پھر وہ اللہ ہے۔ اب مانی ہوئی ذات کے سامنے آپ کیا کھڑا کریں گے' نہیں کھڑا کرسکتے۔ ہم کون سے اللہ کو مانتے ہیں؟ ہم خدائے مصطفیٰ ﷺ کو مانتے ہیں ہم اس خدا کو مانتے ہیں جو حضور پاک ﷺ نے ہمیں بتایا ہے' ہمیں کسی اور خدا کا پتہ نہیں ہے۔ آپ لوگ کہیں کوئی نیا خدا دریافت نہ کرلینا اور نیا راستہ بھی دریافت نہ کرلینا۔ بس یہ کہنا کہ ہم اس خدا کو جانتے ہیں جس کا حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ اللہ ہے' صفات بھی وہی جو اللہ کے حبیبؐ نے بتائی ہیں۔ اوّل بھی ہے' آخر بھی ہے' ظاہر بھی ہے' باطن بھی ہے' سمیع بھی ہے اور بصیر بھی ہے' آنکھ بنانے والا خود دیکھتا ہے' کان بنانے والا خود اپنی سماعت رکھتا ہے' زبان دینے والا جو ہے وہ گویائی رکھتا ہے' بولنا جانتا ہے' زبان کے بغیر بولتا ہے' کان کے بغیر سنتا ہے' نگاہ کے بغیر دیکھتا ہے۔ وہ عجب ہی ہے' اللہ ہی ہے' وہ ذات ہے لیکن ذات ٹھوس نہیں ہے' وہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی ہے' عیاں بھی ہے اور نہاں بھی ہے۔ اگر وہ ''ہے'' تو کیا ہے؟ بس خوب ہے' نہ اس سے جدا ہوسکتے ہیں' نہ حاصل کرسکتے ہیں اور نہ وہ حلول ہوسکتا ہے۔ حلول کا معنی کیا ہے؟ کوئی یہ کہے کہ میرے اندر اللہ آ گیا ہے۔ یہ گمراہی ہے۔ لیکن نہ وہ تم سے بعید ہوسکتا ہے

اور نہ باہر ہوسکتا ہے۔ اگر اس کو اندر مانو تو باہر کون ہے اور اسے باہر سمجھو تو پھر اندر کون ہے۔ بس اندر بھی اللہ ہے اور باہر بھی اللہ ہے۔ تو یہ ماننے والی بات ہے' بحث والی بات ہی نہیں ہے۔ اُسے مانتے جاؤ' اللہ اللہ کرتے جاؤ' پکارتے جاؤ کہ یا اللہ ہم تجھے پکارتے ہیں اور تیرے سب ماننے والوں کو پکارتے ہیں۔ تو آپ مکمل طور پر پکارا کرو۔ یہ کوئی شرک نہیں ہے' میں آپ کو منع کر رہا ہوں۔ شرک نہیں ہوسکتا۔ شرک کرنا ناممکن ہے' Try کر کے دیکھو تو بھی نہیں ہوسکتا۔ شرک کب ہوگا؟ جب حضور پاک ﷺ کی بات پر کسی اور بات کو فوقیت دو گے۔ باقی بات یہ ہے کہ اللہ خود پکارتا ہے حضور پاک ﷺ کو۔

سوال:۔

آفس کے معاملات میں ہم حق سچ کی بات پر کیسے چل سکتے ہیں؟

جواب:۔

یہ بڑی آسان بات ہے' آپ خود ہی ضمیر بن جائیں اور خود ہی فیصلہ کرلیں۔ اپنے ساتھ بالکل رعایت نہ کریں اور پورے ڈسپلن کے ساتھ اپنے کیس کا خود فیصلہ کریں۔ آفس ضرور جائیں' کون کہتا ہے کہ نہ جائیں۔ دریا میں سے گزر جاؤ لیکن دامن تر نہ ہو۔ آپ کے ساتھ کے کئی لوگ اس دنیا میں ہیں جو آج بھی آفس میں زندہ رہتے ہیں۔ بس آپ اپنی Ambition کے غبارے سے ہوا نکال دو۔ Ambition کو آپ نے Inflate کیا ہوا ہے۔ ایسی ترقی کیا خاک ترقی ہے جو تنزلی کی طرف لے جائے۔ بے شمار لوگ ترقی کرتے کرتے

عذاب میں گرفتار ہوگئے۔ ہمیں وہ ترقی نہیں چاہیے۔ کون سی ترقی چاہیے؟ سیدھا راستہ' جو اللہ کے قریب لے جائے یعنی صراط مستقیم۔ اور یہ جو آپ کی ترقی ہے وہ کر کیا سکتی ہے' وہ تو تکلیف سے نہیں بچا سکتی' دکھ سے نہیں بچا سکتی' رونے سے نہیں بچا سکتی' عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ پھر ترقی کس کام آئی؟ اس لیے وہ انسان جو ترقی کے نام پر غلط پیسہ لے کے اپنی اولاد کو کھلانا شروع کردے انہیں عذاب میں ڈالے' اس نے اولاد کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اگر اللہ کے قریب ہو جاؤ گے تو یہ ترقی ہے اور دور ہو جاؤ گے تو یہ تنزلی ہے ...... اور کوئی سوال بولیں......
کوئی بات؟......

سوال:۔

فنا کا کیا تصور ہے اور بقا سے کیا مراد ہے؟

جواب:۔

فنا یہ ہے کہ "ہونے" سے "ان ہونا" ہو جائے اور جو ہو وہ نہ رہے۔ اس کو ایک قسم کی Disintegration بھی کہہ سکتے ہیں یہ Disappear ہو جانا بھی ہے یعنی کہ اس مقام سے غائب ہو جانا' اس وجود کے علاوہ ہو جانا' وہاں سے نکل جانا۔ تو یہ اس مقام کی فنا ہے۔ اس مقام سے Migrate کر جانا' کہیں آگے چلے جانا' کسی اور وجود میں چلے جانا۔ یہ اس مقام کی فنا کہلائے گی۔ اسے یہ بھی کہتے ہیں کہ وہاں پر ماؤف ہو جانا' تحلیل ہو جانا' ختم ہو جانا یعنی Disappear ہو جانا۔ تو اس موجود ہونے سے نہ موجود ہونے کو فنا کہیں گے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا

کہ فنا جو ہے وہ کسی اور جگہ موجود ہونے سے روک رہی ہے۔ مگر موجود کو نا موجود کر دینا فنا ہے۔ اگر آپ کسی اور جگہ موجود ہوں گے تو پتہ نہیں آپ وہ ہوں گے کہ نہیں ہوں گے۔ تو یہ تصور ہے۔ جو پتہ کرنے گیا تھا وہ ابھی تک واپس نہیں آیا۔ وہ وہاں سے اگر واپس آئے گا تو بتائے گا کہ وہاں کیا حال ہے۔ ابھی تک تو یہاں سے ہی اندازے لگ رہے ہیں کہ ہم وہاں موجود ہو جائیں گے وہاں کوئی اور واقعہ ہو جائے گا۔ وہاں جو بندے گئے ہوئے ہیں وہ تو واپس آئے نہیں۔ آپ کو خود جا کے پتہ کرنا پڑے گا۔ فی الحال تو آپ یہ سمجھیں کہ موجود کا نہ موجود ہونا فنا ہے' یا موجود کا لا موجود ہونا فنا ہے' یا موجود کا غیر موجود ہونا فنا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہیں؟ یعنی کہ اس ہونے سے نہ ہونا ہو جائے۔ تو یہ فنا ہے۔ اور موت بھی یہی کچھ ہے۔ انسان کی موت جو ہے وہ Dead Body کی زندگی ہے یعنی جب بندہ مر گیا تو میت قائم ہو گئی۔ اب یہ میت ایک الگ وجود ہے۔ اس میت میں یہ پہچان موجود ہے کہ یہ فلاں آدمی کی میت ہے' اس آدمی کا نام بدل گیا نام نہ رہا بلکہ وہ میت بن گیا۔ اب یہ ایک Transformation آ گئی تبدیلی آ گئی۔ سمجھ آئی؟ آپ نے خود ہی مشکل بات شروع کی ہے۔ یہ دیکھو کہ جب انسان بیمار ہو جائے تو اس کا نام مریض ہو جاتا ہے۔ اس طرح آپ کے نام روز بدلتے رہتے ہیں۔ وکیلوں سے پوچھو تو وہ انسان کو Client کہتے ہیں۔ اس سے اگر پوچھو کہ کون آیا تھا تو وہ ''چراغ دین'' کی بجائے کہے گا کہ کلائنٹ نمبر چار آیا تھا۔ ڈاکٹر سے پوچھو کہ نام کیا ہے تو وہ کہے گا Patient' مریض۔ حالانکہ انسانوں

سے مل رہا ہے مگر اس سے پوچھو کہ کیا کر رہے ہو تو وہ کہے گا کہ میں Patient دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح ٹیلی فون والے Subscriber کہیں گے بینک والے کسٹمر کہیں گے۔ اس طرح انسانوں کے نام بدلتے گئے اور پھر ذات بدلتی گئی۔ جب کوئی بیمار ہو گیا تو اس کا نام مریض ہو گیا' پھر اس کے بعد اگر مر گیا' فنا ہو گیا' زندگی سے نکل گیا تو پھر وہ اور طرح سے قائم ہو گیا۔ اس کو کیا کہتے ہیں؟ میت۔ اب پہلا وجود تو ختم ہو گیا' اس کی فنا ہو چکی ہے مگر ابھی کچھ اور ہے جو باقی ہے..... گویا کہ یہ فنا جو ہے یہ مکمل طور پر Disappear نہیں ہوتی ہے کیونکہ فنا ہونے کے بعد بھی ایک اور وجود پڑا ہوا ہے جسے آپ میت کہیں گے۔ اس کے بعد وہ وجود قبر میں چلا گیا' اسے مردہ کہتے ہیں جو قبر کے اندر دفن ہو گیا۔ اس طرح ایک اور وجود قائم ہو گیا۔ پھر اس قبر کے اوپر ایک اور وجود قائم ہو گیا یعنی اس شخص کا نام۔ اگر وہ مشہور قبر ہے تو وہ آدمی مرے گا نہیں۔ قبر کے اوپر اگر کچھ موجود ہو جائے تو سمجھو کہ اندر بھی موجود ہے۔ قبر کے اوپر کیا موجود ہوتا ہے؟ ایک خاص Aromatic Smell' خاص انداز کی خوشبو' یعنی Spiritual' روحانی مقام۔ اگر کوئی خاص مقام آ جائے' یاد آ جائے' اس کا خیال آ جائے' کوئی اور واقعہ ہو جائے تو وہ کسی اور وجود میں جا کے زندہ ہو گیا How does he live behind in memory۔ وہ وجود جو فنا ہو گیا تھا' ڈیڈ باڈی بن گیا تھا' مردہ بن گیا تھا' پھر وہ ختم ہو گیا' ہڈیاں رہ گئیں اور وہ بھی ختم ہو گئیں مگر وہ خوشبو بن کے لوگوں کے دلوں میں آ گیا اور یاد بن کے رہنے لگا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ لوگوں کے لیے افسوس بن کے رہ گیا' غم

بن کے یا غصہ بن کے رہ گیا۔ لیکن کسی ایک حال میں وہ زندہ رہ گیا۔ اب یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ کون سے لوگ ہیں جو مر کے بھی نہیں مرتے' کون سے لوگ مرنے کے بعد زندہ رہتے ہیں۔ اور مرنے والے کے بعد جو لوگ رہ جاتے ہیں وہ Very important ہوتے ہیں یعنی مرنے والے کے جو لواحقین زندہ بچ جائیں وہ بڑے اہم ہوتے ہیں کیونکہ یہ اس کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ تو مرنے والے کا نتیجہ کون ہے؟ یہ لوگ جو بچ گئے' جو بعد میں یاد کرتے ہیں' عزت سے یاد کرتے ہیں' جو پاگلوں کی طرح رو رہے ہیں ان سے پوچھو کہ روتے کیوں ہو مرنے والا تو مر گیا' جو اس کا عمل تھا وہ کر گیا' اب تم کیوں رو رہے ہو؟ کہیں گے کہ اس کی یاد آتی ہے۔ یہ جو یاد کی کہانی ہے یہ ایک الگ کہانی ہے۔ جب تک یاد زندہ ہے تو پھر فنا نہیں ہو گی۔ وہ تمام بزرگ جو سینکڑوں صدیوں کے بعد بھی تمہاری یادوں میں اب بھی زندہ ہیں' وہ فنا نہیں بل احیاءٌ ولکن لا تشعرون وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں ہے۔ یہ فقرہ یاد رکھ لینا کہ ایک تو انسان کے اپنے وجود کی زندگی ہے اور ایک دوسرے وجودوں میں موجود زندگی ہے۔ اور یہ جو Second phase ہے یہ بڑا Important ہے تو یہ دوسرا حصہ بہت اہم ہے۔ آپ کو دقت یہ ہوتی ہے کہ آپ گھروں میں اپنی حد تک تو بڑے کامیاب ہوتے ہیں مگر آپ کا ساتھی آپ کو اپنے وجود میں موجود نہیں ہونے دیتا اور وہ بڑا سخت دل ساتھی ہوتا ہے کہ اپنے دل میں آپ کو موجود نہیں ہونے دیتا۔ یہاں سے آپ لوگوں کے گھروں کے اندر آپ کو دقت ہوتی ہے۔ تو آپ آئینے میں دیکھتے ہیں تو خوب صورت

لگتے ہیں اور جب دوسرے کے دل میں جھانکتے ہیں تو پھر کہتے ہیں کہ میری تصویر تیرے دل میں نظر نہیں آتی۔ پھر بس جھگڑا اور لڑائی وغیرہ وغیرہ ...... تو انسان کی خواہش کیا ہوتی ہے؟ اپنے وجود میں موجود رہنا اور دوسرے وجود میں بھی موجود رہنا۔ جس نے یہ کام کر لیا وہ فنا سے بچ گیا' ورنہ نہیں۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ اپنے وجود میں موجود رہنا ایک زندگی ہے لیکن یہ فنا ہو جاتی ہے۔ دوسری زندگی یہ ہے کہ دوسرے وجود کے دلوں میں موجود رہنا' ان کے خیالوں میں رہنا' ان کی نظروں میں رہ جانا' اور وہ اگر یاد رکھیں آپ کو تو آپ کا دوسرا وجود قائم ہو گیا۔ اگلی بات یہ ہے کہ ایک تو آپ کا اپنا وجود ہے اور پھر ہر انسان کی ایک Astral Body ہوتی ہے' وہ ایک اور وجود ہے' وہ Travel بھی کرتا ہے' سفر کرتا ہے' بغیر حساب کے یہاں بھی ہوتا ہے اور وہاں بھی ہو جاتا ہے۔ فی الحال اُسے "خیال" ہی سمجھ لو۔ تو خیال جو ہے وہ جہاں مرضی چلا جائے۔ یہ خیال ہے جو کہتا ہے کہ ابھی ابھی مجھے یہ خیال آیا ہے کہ ؂

اچانک مجھے رات آواز آئی
کہ سوتا ہے کیا دیکھ شان الٰہی
کہاں ہے سکندر کہاں اس کی شاہی
یہ ہے زندگی جو ہے ساری خدائی

سب جانے والے ہیں' یہاں کچھ نہیں رہ جائے گا' وہ بھی گیا اور یہ بھی جائیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ رہے نام اللہ کا۔

(۳ب)

ہزاروں بادشاہ آئے کئی سلطنتیں بدلیں
نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی

تو ہر بادشاہی زوال والی ہے مگر نہ بدلی ہے نہ بدلے گی حکومت میرے داتاؒ کی تو فنا کیا ہے؟ فنا ہے ایک وجود سے غائب ہو جانا۔ انسان ہر روز فنا سے گزرتا ہے' بچپن فنا ہو گیا جوانی کے آنے سے پہلے' جوانی اپنے چند دنوں میں خود ہی فنا ہو جاتی ہے۔ جوانی کے کرشمے میں نے آپ کو بتائے تھے کہ جوانی آتے ہوئے بتاتی نہیں اور جاتے ہوئے اطلاع نہیں دیتی۔ جس دن آپ کا مسکراہٹ یا فخر یا اعتماد یا غرور یا محبت یا دوسرے کا نام خوشی کے ساتھ لینے کا عمل افسوس میں بدل جائے تو سمجھنا کہ جوانی انا للہ وانا الیہ راجعون ہو گئی' چلی گئی۔ تو جوانی کب چلی جاتی ہے؟ جس دن دوسرے کی ذات میں اعتماد یا خوشی آپ کی بے چینی میں داخل ہو جائے۔ اب یہ کیا ہو گیا؟ جوانی چلی گئی۔ تو بچپن فنا ہو گیا' جوانی فنا ہو گئی اور پھر بڑھاپا بھی فنا ہو جاتا ہے۔ آپ لوگ یہ کرتے ہیں کہ اپنے آپ کو فنا سے بچانے کے لیے اُن مقامات پر جاتے ہیں جو بقا والے ہیں مثلاً یہ ایک آستانہ ہے' یہاں پہ مدت ہو گئی' سب لوگ بدل گئے حکومتیں بدل گئیں مگر یہ لوگ نہیں بدلتے۔ پھر آپ بھی وہیں چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں ''السلام علیکم'' یعنی کوئی بھی بزرگ ہو۔ ''وعلیکم السلام'' آپ کو جواب آئے نہ آئے' خود ہی جواب دے دیتے ہیں۔ تو یہ جو بقا کے پیمانے ہیں اُن میں آپ داخل ہوتے رہتے ہیں' اُن کی یادیں تازہ

کرتے رہتے ہیں۔ دراصل آپ بھی فنا سے بچنا چاہتے ہیں' کبھی کتابیں لکھ لیتے ہیں' کبھی کوئی نام پیدا کر لیتے ہیں' کبھی کوئی شہرت حاصل کر لیتے ہیں اور کبھی کوئی نیکی کر لیتے ہیں۔ جاتے جاتے اشوکا پہاڑوں پر لکھ گیا' کیا لکھ گیا؟ ...... اپنا نام بقلم خود اشوک۔ بدھا نے بیٹھ کے پتھر کلاٹ بنا لیا۔ اُسے یہ پتہ تھا کہ میں مر سکتا ہوں لیکن پتھر ذرا دیر کے بعد مرتا ہے۔ مرتا وہ بھی ہے' پتھر کو کینسر ہو جاتے ہیں' پتھر کو بھی بیماری ہوتی ہے۔ ...... تو پتھر سے اپنا بت بنا گئے تاکہ دیر تک ٹھہرے۔ تو کچھ لوگ جو ہیں وہ ایسا کام کر جاتے ہیں جو زمانوں پر محیط ہوتا ہے۔ کچھ چہرے جو ہیں اپنے دور ہی میں مر جاتے ہیں' زندگی میں ہی ...... افسوس والی بات ہے۔ اُن لوگوں پر افسوس کرو۔ کن لوگوں پر؟ جو زندگی میں زندہ انسانوں کو بھول گئے۔ وہ لوگ جن کو زندگی کے اندر اُن کے ملنے والے یا اُن کے چاہنے والے' زندگی میں ہی بھول گئے۔ اب یہ بڑے افسوس والے چہرے ہیں۔ کون سے لوگ؟ جنہیں زندگی میں یاد کرنے والے لوگ ملے لیکن چھوڑ گئے۔ اب اس کے بعد کون سے لوگ ہیں؟ جنہیں یاد کرنے والوں نے کچھ یاد کیا' ایک جمعرات کر لی' دوسری جمعرات کر لی اور پھر مصروف ہو گئے۔ اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں بے چارے اور اس کے بعد کچھ اور لوگ ہیں جنہیں سال تک یاد رکھا' اخباروں میں ''ڈے'' مناتے گئے ...... کچھ چہرے ایسے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے کہ زمانے بدل گئے اور اُن کی یاد اب بھی قائم ہے۔ یہ اللہ کے فضل والے چہرے ہیں۔ سب سے بڑا چہرہ جو ہے انسانوں کی دنیا میں' وہ ہیں اللہ کے محبوب ﷺ۔

آج بھی کائنات میں آپ لوگوں کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوگی کہ یا اللہ ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی زیارت کرادے۔ یہ اس چہرے کا ''سبحان اللہ'' والا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا مقام بنایا کہ مرنے والے کی آخری خواہش یہ ہے کہ اپنے محبوب کا چہرہ دکھا۔ اب یہ چہرے زمانوں سے باہر ہیں' زمانے بدل گئے لیکن یہ خواہش نہیں بدلی ...... تو اب یہ بقا کے مالک ہیں۔ جو چہرہ ان کے قریب ہوگیا ان کی Range میں آگیا' وہ فنا سے نکال دیا گیا۔ تو فنا اصل میں کیا ہے؟ خدا کو بھولنے کا نام فنا ہے اور یار سے وابستگی جو ہے یہ بقا ہے۔ بقا کس کو نصیب ہوئی ہے؟ بقا باقی کے ساتھ رشتے کا نام ہے۔ فنا کیا ہے؟ باقی سے جدا ہونا۔ باقی کون ہے؟ یا حی یا قیوم۔ وہ باقی ہے۔ اس کے تقرب والے بقا والے ہیں۔ اور اس سے دوری والے فنا والے ہیں۔ فنا وجود ہے اور بقا روح ہے۔ فنا کیا ہے؟ یہ وجود ہے' یہ مرتا ہی مرتا ہے روز شام کو سوجاتا ہے' یہ مرجاتا ہے۔ اور روح جو ہے یہ قائم ہے' حی و قیوم ہے' چلتی جاری ہے' پتہ نہیں کب اس نے مرنا ہے۔ روح شروع تو ہوئی ہے مگر مرتی نہیں ہے۔ روح جو ہے وہ تو مخلوق ہے لیکن اسے موت نہیں ہے۔ اللہ کیا ہے؟ مخلوق نہیں ہے' خالق ہے۔ بس اتنا فرق ہے۔ تو اللہ جو ہے پیدائش سے پہلے ہے اور ہر موت کے بعد ہے۔ روح کیا ہے؟ اس کی پیدائش تو ہے لیکن اس کو موت نہیں ہے ...... اس لیے یہ بتایا گیا کہ یہ ایک کنارے کا سمندر ہے۔ روح کی پیدائش ہے لیکن موت نہیں ہے۔ امر ربی ہے۔ رب پہلے اور امر ربی بعد میں۔ ہے یہ بھی اتنا Infinite اور Eternal

لیکن امر ہے اس کا اور وہ مالک ہے۔ اس لیے فنا کیا ہوئی؟ وجود کا نام فنا ہے' وجود کے رشتوں کا نام فنا ہے' وجود کی خواہشات کا نام فنا ہے' وجود جو ہے یہ مٹی میں تحلیل ہوجاتا ہے' بندہ مردہ ہوگیا تو ختم ہوگیا' لیکن ایک شے زندہ رہ گئی ہے ...... یہ روح ہے۔ وہ شاید بقا کے اندر ہو۔ جس شخص نے زندگی کے اندر فیصلہ کرلیا' روحانی ہوگیا' وہ بقا کے اندر داخل ہوگیا۔ جس نے وجودی زندگی گزاری ہے' وہ فانی ہے' مرچکا ہے۔ یہ Animal life ہے۔ بات سمجھ آئی؟

سوال:-

حضور فنافی الشیخ سے کیا مراد ہے۔

جواب:-

یہ Term کہیں سے پڑھی ہے آپ نے؟ جو بات میں نے نہیں بتائی' اس کی Terminology میں بیان نہیں کروں گا۔ جو میں نے بتایا ہے اس کی بات کرو۔ مثلاً پیر کیا ہوتا ہے' شیخ کیا ہوتا ہے' فنافی الشیخ کیا ہے' کیا میں نے یہ راستہ بتایا ہے آپ کو؟ آپ بتاؤ آپ نے یہ لفظ کہاں سے پڑھا ہے' فنافی الشیخ۔

سوال:-

پڑھا تو بہت دفعہ ہے لیکن یہ یاد نہیں کہ کہاں پڑھا ہے۔

جواب:-

اچھا تو کچھ اس کے متعلق Vague سا آئیڈیا بتادو' آگے پھر میں اس کو Clear کردوں گا۔ یہ اچھا ہے' علم جہاں سے ملے حاصل کرلینا چاہیے۔ جتنا

آتا ہے اُتنا تو بتاؤ۔

سوال:۔

یہ باطن کے سفر میں کوئی مقام ہوتا ہے.....

جواب:۔

باطن کا سفر کیا ہوتا ہے؟ کیا کتاب میں لکھا ہے کہ باطن کے سفر میں کوئی مقام ہوتا ہے۔ تو باطن کے سفر میں یہ کون سا مقام ہے؟ فنا کا مقام ہے یعنی فنافی الشیخ کا مقام ہے۔ یہ پوچھنے والا مقام نہیں ہے' کرنے والا کام ہے۔ میں نے پہلے بھی ہزار مرتبہ سمجھایا ہے۔ یہ علم بیان کا نہیں ہے بلکہ یہ واردات کا علم ہوتا ہے۔ یہ کوئی بیان کی بات نہیں ہے کہ کوئی فنا ہے' کوئی فنافی الشیخ ہوتا ہے تو وہ کیا مقام ہے؟ آپ یہ بتاؤ کہ محبت کا کیا مقام ہوتا ہے؟ محبت میں ایک محبوب ہوتا ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کر کے اُس سے محبت ہو جاتی ہے۔ وہ تمہارا محبوب ہے' تم اس کے محب ہو جاؤ گے۔ پھر دونوں کے درمیان جو رشتہ ہے وہ محبت کہلاتا ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ سمجھ آ گئی بات؟ ایک محبوب' نمبر ون آ گئم ایک انسان اور دوسرا اُس کو چاہنے والا۔ دونوں کے درمیان جو رشتہ ہے وہ محبت کہلائے گا۔ چاہنے والے اور چاہے جانے والے کے درمیان جو ڈائیلاگ ہے ٹیلی فون کا یہ کیا ہے؟ یہ محبت کہلاتی ہے؟ یہ تو محبت نہیں کہلاتی۔ محبت وہ ہوتی ہے جو لکھی نہ جا سکے' محبت وہ ہوتی ہے جو بیان نہ ہو سکے بلکہ محبت وہ جو محسوس ہو۔ جنہوں نے محبت کو پراپیگنڈہ بنا ہوا ان کا یہ حشر ہوتا ہے کہ بیان کی حد تک رہتے ہیں۔ فنافی الشیخ کا بیان تو صرف پراپیگنڈہ ہے۔ صرف یہ بیان کہ Sitting at the feet of the Great Master میں اپنے آقا کے قدموں میں ہوں' یہ پراپیگنڈہ ہے۔ اصل میں کیا ہے؟ کسی کے خیال میں گم ہو جانا۔ تو فنافی الشیخ اُس کے خیال میں گم ہو جانا ہے۔ گم کیسے ہوتے ہیں؟ یہ نہ کرنا کہ گھر کے باہر تالا لگا کے اخبار میں جا کر بیان دے دو کہ ہم گم ہو گئے ہیں...... یہ تو کوئی بات ناں ہوئی۔ گم کیسے ہوتے ہیں؟ اس کے خیال میں گم ایسے ہوتے ہیں کہ۔

تیری یاد میں ہوا جب سے گم' تیرے گم شدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

مطلب یہ کہ وہاں اور ہی راز ہوتا ہے۔ ہزار بار سمجھایا ہے کہ اس کو علم نہ بناؤ یعنی ساری پرانی Terminologies کو۔ کہ شیخ کیا ہے؟ فنافی الشیخ کیا ہے؟ فنافی الذات کیا ہے؟ فنافی الرسولؐ کیا ہے؟ فنافی اللہ کا کیا مقام ہے؟ فنا کیا ہے؟ بقا کیا ہے؟ خرد کیا ہے؟ جنون کیا ہے؟ ادھر کیا ہے' اُدھر کیا ہے...... یہ ساری باتیں ہیں۔ اصل میں کیا ہے؟ ...... ایمانداری سے چلتے جاؤ اور جو واردات ہے وہ ساتھ چلتی جائے گی۔ The Moment آپ محبت کو Define کرنا شروع کر دو گے تو وہ محبت ختم ہو جائے گی۔ میری دعا ہے کہ ایسا ضرور ہو۔ کس محبت کے لیے؟ جو محبت بیان میں شروع ہونا شروع ہو جائے۔ ''شروع ہونا شروع ہو جائے'' کو سمجھتے ہو؟ کہ محبت کی صرف کہانی شروع ہو جائے' صرف بیان ہو کہ محبت ہو گئی ہے۔ فنافی الشیخ کیا ہے؟ شیخ کے خیال میں گم ہو جانا۔ یا یوں سمجھو کہ

اپنے آپ کو اس خیال میں گم پانا۔ مطلب یہ کہ جب تم ہوتے ہو تو ہم نہیں ہوتے اور جب ہم ہوتے ہیں تو تم نہیں ہوتے۔ تو یہ عجب ہی کہانی ہوتی ہے اور کیا مقام ہوتا ہے! تو اپنے آپ کو بھول جانا اور کسی اور چیز کو یاد رکھنا' یعنی اس کے خیال میں گم ہو جانا...... یہ فنا فی الشیخ ہے۔

حتیٰ کہ کہتے ہیں اپنا نام بھی تیرا نام بن جاتا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے تو اس نے اپنا نام وہی بتا دیا جس کو وہ یاد کر رہا تھا۔

میرے پتے سے خلق کو کیوں تیرا گھر ملے

تو اس کے پتے سے اس کو اس کا گھر مل گیا۔ تو یہ واقعات ہوتے ہیں محبت والوں کے اور دل والوں کے' بیان والوں کے یہ واقعات نہیں ہوتے ہیں۔ بیان والوں سے معافی' کس بات کی معافی؟ بیان کی۔ فنا فی الشیخ کیا ہے؟ شیخ کے خیال میں اتنا گم ہو جانا کہ نہ شیخ کا نام یاد رہے اور نہ اپنا نام یاد رہے' اور یہ بھی یاد نہ رہے کہ میں گم ہو گیا ہوں' اور یہ بھی یاد نہ رہے کہ میں فنا فی الشیخ کی منزلیں طے کر رہا ہوں۔ جن لوگوں نے بیان کیا ہے اُن لوگوں نے واقعات نہیں کیے۔ جو واقعات کر گئے ہیں' اُن لوگوں نے بیان نہیں کیے۔ محبت کو بیان کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ محبت کے ڈرامے نہ لکھا کرو اور ڈراموں کی محبت نہ کیا کرو۔ اسلام پر ڈرامہ نہ لکھو اور اسلامی ڈرامے نہ لکھو۔ کیا کرو؟ بس اللہ اللہ کرتے جاؤ' ساتھی سے محبت کی کہانیاں اور ڈرامے نہ بناؤ بلکہ اس کی خدمت کرتے جاؤ' محبت کرتے جاؤ' بیان سے باہر رکھو محبت کو۔ محبت کو جس دن سے آپ لوگوں نے پراپیگنڈہ بنایا ہے تو اس دن سے محبت سے محروم ہو گئے ہو۔ تو محبت کو پراپیگنڈہ نہ بناؤ' فنا فی الشیخ کو پراپیگنڈہ نہ بناؤ اور اپنے اپنے مقام پہ چلو۔

اب آپ اپنا سوال Amend کر لو...... سوال کیا ہے؟ سوال اب ختم ہو گیا...... کتابیں پڑھ کے ایسی باتیں نہ کیا کرو...... وہ شخص جو مزدور ہے' وہ انسان جو مجبور ہے' وہ انسان جو مصروف ہے' وہ انسان جو پیشہ کر رہے ہیں' وہ انسان جو سرو مزکر رہے ہیں' وہ انسان جو دنیا میں بیلنس رکھنا جانتا ہے' اس کا کیا کام ہے فنا فی الشیخ کی منزلوں کو بیان کرنا۔ یہ شخص تو لے ڈوبے گا فنا فی الشیخ کی منزلوں کو بھی۔ مصروف آدمی' مجبور آدمی اور مزدور آدمی چپکے سے واجبی واجبی کام کرتا جائے' تنخواہ ملتی جائے' اس میں سے کچھ پیسے فقیروں' غریبوں کو عطا کرتے جاؤ۔ یہ آپ کے لیے کافی ہے۔ اب یہ نہ کہنا کہ فنا فی اللہ کا کیا مقام ہے؟ فنا فی اللہ اگر بیان میں آئے تو یہ کوئی مقام ہی نہیں ہے اور جب مقام آ جائے تو بیان میں نہیں آتا۔ اب ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ آپ صرف یہ بیان ہی کر جاؤ کہ فنا فی اللہ کا کیا مقام ہے...... اس لیے بیان کرنے سے مقام جھوٹا ہو جاتا ہے اور عمل کرنے سے "ہو" جاتا ہے۔ آپ لوگ ذرا مہربانی کرو۔ اپنے آپ کا بھی پراپیگنڈہ نہ کرو۔ سوال کیسے کرتے ہیں۔ سوال وہ ہوتا ہے جو آپ کے ساتھ ذاتی واردات ہو۔ آپ کو سمجھاتا آیا ہوں۔ میں آپ کو بیلنس لائف کا بتا رہا ہوں کہ کیا کرتا ہے' دفتر میں کیسے جاتا ہے اور دفتر سے کیسے واپس آتا ہے' ہم آپ کو اگر جمعے کو یہاں بلا لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ بے شمار تکلیفوں سے بچ جائیں۔ یہاں

بیٹھ کے آپ چند لمحے گزار لو۔ بس اتنی سی ساری کہانی ہے۔ شہد اگر کھانا ہے تو شہد کی مکھیوں کے ڈنگ سے بچو۔ دنیا کو تو تم چاہتے ہو مگر یہی دنیا تمہیں لے ڈوبے گی۔ اس لیے کبھی کبھی تھوڑا سا وقت نکال کے تنہا لمحات میں زمان و مکاں سے بے نیاز ہو کے خالقِ کون و مکاں کے خیال میں گم ہو کے بیٹھ جانا۔ یہ چند لمحات آپ کے لیے بڑے ہیں۔ اور فنا فی الشیخ کی جو منزلیں ہیں وہ آپ خود ہی طے کرتے جاتے ہیں۔ وہ کیا منزلیں ہیں؟ وہ پراگندہ کی منزلیں نہیں ہیں۔ جس نے یہ کہا کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے تو یہ جھوٹ ہوگا۔ یہ کیسی محبت ہے کہ محبوب کو بتانا فرض ہو گیا ہے۔ یہ سب ڈرامے ہیں۔ کسی کو یہ نہیں بتانا چاہیے کہ اس طرح کی محبت ہو گئی ہے۔ بس محبت ہو گئی تو ہو گئی۔

سوال:-

لفظوں کا سہارا لیے بغیر میرا خیال ہے کہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

جواب:-

محبت ایک کیفیت کا نام ہے' جس طرح ایک چھوٹا بچہ ہو تو اس معصوم بچے کو آپ دودھ پلاتے ہیں' اس کو یہ نہیں بتاتے کہ تمہارے ساتھ محبت ہو گئی ہے۔ اُسے کیا پتہ کہ اُس سے تمہیں محبت ہو گئی ہے۔ اُسے کیا کہتے ہو کہ تم سے محبت ہو گئی۔ اب اُسے کیا بتا رہے ہو' اس چھوٹے بچے کو' کیونکہ ابھی تو وہ پیدا ہوا ہے۔ آپ کہتے ہو I love you baby ...... بے بی تجھے کیا Love کرے گا؟ تو اس سے محبت کرتے ہیں اور بتاتے نہیں۔ اسی طرح آپ بزرگوں کی قبر اور ماں باپ کی قبروں پہ جا کے یہ نہیں کہتے ہو کہ ہمیں محبت ہو گئی ہے...... وہاں بس رو رو کے آ جاتے ہو...... جو اچھے مہمان ہوتے ہیں آپ اُن کو نہیں بتاتے کہ آج بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ آ گئے ہیں...... اگر ایسا کہا ہے تو آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔ جس کے آنے سے خوشی ہوتی ہے وہاں خوشی چھلکتی ہے' خوشی ناچتی گاتی ہے اور وہ بتاتی نہیں کہ میں خوش ہوں۔ آپ تو صرف ڈرامہ کرتے جا رہے ہیں' پلاٹی کرتے جا رہے ہیں۔ خدا کا نام مانو' انسان بن جاؤ' بس یہ سب کافی ہو گیا ہے۔ یہ تو ظاہر کی کہانیاں ہیں کہ آپ کسی سے کہیں کہ آج تو آپ بڑے خوش لگ رہے ہیں' وہ کہے گا کہ ہم بھی بڑے خوش ہیں۔ اس طرح دونوں دھوکا دے گئے ایک دوسرے کو۔ اصل میں وہ کسی اور سے مل کے آیا ہے اور یہ کسی اور سے مل کے آیا ہے۔ کہانی یوں بنتی ہے کہ ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ کیا آج آپ نے نہیں جانا کہیں...... قاضی صاحب نے ٹیلی فون کیا تھا اور میر صاحب بھی آپ کو یاد کر رہے تھے۔ دوسرا کہتا ہے کہ میں نے نہیں جانا تو یہ کہتا ہے کہ اگر تم نے نہیں جانا تو میں تو جا رہا ہوں۔ تو یہ آپ لوگوں کی مصروفیت ہے اور سب اپنے اپنے کاروبار میں لگے ہوئے ہیں۔ بس صرف فقرے یاد کیے ہوئے ہیں۔ اُس کو اس کی کہانی سناتے جا رہے ہیں اور اس کو اُس کی کہانی سناتے جا رہے ہیں...... فقرے یاد کیے ہوئے ہیں کہ یہ محبت کا وہ فقرہ ہے جو تیر بہدف نشان ہے' کہ سولہ دفعہ کہا اور سولہ دفعہ ہی پورا ہو گیا۔ مثلاً کسی سے یہ فقرہ کہنا کہ ہم آپ سے جو کہنا چاہتے ہیں کہہ نہیں سکتے' لفظ دم توڑ رہے ہیں اندر' جب سے آپ کو دیکھا ہے تو

خدا جانے کیا سے کیا حال ہوگیا ہے۔ تو سولہ دفعہ یہ فقرہ کامیاب ہوگیا ہے اور اب سترہویں دفعہ کہہ رہا ہے ...... یہ ساری کی ساری کہانی ہے آپ کے سماج کی۔ تو آپ خدا کا نام لے کے انسان بن جائیں اور یہ کہ فقروں کی جادوگری بند کردیں اور خیال کی صداقت میں داخل ہو جائیں۔ آپ جھوٹی مسکراہٹ چھوڑ دیں بلکہ خوش ہو جائیں ...... یہ نہ کہا کرو کہ آپ سے مل کے خوشی ہوئی۔ مہربانی کرو۔ یہ جھوٹ بولنے کا نمبرون طریقہ ہے کہ "ابھی آپ کو یاد ہی کر رہے تھے کہ آپ وارد ہو گئے" یہ باتیں ساری جو ہیں یہ سارے ڈرامے ہیں۔

سوال:۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو یاد کریں تو وہ آ جاتا ہے۔

جواب:۔

اُسے بتاتے کیوں ہیں؟ یاد دل میں کر رہے تھے تو دل میں ہی خوش ہو جائیں۔ آپ خواہ مخواہ اُسے Oblige کرنا چاہتے ہیں' احسان کے بوجھ تلے مار دینا چاہتے ہیں۔ تو یہ نہ کہنا کہ "ہم آپ کو یاد کر رہے تھے ابھی کہ آپ آ گئے اور ہماری یاد ہی غالب ہے" اگر اُسے یاد کر رہے تھے تو یاد کرتے جاؤ' یادوں کا احسان کیوں جتاتے ہو۔ یہ جو باتیں ہیں یہاں سے پیدا ہوتا ہے ڈرامہ اور یہاں سے مسلمان جو ہیں وہ گمراہ ہو گئے۔ وفادار کو مسلمان کہہ رہا ہوں میں۔ اگر کوئی کہے کہ ہم تو آپ کے نام زندگی وقف کر دیں گے تو یہ دھوکا دے گا۔ کون؟ جو کہتا ہے ہم تو آپ کے ساتھ جئیں گے اور ساتھ مریں گے۔ اس لیے یہ ڈھوے

بند کرو' کہانیاں بند کرو اور صداقت میں داخل ہو جاؤ' اللہ اللہ کرتے جاؤ' بس! محبت کی محبوب کو خبر ہوتی ہے۔ یہ میں آپ کو نسخہ بتا رہا ہوں۔ کیا؟ محبت کرنے والے کو بتانے کی ضرورت کوئی نہیں ہے' جس سے ہو رہی ہے اس کو خود بخود خبر ہے' کیونکہ یہ خود اسی کی دی ہوئی چیز ہے۔ کیا کہا؟ محبت کون دیتا ہے؟ محبوب دیتا ہے۔ اُسے کیوں تم بتا رہے ہو کہ ہم محبت کرتے ہیں' وہ تو خود ہی چراغ روشن ہے۔ اس لیے سورج کو یہ کہہ دینا کہ ہمارے پاس روشنی ہے' اُسے تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ خسرؒو کو اگر تم بتانا شروع کر دو کہ ہم نے ایک راگ پیدا کر لیا اچھا سا تو خسرؒو تو خود ہی راگ پیدا کرتا ہے۔ مطلب کیا ہوا؟ محبوب سے نہ کہنا کہ ہمیں محبت ہو گئی ہے۔ یہ کوئی صداقت کی بات نہیں ہے۔ محبت پیدا کرنے والا وہ خود ہی ہے۔ تو یہ ڈرامے بند کرو اور محبت کا اعلان نہ کرو' پکے دوست کا یا پکی دوستی کا بھی اعلان نہ کرو' ایک وقت کے بعد لوگ خود بخود کہیں گے کہ ان کی پکی دوستی تھی' لوگ کہیں گے کہ یہ گھر میں خوشحال ہیں۔ اگر دنیا کو بتا دیا تم نے کہ ہم بڑے محبت کرنے والے ہیں تو اب گھر کا دکھ کیسے جھیلو گے۔ اب یہ دکھ بتا نہیں سکتے کسی کو کیونکہ پہلے کیا بتایا تھا سماج کو؟ کہ ہم محبت کرتے ہیں۔ اور اب گھر کا دکھ کیا ہے؟ اب بتا نہیں سکتے کہ گھر میں عذاب آیا ہوا ہے۔ پہلے کیا بتایا ہوا ہے؟ محبت! اس لیے بتانے میں جلد بازی نہ کرو تاکہ تکلیف کے دن جو ہیں یہ بھی جلد بازی کی نذر نہ ہوں۔ بس کوئی بات نہ ہو' خوشی سے دیکھتے جاؤ کہ کون سا وقت آ رہا ہے' اپنا کام کرتے جاؤ' عبادات کو بھی نہ جتاؤ کہ اب ہم مغرب پڑھ کے آئے ہیں اور

پھر جا کے عشاء پڑھنی ہے۔ یہ بات مت کرو۔ اللہ سے کیا رشتہ ہے؟ عبادت کرتے جاؤ۔ اللہ سے رشتہ کب ثابت ہوگا؟ عاقبت کو قیامت کو۔ وفا کب ثابت ہوگی؟ جب دوستی ختم ہوگی یا زندگی ختم ہو جائے گی۔ اس لیے یہ کون بتاتا ہے کہ فنا فی الشیخ کیا ہے؟ یہ دوسرا شخص بتاتا ہے کہ وہ فلاں شخص فنافی الشیخ میں جارہا ہے۔ اس شخص کو خود پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جارہا ہے کیونکہ وہ تو اس کے خیال میں گم ہوگیا ہے' اس کو تو پتہ ہی نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا۔ یہ اس لیے ہوا کہ وہ کتاب پڑھ کے نہیں گیا کیونکہ کبھی بھی کوئی آدمی کتاب پڑھ کے محبت نہیں کرسکتا۔ یہ یاد رکھنا۔ محبت خود بخود ہی عطا ہے اور کسی سے اس کا سبق نہیں ملتا۔ اس کا اُستاد محبوب آپ ہی ہے' اس کا چہرہ ہے تمہاری نگاہوں کا اُستاد اور وہ کر جاتا ہے کاری گری۔ ان پڑھ لوگوں کو بھی محبت ہو جاتی ہے' جن لوگوں نے کتاب نہیں پڑھی' اُن کو بھی محبت ہوگئی۔ نہ رانجھا گریجوایٹ تھا اور نہ ہیر نے ماسٹر ڈگری کی ہوئی تھی۔ وارث شاہؒ نے انہیں آسمان پہ پہنچادیا..... تو یہ ہے محبت!

سوال:۔

سر! لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہیر اور رانجھا وارث شاہؒ کا ذہنی تخیل تھے۔ کیا ہیر رانجھا تھے؟

جواب:۔

نہیں نہیں وہ ضرور تھے۔ ہیر اُدھر ہوتی ہے۔ اُس علاقے میں کبھی آپ جاؤ تو آج کل بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ہیریں آج بھی ہوتی ہیں' رانجھے آج بھی ہوتے ہیں۔ وارث شاہؒ نہیں ملا کسی کو۔ اگر آج کے رانجھے یا ہیر کو وارث شاہؒ مل جائے تو آج وہ بھی آسمان پہ پہنچ جائیں..... تم محبت کر کر کے تھک گئے' وارث شاہؒ ہی کوئی نہیں ملا۔ وارث شاہؒ مل جائے تو ہیر آسمانوں پہ چلی جاتی ہے۔ وارث شاہؒ نے قصے کو قصہ بنایا' قصہ تھا تو معمولی سا کہ ایک آدمی ہے' اس نے ایک لڑکی سے محبت کی' کچھ وقت Invest کیا' وہ ضائع ہوگیا' ماں باپ نے روک دی شادی' اس کی شادی دوسری طرف ہوگئی' رانجھا چلا گیا جوگی کے پاس کہ مجھے جوگ دے دو۔ اس نے کہا تمہیں فقیر بنادوں۔ اُس نے کہا فقیر نہ بناؤ مجھے ہیر دے دو..... اُس نے اُسے گُر بتایا کہ یہ راز ہے ملنے کا۔ وہ چلا گیا اور مل آیا..... علیٰ ہذا القیاس' پھر واقعات ختم ہوگئے۔ وارث شاہؒ نے آ کے یہ دیکھا کہ بات تو خاص راز کی ہے۔ اُس نے کہا یہ راز یوں بیان کرو۔ پھر وارث شاہؒ کے پیچھے فقیر تھا' وہ شاہ عنایتؒ کے مرید تھے' وارث شاہؒ اور بابا بلھے شاہؒ دونوں پیر بھائی تھے۔ پھر وہ کہانی لائے تو پیر نے کہا "تو سوچ کی رسی میں موتی پرو لایا" اُس نے کہا تو نے کہانی کہاں سے لی فقر کو بیان کرنے کے لیے۔ اُس نے کہا میں نے اسی کہانی کو داستان بنایا۔ کس کی؟ طریقت کی داستان۔ آج وارث شاہؒ جو ہے یہ طریقت کی کہانی ہے اور یہ علامت رُوحانی علامت ہے ۔

رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی

یعنی بندہ اللہ اللہ کرتے خود اللہ کے نام پر کھڑا ہوگیا۔ اب اللہ کی علامت ہوگیا۔ ہیر جو ہے "سالک" کے مقام پر کھڑی ہے' ہیر کون ہے؟ طالب اللہ۔ اور رانجھا

کون ہے' اللہ کی علامت ہے ...... اور راستے میں کیدو کون ہے؟ وہ ابلیس ہے' شیطان ہے' رکاوٹ ہے۔ یہ واقعات عجیب و غریب ہیں' ''کھیڑا'' جو ہے وہ غیر اللہ ہے۔ اس کے ساتھ چلتے جاؤ تو پھر بھی داستان چلتی جائے گی۔ ہیر کیا کہتی ہے۔

ہیر آکھیا جوگیا جھوٹ بولیں کون وچھڑے یار ملاوندا ای
ایسا کوئی نہ ملیا میں ڈھونڈ تھکی جیہڑا گیاں نوں موڑ لیاوندا ای

بس سارا راز فقیری کا اُس نے اس کتاب میں بتا دیا۔ تو کس نے بنایا قصہ؟ وارث شاہؒ نے۔ اصل میں قصہ موجود ہے ...... اتنی بڑی داستانیں تخلیق نہیں ہو سکتی۔ اس داستان کو Allegory کس نے بنایا؟ وارث شاہؒ نے۔ کہانی موجود ہے' آج بھی موجود ہے' جھنگ میں موجود ہے' مائی ہیر کا مقبرہ بنا ہوا ہے۔

سوال:-

کیا سسی پنوں جو کہ ان میں ہیں' سچی کہانی ہے؟

جواب:-

سسی پنوں بھی سچی کہانی ہے۔ اسی طرح مجنوں اور لیلیٰ کی کہانی ہے ...... کہانی کے اندر اتنی جان نہیں ہوتی مگر جب شاعر آیا وجدان والا' اس نے اس کے اندر پورا رنگ بھر دیا' رنگ بھر دیا۔ کہانی تمہاری بھی ہے مگر تم بیان نہ کر سکے۔ آپ نے اپنی محبتوں کو برباد کر دیا۔ ایک فقرہ آپ چار چار مختلف انسانوں کو لکھتے رہے' مجھے اس کا افسوس ہے۔ فقرے تھوڑے تھے۔ اگر چہ وقت زیادہ تھا۔ اور

استقامت کے نام پر جو مر گئے وہ فلاح پا گئے۔ جنہوں نے ایک ہی محبت کی نسبت رکھی' وہ فلاح پا گئے۔ تمہاری نسبتیں' چونکہ جلد بازی ہے' بدلتی رہتی ہیں۔ مجھے افسوس ہوتا ہے آپ پر' غصہ نہیں آتا۔ افسوس کہ تم نے کیا حاصل کیا۔ محبت کر کے برباد کر دی۔ جس کو برباد کیا اس کی وجہ سے تم بھی برباد ہو گئے۔ اگر تمہیں گھر میں سکون نہیں ملا تو اُسے تم نے کون سا سکون دیا۔ نہ سکون تم نے دیا اور نہ اس نے دیا۔ دونوں مل کے ایک دوسرے کو برباد کرتے جا رہے ہو۔ روزانہ ایک لکیر تمہارے چہرے پر وہ لگاتا ہے اور ایک تم لگاتے ہو۔ لگاتار۔ ایک دوسرے کو ضائع کرتے جا رہے ہو' Consume کرتے جا رہے ہو۔ یہ Mutual consumption ہوتی ہے۔ یہ ٹی بی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کو Consume کرو' نقصان پہنچاؤ۔ آپ کے دعا کرنے والے زمانے ختم ہو گئے' چاہت کے زمانے ختم ہو گئے' گھر جو آباد ہوا تھا دو آدمیوں کے دم سے وہ انہی دو آدمیوں کی وجہ سے ناکام ہو گیا۔ جو چیز Because of them ہوئی تھی' اب Inspite of them ہو گئی۔ تو گھر برباد ہو گیا۔ کس نے کیا؟ جنہوں نے آباد کرنا تھا ...... آپ لوگ گھروں کو آباد رکھا کرو' سچ بولا کرو' جھوٹ نہ بولا کرو۔ اگر تم نے کسی کو چاہا ہے تو چاہتے رہنا' یہ نصیحت ہے میری۔ اگر کسی کو نہیں چاہا تو پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ بس جھوٹ نہ بولنا۔ زندگی ایک طرح سے اچھی گزر جائے گی۔ ایک حال میں اچھی گزر سکتی ہے زندگی۔ گلہ نکال دو تو زندگی گزر سکتی ہے' شکایتیں نکال دو تو زندگی گزر سکتی ہے' تقاضے نکال دو تو

زندگی گزر سکتی ہے' گھر کو خوش رکھو تو زندگی گزر سکتی ہے۔ اتنا تو بڑا نہ ہو کہ دوسرے کو راضی کرنا مشکل ہو جائے' ناممکن ہو جائے۔ تم اتنی بلندی پر جا کے نہ بیٹھ جاؤ کہ دوسرا تلاش ہی نہ کر سکے۔ پھر دوسرے کو کیسے راضی کرو گے؟ اب یہ عذاب کی حالت ہے۔ پھر وہ اس وقت تمہارے ہاتھ آئے گا جب تم اس کا جنازہ پڑھ رہے ہو گے۔ اس طرح اُس کو کیا راضی کرنا ہے تم نے۔ اس لیے آپ کو یہ بات سمجھا رہا ہوں..... فنافی الشیخ کون سی بات ہے؟ ایک منزل کی بات ہے ایک منزل کا مقام ہے۔ اس پر چلنے والا سالک جو ہے وہ شیخ کی محبت کے ساتھ اللہ کی راہ پر ایسے چلتا ہے جیسے نہ چل رہا ہو' جیسے Magnet کے ساتھ Iron filings چل رہے ہوں' وہ چل رہے ہیں لیکن معلوم نہیں کیسے چل رہے ہیں..... تو یہ ہے اس کی ذات میں گم ہو جانا ..... گم ہونے والا کبھی کتابیں وغیرہ نہیں پڑھتا۔ بس یہ اس کا مقام ہے۔

اب بولو..... بلال صاحب! سوال پوچھو......

سوال:-

جی میں بتوں کا محل دیکھ کے آیا ہوں۔

جواب:-

اب بات یہ نہیں کہ بتوں کا محل دیکھ کے آؤ بات یہ ہے کہ اپنی ہستی دریافت کرو۔ اپنی ہستی دریافت کرو تو آپ خود ہی بتوں بن جاؤ گے۔ یعنی اپنا آپ دریافت کرو کہ کون ہے آپ کے لیے' تو یہ دریافت کرو۔ کون ہے قابلِ التفات؟ یعنی نگاہ کس پہ اٹھتی ہے۔ بشرطیکہ ایک پہ اٹھے اور بار بار اُس پہ اٹھے۔

سوال:-

کیا ایک سے التفات ہو اور باقی سے نفرت ہو؟

جواب:-

نہیں باقی سے نفرت نہیں ہے' وابستگی اور ہے۔ یہ پسند کی یا چاہت کی بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ اس نے انسانوں کو بنایا اس طرح ہوا ہے کہ یا تو واجبی واجبی زندگی گزارو گے یا پھر ۔

سوزِ دل پروانہ مگس را ندہند

سوزِ دل پروانے کا مگر مگس کو نہیں۔ مگس اپنا کام کرے' شہد بنائے لیکن پروانہ جو ہے وہ اپنا کام کرے گا۔ اس کی کہانی اور ہے۔ شمع کا تعلق جو ہے وہ پروانے کے ساتھ ہے۔ تو کسی ایک روشن چراغ نگاہ نے آپ پر آشکار ہو جانا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ ہر آدمی کی بات نہیں ہو رہی ہے۔ ہر آدمی تو اس سے آشنا نہیں ہے۔ جو اس سے آشنا نہیں ہے وہ یہ کہتا ہے کہ تم محبت کی بات چھوڑو تم گریڈ کی بات کرو' یہ بتاؤ تمہارے پاس جائیداد کتنی ہے' یہ الگ کہانی ہے۔ اس لیے اس بات کو سب آدمی سمجھ نہیں سکتے۔ اگر کبھی کسی آدمی کے مزاج میں ایسی بات ہو تو اس سے یہ بات ہو رہی ہے۔ تو اللہ کی کائنات کی خوبی یہ ہے کہ جب کسی کو کوئی پسند آ جائے تو وہ جانتا ہے کہ ساری کائنات مکمل طور پر نامکمل ہے "اُس" کے بغیر۔ تو راز کیا ہے محبت کا؟ کہ اللہ کی ساری کائنات نامکمل ہوتی اگر

یہ نہ ہوتے ...... یعنی وہ انسان نہ ہوتا تو یہ کائنات نامکمل تھی ۔ یہ کہانی ہے' ممکن ہے کبھی آپ کو سمجھ آجائے ضروری نہیں کہ عمر کے کسی حصے میں سمجھ آجائے ۔ ہو سکتا ہے محبت سولہ سال میں سمجھ آجائے' ساٹھ سال میں ہوجائے یا نوے سال میں ہوجائے ۔ مدعا یہ کہ ایک راز ہے' جب آپ کی وابستگی ہوجائے اس کائنات میں کسی زندہ انسان سے ۔ پھر اللہ کی کائنات کا آپ کو مفہوم سمجھ آنا شروع ہوجائے گا ۔ جب تم مخلوق کو ایسے دیکھو گے کہ یہ میرے اللہ کی بنائی ہوئی ہے تو پھر خیال خالق کی طرف چلا جائے گا۔ پھر پینٹنگ اور پینٹر کے درمیان ایک کھیل چل جائے گا۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!! کیا کہا؟ خالق اور مخلوق کے اندر تم ڈھونڈتے جاؤ گے' سبحان اللہ۔ پھر کہو گے کہ میں شکلوں کو دیکھوں یا پھر پیدا کرنے والے کو دیکھوں' تمہیں دیکھوں یا تمہارے خدا کو دیکھوں' خدا نے کیا مہربانی کی ہے کہ میرا دل بنادیا ہے ...... پھر اللہ تعالیٰ کہتا ہے بات سنو' تیرا دل بھی ہم نے بنایا ہے' دل بر بھی ہم نے بنایا ہے اور دلبری کا انداز بھی ہم نے ہی بنایا ہے' ہم محبت دینے والے ہیں' ہم محبوب دینے والے ہیں اور ہم محب دینے والے ہیں! تو یہ سارا کھیل کس کا ہے؟ اُس کا اپنا ...... پھر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ نہ کوئی محبت ہے' نہ کوئی محبوب ہے اور نہ کوئی محب ہے' اور جب جا کے دیکھا تو پھر اللہ ہی اللہ تھا' تو محبت بھی اللہ' محبوب بھی اللہ' محب بھی اللہ۔ سب کے سب! چار دن کی بات ہے اور بات برابر ہوجائے گی۔ یہ مقام آجاتا ہے' Sincere لوگوں کے لیے ...... جو فنافی الشیخ ہے وہ ضرور فنافی الرسول ﷺ میں گم ہوگا اور فنافی الرسول ضرور فنافی اللہ میں گم ہوگا۔ اور فنافی اللہ کے بعد بقا باللہ ضرور ہوگا' اصل کہانی یہ ہے۔ اگر صرف بیان کرو گے تو فنافی اللہ بھی تمہارا جھوٹ ہے اور فنافی الشیخ بھی جھوٹ ہے تو کیا ہے فنافی الشیخ؟ شیخ کی ذات میں گم ہوجانا' اور پھر گم ہوتے ہوتے پتہ نہیں چلتا کہ کب Transition ہوگئی اور اللہ کے حبیب پاک ﷺ کی ذات میں گم ہوگیا اور پھر پتہ نہیں چلتا کہ وہ اللہ کی ذات میں گم ہوگیا۔ یہ پتہ نہیں چلتا کہ کب فنافی اللہ ہوا اور پھر پتہ نہیں چلتا کہ کب بقا باللہ ہوگیا۔ اگر بقا باللہ ہوگیا تو پھر پتہ نہیں چلتا کہ کیا ہوگیا ...... وہ تھا' کہ کہیں نہیں تھا' کہ ہر جگہ تھا' کہ وہی وہی تھا۔ کچھ پتہ نہیں ......

کوئی اور سوال ...... اب بولو ...... جلدی بولو ......

سوال:-

کئی مرتبہ ایک فقرہ کئی لوگوں سے کہنا پڑ جاتا ہے' اس کا کیا کریں؟

جواب:-

یہ الگ کہانی ہے' الگ بات ہے۔ یہ آپ کی ضرورت ہے اور سوشل ضروریات ہیں۔ اس کو آپ جو مرضی کرو' محبت کی بات اور ہے۔ اسے میں تو جائز کبھی نہیں کہوں گا۔ میں تو ایک فقرہ دو دفعہ استعمال ہونے کو غلط کہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں وہ آدمی جھوٹا ہوگیا جس نے ایک فقرے کو دوبارہ کہا اور پروپیگنڈہ بنادیا۔ اور جس نے سُنی ہوئی بات کو اپنا کہہ کے سنانا شروع کردیا وہ بھی بہت جھوٹا ہے۔ اگر آپ نے کسی کو ایک فقرہ کہا کہ "آپ کو دیکھ کر دن کو ستارے نظر آنے

شروع ہوگئے اور پھر وہی فقرہ دوسروں کو بھی کہہ دیا تو یہ جھوٹ ہوگیا۔ ایک کی کیفیت ایک تک رہے' میں تو اس کے علاوہ نہیں کہوں گا۔ باقی آپ کی سوشل ضروریات ہیں' وہ دیکھ لو کہ کیا ہیں......

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے گھروں میں خوش رکھے اور آپ اپنے گھروں کو خوش بنانے کی کوشش کیا کریں۔ بے وقوف لوگوں کے ساتھ گزارہ کرنا ہی دانائی ہے۔ اگر بے وقوف لوگوں کے ساتھ گزارہ نہ کر سکے تو آپ کے پاس دانائی کیا ہے۔ جاہلوں کو گوارا نہ کر سکے تو آپ کے پاس علم کیا ہے۔ علم کی تعریف کیا ہے؟ جاہلوں کے ساتھ گزارہ کرنا۔ اور عقل کی تعریف کیا ہے؟ بے عقلوں کے ساتھ گزارہ کرنا۔ آپ اپنے آپ کو دانا کہتے ہیں اور نادان کے ساتھ گزارہ کرنا نہیں آتا...... نادان تو آپ ہی ہیں۔ تو دانا کون ہوا؟ نادان کے ساتھ گزارہ کرنے والا۔ جس نے نادانوں کے ساتھ گزارہ کرلیا وہ بڑا دانا ہے۔

اور یہی دانائی آپ اختیار کریں۔ اپنے گھر والوں کو راضی رکھیں۔ گھر والوں سے راضی ہو جائیں۔ تو محبت کی بات ہوتی رہے گی خیر سے...... اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو کامیابی عطا فرمائے...... اللہ تعالیٰ آپ کو یہ جو زندگی ہے' اس زندگی کے راز سے آشنا کرے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے...... اور اللہ تعالیٰ آپ کو یہ توفیق دے کہ آپ انسانوں کو دھوکا نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ اُس کا راستہ آپ دریافت کرلیں۔ اس دنیا کے اندر Confusions ہیں' پریشانیاں ہیں' بڑی Paradoxes ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا کے تضادات

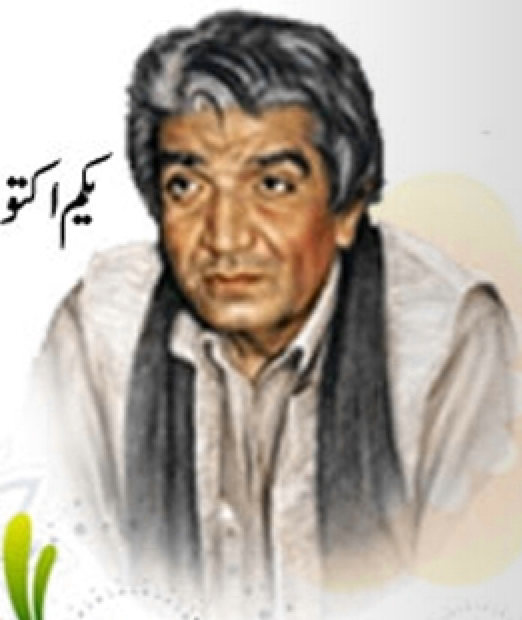
میں سیدھی راہ دکھائے۔ دعا کیا کرو کہ یا رب العالمین ہمیں ایک منزل کا راستہ دکھا' ہمیں دو منزلوں سے بچا' ہمیں راستے کے فیصلے بدلنے والے فیصلے سے بچا اور پکے فیصلے سے چلا۔ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے' آپ سب کو درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ ہر روز ضرور ایک تسبیح درود شریف پڑھا کریں' کم از کم ایک دفعہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

صلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہٖ و نورِ عرشہٖ سیدنا و مولٰنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

Hazrat Wasif Ali Wasif (R.A)

عنوان: الستِ بربکم، تقدیر، ربوبیت

یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء



حضرت واصف علی واصف

۱ اگر تضادِ فطرت کا حصہ ہے تو انسان کی زندگی میں جو ذاتی تضاد ہے اس میں کیا برائی ہے؟

۲ قرآن میں یہ جو دو مشرق اور دو مغرب بیان ہوئے ہیں اس کا کیا مطلب ہے؟

۳ بعض اوقات کسی وجہ کے بغیر آنسو کیوں آ جاتے ہیں؟

۴ جب انسان کامیاب ہوتا ہے تو کامیابی کا سہرا اپنے سر لیتا ہے اور جب ناکام ہوتا ہے تو کہتا ہے اللہ نے میرے ساتھ کیا کیا......

۵ اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے لیکن اس بات میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے کہ میں جوانی میں بیوہ ہوگئی تھی جب کہ میرے بچے بھی بہت چھوٹے تھے۔

۶ یہ فاصلے اور قرب اور یہ تعلق اور رشتے کیا چیز ہیں؟

۷ اگر یا علیؑ اور یا محمدؐ کی جگہ یا اللہ کہہ دیں تو ......

۸ آفس کے معاملات میں ہم حق سچ کی بات پر کیسے چل سکتے ہیں؟

۹ فنا کا کیا تصور ہے اور بقا سے کیا مراد ہے؟

۱۰ حضور فنافی الشیخ سے کیا مراد ہے۔

۱۱ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو یاد کریں تو وہ آ جاتا ہے۔

۱۲ سر! لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہیر اور رانجھا وارث شاہؒ کا ذہنی تخیل تھے۔ کیا ہیر رانجھا تھے؟

۱۳ کیا سسی پنوں جو کہ ران میں ہیں بچی کہانی ہے؟

۱۴ کیا ایک سے التفات ہو اور باقی سے نفرت ہو؟

۱۵ کئی مرتبہ ایک فقرہ کئی لوگوں سے کہا جا جاتا ہے اس کا کیا کریں؟

یکم اکتوبر ۸۷ء

(۱)

الست بربکم: تقدیر ربوبیت

سوال:

آج کل کے حالات میں یکسوئی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

جواب:

آپ جب دنیا میں ہوتے ہیں تو پھر آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سیدھے راستے کا نسخہ چاہیے اور جب اللہ قریب ہوتا ہے تو آپ دنیا مانگ لیتے ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ دنیا مانگنا بھی بس ٹھیک ہے تو یہ جائز ہے' بالکل جائز بات ہے' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں' یہ ضروری ہے کہ اللہ کے حکم میں اولاد کی پرورش ضروری ہے' اللہ کے حکم میں زندگی گزارنا ضروری ہے لیکن پھر اللہ کے حکم میں یہ نہیں ہے کہ آپ اس طرح اللہ کو تلاش کریں کیونکہ آپ کہتے ہیں کہ حکم زندگی کا ہے۔ تو پھر لوگ زندگی چھوڑ کے اللہ کی تلاش کرتے ہیں اور یہ حکم کی بات نہیں ہے کیونکہ محبت کا حکم نہیں ہے۔ محبت تو ایک عطا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کی زندگی کی ضروریات اور واقعات کی ضروریات ضروری ہیں مگر پھر اللہ کی لائن سیدھی کیسے ہوتی ہے' یکسوئی کیسے ہوتی ہے؟ اس طرح یکسوئی ہوہی نہیں سکتی' یہ نہیں ہو سکتی

جب تک آپ اس اصل مقصد کو باقی مقاصد پر فوقیت نہ دیں یعنی کہ ایک مقصد۔ تو یکسوئی کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک مقصد ہو۔ یہاں آ کر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو شریعت کا کام ہے' اور یہ ضروری ہے۔ دعا یہ کی جائے کہ ہم ایک طرف چلے جائیں یعنی اللہ کی طرف۔ اور جب ہم اللہ کے قریب ہوتے ہیں تو پھر فرائض دنیا آ جاتے ہیں۔ اس وقت جب اللہ چاہیے تو فرائض دنیا ترک کر دو۔ اگر کوئی شخص اُدھر اللہ کی طرف جانا چاہے تو وہ محبت میں چل پڑا پھر اس کے خیال میں یکسوئی آ جائے گی۔ ایک خیال کے لیے بہت سارے خیال چھوڑنے پڑتے ہیں۔ مثلاً جو جاگنے والا ہے' جیسے رات کو کچھ لوگ جاگتے ہیں' اور اگر آپ سے کہا جائے کہ جاگو تو آپ کہیں گے کہ یہ بھی اللہ کا حکم ہے کہ صحت کا خیال رکھو۔ یہ تو ٹھیک بات ہے اور اللہ کا حکم ہے کہ صحت کا خیال رکھو اور پھر جاگنے کی خواہش ہی نہ کرو۔ پھر اگر جاگو گے تو پھر صحت کو اللہ کے حوالے کر کے جاگو گے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ ایک ایسا واقعہ ہے۔ مثلاً جیسے لوگ حج کرنے جاتے ہیں تو ایک بندہ حج کرنے نہ گیا۔ اس سے کسی نے پوچھا تو کیوں نہ گیا؟ کہتا ہے کہ دیکھو میرے حالات ایسے نہیں ہیں۔ اور کچھ لوگ شوق میں اِدھر اُدھر سے اُدھار لے کے چلے جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو اچھے حالات کے باوجود حج پہ نہیں جاتے۔ تو یہ سب شوق کی داستان ہے۔ اگر شوق نہ ہو تو یکسوئی نہیں ہو سکتی۔ شوق کا کام ہی یکسوئی ہے۔ یہ آپ کے اندر ہوتی ہے اور آپ کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے۔ جب تک آپ میں ذوق نہ ہو یکسوئی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

سوال:

یہ جو میثاق کے دن ہمیں الست بربکم کہا گیا تھا وہ ہمیں یاد کیوں نہیں ہے؟

جواب:

یہ جو ہے یوم میثاق جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا' سب سے پوچھا' کیا پوچھا؟ الست بربکم؟ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو جواب کیا دیا انہوں نے؟ سب نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ یہ واقعہ کب ہوا؟ انسان کی تخلیق سے بھی بہت عرصہ قبل۔ کب ہوا؟ جب آپ کی روح عالم ارواح میں تھی اور وجود نہیں بنا تھا' اس وقت تسلیم کا اعلان کر دیا گیا کہ" قالوا بلیٰ" سب روحوں نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اب اس واقعہ کے بعد یہ واقعہ اللہ میاں آج بتا رہے ہیں یعنی جب آپ نے قرآن شریف پڑھا۔ اللہ نے کہا کہ ہم نے روحوں سے پتہ کیا پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے کہا کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ تو یہ اطلاع آپ کو اس وقت ملی جب آپ کی روح وجود میں لپٹی ہوئی تھی۔ آپ کا وجود جو ہے یہ روح کا پردہ ہے' غلاف ہے' روح اپنی اصلی حالت میں نہیں آ سکتی جب تک کہ وہ اس وجود میں ہے' اس طرح وجود میں اس کی یادداشت کمزور ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی یہ ہوتا ہے کہ اگر وجود زیادہ پھیل جائے تو روح کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ یاد کرانا کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے تو اس کے اندر معانی ہیں کیونکہ اگر ایسے تھا بھی سہی تو پھر ہمیں بتانے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر بتانا بھی تھا تو ہمیں تو آج بتایا ہے اور اس

وقت ہمیں سمجھ بھی نہیں آتی۔ تو یہ جو آپ کا سوال ہے دراصل اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے ایک لفظ "کن" کہا اور سب کچھ بن گیا۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون کہ ہم نے "کن" کہا اور کائنات میں "فیکون" ہو گیا۔ اور پھر یہ حکم کہ "الست بربکم" اور "قالوا بلیٰ"۔ "الست بربکم" کا مطلب ہے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ ماننے والوں نے کہا "بلیٰ" یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اب آپ اس کی یہ تلاش کرنا چاہتے ہیں کہ یہ واقعہ کب ہوا؟ اس واقعہ کو یاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ واقعہ آج بھی دن رات ہو رہا ہے۔ یعنی کہ جہاں آپ تذبذب میں آ جاتے ہیں' جہاں آپ غلطی میں ہوتے ہیں' جہاں آپ دھوکہ کرنا چاہتے ہیں' جہاں آپ جھوٹ بولنا چاہتے ہیں' جہاں آپ لالچ میں پڑ جاتے ہیں' جہاں آپ کسی کا حق کھانا چاہتے ہیں' جہاں کسی کا حق نہیں دینا چاہتے ہیں تو یہ آواز آ رہی ہوتی ہے کہ الست بربکم کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ جس نے آج کہہ دیا "بلیٰ" کہ آپ ہی میرے رب ہیں تو وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا۔ اور جس نے یہ واقعہ یاد نہ کیا وہ غلطی کر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ آواز آپ کو آج بھی آ رہی ہو گی قدم قدم پر' پھر آپ کہتے ہیں کہ "الست بربکم" کا ورد جاری ہے تو آپ "بلیٰ" کا ورد شروع کر دیں کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' یہ کسی کا حصہ تھا اور میں نے نہیں کھایا کیونکہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' میں نے کسی کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا کیونکہ آپ ہی ہمارے رب ہیں' ہم آپ ہی کی طرف آ رہے ہیں' بڑا موقع تھا دھوکہ کرنے کا' لیکن میں نے نہیں

کیا کیونکہ آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ یہ سب میں نے اس لیے نہیں کیا کیونکہ یا اللہ آپ کی آواز آرہی تھی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو کیا کر رہا ہے؟ تو پھر میں نے کہا آپ ہی ہمارے رب ہیں تو ہم نے دھوکہ نہیں کیا ہم نے غلطی نہیں کی اور ہم نے کسی کا حصہ نہیں کھایا۔ گویا کہ وہ جو اس وقت کی آواز تھی وہ اللہ کا کہنا تھا کہ "الست بربکم" آپ کی آواز آئی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ اور سب نے کہا "بلیٰ" آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ بلکہ جو واقعہ ایک بار ہوا وہ واقعہ تو ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ جب آپ کی روح جسم کے تقاضوں سے تھوڑی دیر کے لیے آزاد کر دی جائے تو یہ واقعہ اس کو اس وقت یاد آتا ہے۔ کب یاد آتا ہے؟ جب روح جو ہے وجود کے تقاضوں سے آزاد کر دی جائے تو پھر روح کو ازل اور ابد کی باتیں سمجھ آتی ہیں کہ یہ کیا ہے۔ آپ ذرا اس کو جسمانی عارضوں سے تھوڑا سا آزاد کر دو۔ تو روح یاد کرتی رہتی ہے کیونکہ روح کے اندر وہ واقعہ یادداشت تک موجود ہے۔ اب یہاں آ کے پھر بزرگوں نے اصل بات بتائی' سمجھائی یعنی اللہ کے بندوں نے اور اللہ کے بزرگوں نے سمجھایا کہ آج جس آدمی نے اپنے آپ کو پہچان لیا اُس نے اللہ کو پہچان لیا' آپ اپنی تلاش میں جب نکلیں گے' اپنے باطن پر غور کریں گے تو وہاں یہ واقعہ لکھا ہوا ہوگا کہ "الست بربکم"۔ کہ یہ واقعہ کب ہوا......اور آپ سب نے کہا تھا کہ "بلیٰ"۔ پھر آپ کے لیے سارے واقعات آسان ہو جائیں گے۔ تو یہ جو واقعہ ہے اہلِ دل کے لیے ساری زندگی ہی "الست بربکم" کا سفر ہے۔ اسی طرح میں نے کہا کہ "کن فیکون" تو ہو چکا ہے

لیکن "کن فیکون" کا آج بھی ورد جاری ہے کہ "ہو جا" اور پھر وہ چیز ہو جاتی ہے۔ "کن" کا معنی ہے ہو جانے کی اجازت۔ جس چیز میں ہو جانے کی صلاحیت ہوتی ہے وہ اجازت مانگ رہی ہوتی ہے اور پھر اُسے کہا جاتا ہے کہ "ہو جا" پس وہ ہو جاتی ہے جو بھی وہ ہونا چاہے۔ کچھ لوگ "کن" کا یہ کہتے ہیں کہ صحیح بھی ہو یا غلط بھی ہو جا کیونکہ "کن" کا معنی ہے ہو جانا' جیسا کہ وہ کرنا چاہتا ہے اور پھر نتیجہ آ جائے گا۔ اس لیے خیر اور شر کا خالق ہونے کی حیثیت سے "کن" کا مطلب ہے خیر بھی اور شر بھی۔ اقبال نے کہا تھا کہ

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

تو "کن فیکون" کی آواز آج بھی آ رہی ہے۔ "الست بربکم" کے بارے میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دراصل بات یہ ہے کہ اس وقت تو ہمیں علم نہیں تھا کہ "بلیٰ" کیا ہوتا ہے یعنی "قالوا بلیٰ" کیونکہ علم تو بعد میں ملا ہے تو بات یہ ہے کہ وہ خود ہی "الست" ہے اور خود ہی "بلیٰ" خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب دیتا ہے۔ تو اس وقت اُس نے آپ ہی سوال کیا اور آپ ہی جواب عطا فرمایا' کہ یہ جواب ہے پھر آپ کے اندر وہ واقعہ لکھا گیا۔ اب آپ نے وجود میں آ کے زندگی میں پیدا ہو کے سوائے اس واقعے کے اور کوئی کام نہیں دیکھنا اور تلاش کرنی ہے اس بات کی کہ ہم جو میثاق کر کے آئے ہیں' وعدہ کر کے آئے ہیں' کہیں ہم اس وعدے کے خلاف تو نہیں جا رہے۔ بس آپ کا اتنا سارا کام ہے کہ میثاق کے

مطابق زندگی بسر کرو اور اس کے مطابق سفر کرو۔ اگر اس وقت یاد نہیں آیا تو سمجھو کہ اب آ رہی ہے آواز۔ کیا آواز آ رہی ہے؟ ''الست بربکم'' کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یعنی کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بند کمرے میں آواز کا جہاں مقام نہیں' جہاں خیال کا مقام بھی کم ہی ہے' اس وقت ایک آواز آتی ہے ''یوسف اعرض عن ھذا کہ اے یوسف اس سے گریز کر! مقصد یہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو جاتی ہے اور یہ سمجھ آ جاتا ہے کہ ''الست بربکم'' اور ''قالو بلیٰ'' کیا ہے۔ تو اس وقت قالوا بلیٰ کہنا ہوتا ہے جب انسان ہو اور اس کے علاوہ کوئی نہ ہو' جہاں پہ گمراہ ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے' جب انسان اور شیطان کے درمیان فاصلہ کم ہوتا ہے اور انسان اور رحمان کے درمیان بھی فاصلہ کم ہوتا ہے۔ تو اس وقت انسان کچھ بھی کر سکتا ہے۔ تو وہ ہے آواز کا وقت' جب ایک راستہ دوزخ کو جا رہا ہوتا ہے اور دوسرا راستہ جنت کو جا رہا ہوتا ہے اور انسان درمیان میں کھڑا ہوتا ہے تو وہاں آواز آ جاتی ہے کہ ''الست بربکم'' اگر آپ نے ''بلیٰ'' کہا تو آپ جنت کی طرف چل پڑے' آپ اگر چپ کر گئے تو پھر آپ سیدھے اُدھر گئے جدھر سے واپس نہیں آنا۔ تو یہ ہر موڑ پہ صدا آتی ہے ''الست بربکم''۔ اگر آپ اپنے آپ کا جائزہ لیں' اپنے اعمال کا جائزہ لیں' اپنے مال کا جائزہ لیں اور واقعات کا جائزہ لیں تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی آواز آتی رہے گی Throughout ہی دیکھو کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے ہو؟ اللہ تو اللہ ہی ہے مگر یہ رب کی بات ہو رہی ہے یعنی جو پالنے والا ہے۔ رب کہتا ہے کہ کیا تم مجھے پالنے والا مانتے ہو یا

اپنے ذہن کو پالنے والا مانتے ہو؟ اگر تو اپنے ذہن کو مانتے ہو تو ذہن تمہارا جو ہے وہ تمہیں آسودگی نہیں دے گا' تم اپنے کارخانے کو مانتے ہو پالنے والا تو کارخانہ خراب ہو جائے گا' تم نوکری کو مانتے ہو پالنے والا تو نوکری ضائع ہو جائے گی' پھر تم کسی چیز کو مانتے ہو پالنے والا؟ تو تم نے پالنے والا کسے مانا ہے؟ جنہوں نے اپنے اللہ کو رب مانا' اللہ تعالیٰ کو رب مانا یعنی اپنا پالنے والا مانا اور اس کا برملا اعلان کیا تو یہ وہ لوگ ہیں جو فلاح پا گئے۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو اپنا رب مانا' کارخانے کو' اپنے ذہن کو' اپنے بازو کی طاقت کو' اپنی ہیرا پھیری کو' لالچ کو' دھوکہ دینے کی صلاحیت کو اور فائلوں میں گریز کرنے کے مزاج کو تو وہ لوگ فلاح نہ پائیں گے۔ ایک جگہ اللہ نے کہا ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جن لوگوں نے اپنے اللہ کو اپنا رب کہہ دیا اور اس پر قائم ہو گئے یعنی ایک آدمی کو فاقہ تھا' کسی نے کہا کہ تم ہمیں اپنا پالنے والا مان لو تو ہم تمہیں کھانا دیتے ہیں تو اس فاقے والے نے کہا کہ نہیں' میرا پالنے والا اللہ ہے' جو تمہیں بھی رزق دیتا ہے اور مجھے بھی رزق دیتا ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ جن لوگوں نے اللہ کو اپنا رب کہا اس وقت جب کہ انسان اس پر حاوی تھا ثم استقاموا پھر اس پر قائم رہ گئے تتنزل علیھم الملائکۃ پھر ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے لیے پھر راستہ بنتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں نے آج ''الست بربکم'' کی صدا سنی اور اپنے اس میثاق کا آج برملا اعلان کیا تو اُن لوگوں کے لیے فلاح لکھی گئی۔ تو یہ کوئی پرانا واقعہ ہے' روزِ ازل کا واقعہ ہے لیکن یہ آج کا بھی واقعہ ہے۔ آج آپ

دیکھیں کہ کیا آپ اللہ کو رب مانتے ہیں؟ کیا اس کو پالنے والا مانتے ہیں؟ یا اپنی بس انداز کی ہوئی چیز کو اپنا پالنے والا مان رہے ہیں۔ بس انداز کیا چیز ہے؟ جمع مالاً و عدده جو مال جمع کرتے ہیں اور گنتے رہتے ہیں' گنتے رہتے ہیں اور جمع کرتے رہتے ہیں' اور جب مال جمع ہوتا جاتا ہے' بڑھتا جاتا ہے تو زندگی گھٹتی جاتی ہے۔ یہ کمال کی بات ہے۔ کہتا ہے مال بڑھ گیا' زندگی گھٹ گئی کہتا ہے مال ہی مال ہے تو وہ کہتا ہے تیرا حال ہی بُرا حال ہے۔ تو اس طرح آدمی ختم ہو گیا۔ تو یہ ہے انسان۔ وہ مال جمع کرتا رہتا ہے' پہلے جمع اس لیے کرتا ہے کہ مصیبت سے نجات مل جائے گی' پھر جمع کرنے کی عادت اور رو اپھیل جاتی ہے' پھر خرچ کرنے کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے اور بے چارہ غریب کا غریب رہتا ہے۔ تو پہلے غریب ہونے کے ڈر سے جمع کرتا ہے' پھر عادتاً جمع کرتا ہے مگر پھر غریب کا غریب رہتا ہے اور خرچ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی ہے۔ تو کسی اور کا مال جمع کر کے خود رخصت ہو جاتا ہے بعد میں زمین سے اس کا مال نکلتا ہے' پیسوں یا زیور کی شکل میں۔ اس لیے رب کو رب ماننا اور پالنے والا ماننا بڑا مشکل ہے کیونکہ انسان اپنے مال کو رب سمجھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یحسب ان ماله اخلده پھر وہ اس کے لیے جمع ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ مال مجھے لافانی کر دے گا۔ مال لافانی نہیں کر سکتا مال جو کہ خود فانی ہے وہ تمھیں لافانی کیسے کرے گا۔ تو مال کو اپنا رب کہنے والا پریشانی میں رہے گا۔ اور کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے کہ تم لوگوں کو غافل کر دیا کثرتِ مال اور کثرتِ اولاد نے' تم لوگ قوت کی وجہ سے

غافل ہو گئے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم اپنے اللہ کو اپنا رب مانو یعنی اپنا پالنے والا۔ پالنے والے کا مطلب کیا ہے؟ جو وجود کو رزق دیتا ہے' جو آپ کے تمام قویٰ کو رزق دیتا ہے' آپ کو رشتہ داروں کا رزق دیتا ہے' آپ کے احباب آپ سے ملاتا ہے' بلکہ بعض اوقات دشمن بھی ملاتا ہے' بعض اوقات آپ کے اندر آنسو لاتا ہے' بینائی کا رزق دیتا ہے' خیال کا رزق دیتا ہے' ایمان کا رزق عطا فرماتا ہے' آپ کے دیکھنے کے لیے پوری رنگین کائنات بنائی ہے' آپ کو دیکھنے والا بنایا ہے' آپ کے لیے بیج کو مٹی کی تاریکی میں پالتا ہے' بادلوں کو لاتا ہے اور زمین سے اگاتا ہے اور آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کہتا ہے دیکھو تمھیں پتہ نہیں کہ میں تمہارے لیے کہاں کہاں سے کیا کیا چیز لاتا ہوں' پھر تم کون کون سی نعمت کا انکار کر سکو گے؟ آپ کی میز پر پکا ہوا کھانا جو ہے اگر کبھی تھوڑی دیر کے لیے آپ یہ دیکھیں کہ اتنا سارا کھانا آپ تک آنے کے لیے کتنے سفر سے گزرا۔ خالی آٹا' آپ دیکھیں گے کہ پورا اناج کس جگہ اُگا' سوار کہاں سے ہوا' اور چلا کیسے۔ کبھی آپ کے سامنے یہ سارا سفر ہو تو آپ کو سمجھ آ جائے کہ پالنے والے نے کس طرح پالا ہے۔ بھوک کدھر ہے تو کھانا کدھر سے دے رہا ہے۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں۔ انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ انسان تو انسان ہی ہے' اگر بڑی بات کرے گا تو رنگین تصویریں رکھ لے گا اور پھر اندر سے بینائی ختم ہو جائے گی۔ تو پالنے والے نے اُن چیزوں کو پالا ہے جن چیزوں کے ذریعے آپ کائنات کے مشاہدے کر سکتے ہیں' جو صرف بچے کو نہیں پالتا بلکہ بچے کی ماں کے اندر ممتا کو

پاتا ہے۔ تو یہ ہے پالنے والی چیز! یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ اس نے ایسی Sufficient چیزیں عطا کر دی ہیں کہ کائنات کی ہر چیز جو ہے وہ چل رہی ہے' ایک دوسرے کے سہارے چل رہی ہے۔ تو الست بربکم اور قالوا بلیٰ کب کہا؟ جب کہا تھا اب کیوں بتا رہا ہے؟ اب اس لیے بتا رہا ہے کہ اب بھی آواز آ رہی ہے۔ اب جہاں آپ تذبذب میں ہوتے ہیں وہاں آواز آتی ہے کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو آپ وہاں کہہ دیں کہ آپ ہی ہمارے رب ہیں اور وہ غلط بات چھوڑ دو۔ سب سے بڑی نیکی جو ہے وہ ہے گناہ کے موقعہ کو چھوڑنا۔ اگر گناہ کا موقع ہو اور آپ چھوڑ دیں تو یہ نیکی ہے —— اور کوئی سوال

—— بولیں ——

سوال:

سورۃ یوسف میں جیلر کے لیے رب السجن کا لفظ استعمال ہوا ہے ——

جواب:

''رب'' ایک لفظ بھی تو ہے اور ہر لفظ کے معنی ہیں۔ ''رب'' کے معنی ہیں پالنے والا' سنبھالنے والا' Control کرنے والا رب السجن کا مطلب ہے قید خانے کا مالک۔ اسی طرح ''رب الارباب'' ایک لفظ ہے۔ ارباب جو ہے وہ رب کی جمع ہے۔ اللہ کو رب سمجھا جس نے یعنی قالوا ربنا اللہ تو اللہ تو اللہ ہی ہے۔ لیکن رب ہے تمام ارباب کا رب' سب پالنے والوں کا پالنے والا اس کا مطلب یہ ہے کہ رب اور بھی ہو سکتے ہیں فرعون نے کہا تھا اپنے بارے میں انا ربکم الاعلیٰ تو یہ فرعون نے کہا تھا اپنے بارے میں کہ اے موسیٰ ہم تجھے پالنے والے ہیں۔ تو اس لیے جہاں کہیں پالنے والی بات ہو تو آپ اپنے پالنے والے کو ''اللہ'' ہی کہیں۔ پھر آسانی ہو جائے گی —— ہاں بولو —— اور سوال بولو —— آج موقع ہے سوال کا —— پوچھو ——

سوال:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے۔

جواب:

اس کے چند بنیادی نقطے یاد کرنے والے ہیں۔ سب سے پہلے تقدیر کے متعلق الفاظ کو دیکھیں' مقدر' قدر' قدرت اور مقدور۔ آپ انسان ہونے کی حیثیت سے فی الحال یہ نہ سوچیں کہ تقدیر کیا ہے بلکہ انسان ہونے کی حیثیت سے پہلے اپنی Range پہچانیں کہ آپ کی Range کیا ہے' حد کیا ہے؟ صحت کے تمام اصول اپنا کے اور صحت کی کوشش کر کے اور پورا فارمولا لگا کے آپ ایک نارمل صحت میں آ سکتے ہیں اور وہ اپنی Dimension سے باہر نہیں جائے گی۔ انسان اگر بہت بڑا ہو جائے تو ہاتھی کے بچے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ گویا کہ آپ کی Range محدود ہے یعنی ایک خاص حد ہے۔ آپ کی نگاہ ایک خاص فاصلے تک دیکھ سکتی ہے۔ اور اگر آپ نے نظارے دیکھنے ہیں تو کروڑوں میل تک دیکھ سکتے ہیں جہاں آپ کو چھوٹے

چھوٹے ستارے نظر آتے ہیں۔ پتہ نہیں کتنے ملین سال وہ ستارے دُور ہیں' زمین سے کتنے گنا بڑے ہیں اور کئی زمینوں کے کئی سورجوں سے کئی کروڑ گنا بڑے ہیں' جمیل' جسیم' ٹھنڈے' گرم ستارے اور سیارے اور ان کے درمیان Light years کے فاصلے اور Light years بھی ڈیڑھ کروڑ سال کے' استغفر اللہ! ڈیڑھ کروڑ سال! کروڑ سال کے سیکنڈ بناؤ اور پھر ضرب دو روشنی کی رفتار سے یعنی ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ سے۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ میں آئے گی اصل میں واقعہ ہے کیا۔ مثلاً ہمیں آج ایک واقعہ دیکھنے کو ملا ہے کہ یہ ستارہ ٹوٹ رہا ہے مگر خدا جانے وہ کروڑہا سال پہلے ٹوٹا ہو۔ تو یہ کائنات کی وسعت ہے اور اس کائنات کی وسعت میں آپ نے اپنی محدود زندگی دریافت کرنی ہے مثلاً آپ صحت کے اصول رکھیں اگر آپ کی صحت بہت اچھی صحت ہے تو میرا خیال ہے کہ آپ اسی (۸۰) سال تک چلیں گے' چلو آپ کے لیے دعا کرتے ہیں کہ پچاسی سال چل جائیں' یہ تو آپ خود بھی نہیں چاہیں گے کہ ڈیڑھ سو سال آپ چلیں کیونکہ وہ تو بڑی مشکل کا وقت ہوگا' کیونکہ اس وقت تک سارے لوگ آپ کو چھوڑ جائیں گے۔ اتنی عمر میں یہ ہوگا کہ سارے واقف لوگ زندگی چھوڑ جائیں گے' کوئی ایک آدھ واقف آدمی تو رہنا چاہیے جو بعد میں تھوڑا سا خیال کرے' یہ نہ ہو کہ سارے واقفوں کو آپ پہلے رخصت کردیں اور آپ اجنبی بن کے رہ جائیں۔ یہ اجنبی والی بات سمجھ آئی ہے آپ کو؟ ایک وقت تھا کہ اپنے

سارے مل کے چلتے تھے۔ یہ کون لوگ ہیں؟ سارے اپنے ہی چل رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ یہ ہوتا گیا کہ اپنا ایک گم ہوگیا اور دوسرا آ گیا' پھر آگے چل کے ایک اور اپنا گم ہوگیا اور تیسرا آ گیا اور آخر کار ایک اجنبی گروہ بن گیا اور اپنے لوگ سارے غائب ہوگئے۔ پھر آپ جائزہ لیں گے تو کہیں گے کہ میں تو اپنوں کے ہمراہ چلا تھا اور وہ لوگ ہیں کہاں۔ پھر وہ کہے گا کہ میں تو اجنبی دیس میں گھر گیا۔ تو یہ آپ کی Limitations ہیں اور آپ یہاں محدود ہیں۔ اسی طرح آپ کی نگاہ کی' Sight کی رینج جو ہے وہ بھی محدود ہے۔ آپ اگر اپنے قد کو بہت بڑھا ئیں تو بھی اپنے قد سے آپ باہر نہیں نکل سکتے کیونکہ قد اتنا ہی رہے گا' بے شک آپ کوئی دوائی لیں' ہوسکتا ہے ایک آدھ انچ کا فرق پڑ جائے' لیکن عام انسانوں کا قد اتنا ہی رہتا ہے' Age limit اتنی ہی رہتی ہے' بینائی کی رسائی اتنی ہی رہتی ہے' اور آپ کبھی بھی چھ روٹیاں ہضم نہیں کرسکتے۔ بیچارے کہاں کھا سکتے ہیں' وہ کوئی اور زمانہ تھا' اس زمانے میں کون کھا سکتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو نہیں کھا سکتا انسان۔ سیر زیادہ نہیں کرسکتا کیونکہ چلنے کی رینج اب بند ہوگئی ہے۔ جہاں آپ کی رینج بند ہورہی ہے تو اس کو آپ تقدیر کہہ لیں۔ اس سے آگے؟ اس سے آگے کچھ بھی ہو' اتنی بات ضرور ہے کہ یہ Circumscribe کررہی ہے آپ کی آزادیوں کو' یہ دائرہ آپ کی آزادی کو روک رہا ہے مثلاً یہ کہ صحت قائم رہنے کے جواز ہیں لیکن موت کا وقت آ گیا۔ اور یہ کہ انسان نے صحت

کے اصول پورے رکھے ہوئے ہیں لیکن اچانک دل فیل ہو گیا۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ تو اس طرح انسان کی رینج جو ہے وہ ختم ہوتی جاتی ہے۔ تو اس رینج کو آپ تقدیر کہیں۔ تقدیر آپ کی تخلیق کے اندر موجود ہے' اگر آنے کے بعد جانا نہ ہوتا تو آزادیاں آپ کو مبارک تھیں۔ ایک آدمی نے بچے کو کہا کہ تو آزاد ہے' جاؤ شہر میں گھومو اور چار بجے واپس آ جانا۔ اس نے کہا آزاد مجھے خاک کیا آپ نے اگر چار بجے تک واپس آنا ہے تو میں آزاد کس بات کا۔ تو آپ کو اللہ کہتا ہے کہ جاؤ تمہیں آزاد چھوڑ دیا لیکن جس وقت یہ آ جائے جس کا نام عزرائیل ہے تو اس کے ساتھ واپس آنا پڑے گا۔ تو یہ آپ کی آزادی کو روکتا ہے۔ تو یہ جو جبر' تقدیر اور آزادیٔ فکر کا سارا جھگڑا ہے' اگر اللہ اور انسان ایک ہی پارٹی بن جائیں' ایک ہی جماعت بن جائیں تو جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ آپ کہیں کہ اگر میرا حاصل اچھا ہے تو یہ اللہ کی مہربانی ہے اور اگر اللہ کی طرف سے کوئی مصیبت آ گئی تو اسے اپنی غلطی کہہ لیں اور یہ کہیں کہ چلو کوئی بات نہیں۔ تو یہ ایسے ہو گا کہ کبھی اس نے مہربانی کر دی اور کبھی آپ نے خاموشی اختیار کر لی۔ تو آپ دونوں صورتوں میں مل ملا کے چلیں۔ تقدیر ان لوگوں کو پریشان کرتی ہے جو اللہ کے مقابل ہونا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ سے مقابلہ نہیں ہے تو آپ کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب اللہ کی مہربانی ہے۔ پھر آپ کہیں گے کہ یہ میرے اللہ کو منظور نہیں تھا۔ یہ ایک ادا ہے کہنے کی' ورنہ آزادی ہی آزادی ہے۔ انسان کی دونوں حدود آزاد نہیں ہیں' صرف درمیان میں آزاد ہے۔ دائرے سے باہر آپ نہیں جا سکتے اور دائرے میں آزاد ہیں مطلب یہ ہے کہ آپ کا ایریا ساٹھ سال کا ہے' آپ اس کے باہر نہیں جا سکتے اور اس کے اندر آپ آزاد ہیں' آپ جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں لیکن جو نہیں کرنا آپ کو وہ علم ہی نہیں ملے گا۔ مثلاً آپ اپنا کیریئر بناتے ہیں اور آپ کے پاس دس کیریئر کے امکانات ہیں' مثلاً آپ انجینئر ہو سکتے ہیں' ڈاکٹر ہو سکتے ہیں۔ یہ ہو سکتے ہیں' وہ ہو سکتے ہیں' سب کچھ ہو سکتے ہیں۔ تو یہ دس چوائس ہیں اور آپ جو نہیں ہو سکتے آپ کے پاس وہ چوائس ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ چوائس آپ نے دیکھا ہی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ دس چوائس میں سے کوئی نہ چنیں تو دس کی دس ممکن ہیں اور جب آپ ایک چن لیں گے تو باقی کی نو وہیں غائب ہو جائیں گی۔ تو یہ تقدیر ہے! تقدیر یہ ہے کہ جب آپ چوائس Choice لے لیں تو باقی کی Possibilities باقی کے امکانات جو ہیں وہ سب غائب' ختم ہو جائیں گے۔ مثلاً آپ کوئی سا گھر بنا لیں' اس میں آپ آزاد ہیں اور جب ایک گھر بنائیں گے تو پھر دوسرا نہیں بنا سکتے۔ اسی طرح آپ کوئی سی شادی کر لیں' اس میں آزاد ہیں لیکن جب ایک شادی کر لیں گے تو باقی آزادیاں ختم ہو جائیں گی۔ تو یہ انسان ہے! اگر انسان سو جائے تو جاگ نہیں سکتا اور جاگتا ہو تو نیند نہیں آتی' گھر میں ہو تو دفتر میں نہیں جا سکتا' دفتر میں جائے تو گھر نہیں رہ سکتا' بڑی آسان سی بات ہے۔ تو آپ اس کا حل کیا نکالیں گے؟ جو ہو چکا اسے تقدیر

کہیں اور جو ہونے والا ہے اسے امکان کہیں۔ جو آئندہ آنے والا ہے وہ کیا ہے؟ امکان ہے اس کا جو چاہے آپ کر لیں۔ اور جو ہو چکا ہو وہ واپس نہیں ہو سکتا اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ماں باپ بدلے نہیں جا سکتے' یہ تقدیر ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ انسان اپنے ماں باپ بدل لے' یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اپنے ماں باپ پسند نہیں آئے' میں چاہتا ہوں انہیں ٹرانسفر کرا لوں۔ تو یہ ٹرانسفر کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو یہ تقدیر ہے۔ انسان اپنی شکل سے باہر نہیں رہ سکتا' یہ تقدیر ہے۔ بعض اوقات انسان لباس سے باہر نہیں رہ سکتا' بعض اوقات اس علاقے میں پیدا ہونے والا اس علاقے کی زبان نہیں سمجھ سکتا' آپ چینی زبان کو زبان نہیں سمجھتے کیونکہ یہاں پیدا ہوئے ہیں اور جو وہاں پیدا ہوا ہے اس کو یہاں کی زبان سمجھ نہ آئے گی۔ تو یہ ہے آپ کی مجبوری۔ جہاں مجبوری ہو وہاں سمجھ لو کہ تقدیر ہے۔ دراصل یہ ساری زندگی اتنی ساری ہے۔ تو تقدیر یہ ہے کہ ایک علاقے میں رہنے والا دوسرے علاقے کو دیکھتا تو ہے لیکن سمجھتا نہیں۔ تو تقدیر کیا ہوئی؟ تقدیر یہ ہوئی کہ اپنی Limitations کا احساس' اپنی حدود کا احساس' جہاں آپ کے سامنے مجبوریاں آ جاتی ہیں وہاں پر آپ کا یہ احساس کہ اب کچھ نہیں کر سکتے' یہ تقدیر ہے۔ مثلاً آپ کے پاس ایک کیک ہے' یا کھا لیں یا رکھ لیں بس اتنی سی بات ہے۔ اس کا حل بزرگوں نے یہ فرمایا کہ ایک پاؤں زمین سے اٹھا لو تو دوسرا نہیں اٹھا سکتے تو یہ مجبوری ہے۔ تو آپ اتنے آزاد ہیں کہ دونوں میں سے ایک کام کر سکتے ہیں' ایک پاؤں اوپر اٹھا سکتے ہیں لیکن دوسرا نہیں۔ تو آپ مکمل آزاد نہیں ہیں۔ اتنی آزادی ہے کہ اگر بیٹھنا ہے تو بیٹھ جاؤ اور جانا ہے تو چلے جاؤ' بس اتنی آزادی ہے لیکن یہ آزادی نہیں ہے کہ آپ اپنی موت کے ٹائم کے بعد زندہ رہیں' یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اپنی شکل سے باہر نکل جائیں اور اپنی حد سے باہر نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حدود رکھی ہیں اور یہ حدود جو ہیں وہ وجود کی بھی ہیں یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموت والارض فانفذوا ؕ لا تنفذون الا بسلطن اے انسانوں اور جنوں کے گروہ تم اگر زمین اور آسمان کی حد سے نکلنا چاہو تو نکل جاؤ مگر نہیں نکل سکو گے۔ یہ ''اقطار السموت'' جو ہیں وہ آسمانوں کے بھی ہیں اور آپ کی مجبوریوں کے بھی ہیں۔ لا تنفذون الا بسلطن' نہیں نکل سکتے مگر اللہ کی طاقت کے ساتھ۔ تو یہ مجبوری ہے اور یہ تقدیر ہے۔ تو تقدیر کیا ہے؟ جو بدلی نہیں جا سکتی۔ پھر یہ کہا جاتا ہے کہ کیا تقدیر بدل سکتی ہے؟ فرض کرو کہ تقدیر بدل سکتی ہے تو بدلنے کے بعد جو کچھ حاصل ہوا وہ کیا ہے؟ وہ بھی تقدیر ہے۔ اور جو بدلنے سے پہلے تھی وہ کیا تھی؟ وہ بھی تقدیر تھی۔ تو کیا دو تقدیریں ہو سکتی ہیں؟ ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا دور دراز سے ایک آدمی آیا اور اسے دعا دے کر چلا گیا۔ اس کی زندگی بدل گئی۔ اس نے پوچھا تجھے زندگی بدلنے کا نسخہ چاہیے؟ اس نے کہا نہیں چاہیے کیونکہ جب اللہ کو منظور ہو گا وہ کسی نہ کسی آدمی کو زندگی بدلنے کے لیے بھیج دے گا۔ تو اس طرح آپ کو کامیاب

کرنے والا انسان بھی آ جاتا ہے اور نا کام کرنے والا بھی آ جاتا ہے' بیٹھے بیٹھے جو ہے وہ چور بھی آ سکتا ہے اور بیٹھے بیٹھے کوئی دوست بھی آ سکتا ہے۔ آدھی زندگی آپ کا عمل ہے اور آدھی زندگی ان لوگوں کا عمل ہے جن کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔ کسی کی موت آپ کا غم ہے' اپنا غم تو ہے ہی نہیں اور یہ جتنے سارے آپ کے تعلق کے لوگ ہیں ان کی موت آپ کا غم بنے گی۔ تو اپنی موت کا تو کسی کو غم نہیں ہوتا حالانکہ اپنی موت پہ غم ہونا چاہیے تھا۔ جب بھی کوئی رو رہا ہو تو سمجھو کہ کوئی اور مرا ہو گا۔ تو کوئی اور ہی مرتا ہے تو انسان روتا ہے۔ تو غم جو ہے یہ کسی اور کا دیا ہوا ہے' خوشی کسی اور کی دی ہوئی ہے' آپ کے گھر دعوت تب کامیاب ہو گی جب کوئی اور شامل ہو' شادی کسی کی اور براتی ایسے ہی خوشیاں منا رہے ہوتے ہیں۔ تو براتی ایسے ہی چلے جاتے ہیں اور اگر یہ نہ ہوں تو برات ہی نہیں ہو سکتی' شادی ہو ہی نہیں سکتی۔ مطلب یہ ہے کہ براتیوں کا الگ مقام ہے۔ گویا کہ یہ مجبوریاں ہیں اور تقدیر کو بڑی محبت اور ادب سے سمجھنا چاہیے' اگر کوئی کبھی خدا کے مقابلے میں آ جائے تو واللہ خیر الماکرین۔ اللہ تو سب سے بڑا تدبیر بنانے والا ہے۔ الجھنے کی بجائے اللہ سے کہو کہ ہم راضی ہیں' چاہے اسے تقدیر کہیں یا کچھ اور' اللہ جو مرضی کہہ لے منظور ہے۔ تقدیر کے مقابلے میں لوگ کیا لاتے ہیں؟ اپنا ذہن۔ کیا ذہن آپ نے خود لیا؟ اللہ کہے گا کہ ذہن تو میں نے دیا ہے۔ بس پھر End ہو گیا۔ جس ذہن کو آپ اللہ کے مقابلے میں لا رہے ہیں تو وہ کہتا

ہے کہ ذہن بھی میں نے دیا۔ اگر اللہ سے یہ کہا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے یہ کام کر لیا ہے تو اللہ کہے گا کہ ہاتھوں کی طاقت بھی ہم نے دی ہے۔ اگر انسان کہے کہ یہ سب میں نے کیا تو اللہ کہے گا کہ تجھے بھی ہم نے بنایا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں حاصل کروں تب بھی اللہ کا ہے' میرا ذہن حاصل کرے تب بھی وہ اللہ کا ہے اور آپ کے قوا حاصل کریں تب بھی اللہ کا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ تقدیر والی بحث ہی پرانی ہے' یہ تو ان پڑھ لوگوں کی بحث ہے کہ تقدیر کیا ہے اور مقدر کیا ہے۔ بس آپ یہ کہیں کہ اللہ ہی اللہ ہے' ہم نے جو کچھ حاصل کیا یہ سارا اللہ کا دیا ہوا ہے' نظارے اور نظر دونوں ہی اللہ کے دیے ہوئے ہیں' منظر اور پس منظر ہی اس کا ہے' چار دن کا میلہ ہے آرام سے دیکھنے دو' پھر جھگڑا کس بات کا؟ تو میلہ دیکھ لو' پھر تو آپ نے چلے ہی جانا ہے' میلہ ختم ہو جائے گا' میلہ چلا جائے گا' میلہ ہوتا ہے نظارہ' پرانا میلہ تو ختم ہو ہی گیا ہے' آپ کو یاد ہو گا کہ جس میں بزرگ تھے' ماں باپ تھے' وہ چلے گئے اور آپ آرام سے وہ برداشت کر گئے' پھر آپ کے عزیز رشتے دار آپ کے ہم عمر لوگ ہیں' تو آپ کی کلاس کے کتنے لوگ آج کل زندہ ہیں؟ میں آپ کے کلاس فیلوز کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ تو وہ کتنے لوگ زندہ ہیں؟ سب چپ کر کے کیوں بیٹھے ہو جیسے خبر نہیں ہے' خبر کا پتہ چل جائے گا۔ تو وہ سارے چلے گئے' اب آگے بھی ایسا ہی واقعہ ہو گا۔ تو سارا سفر اتنا سارا ہے کہ پہلے آپ اپنے ہم عمر کو چھوڑتے ہیں' پھر آہستہ آہستہ دوسروں کو چھوڑتے

ہیں پہلا نظر نظارے کو چھوڑتی ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے جدائی ہو جاتی ہے۔ تو یہی تقدیر ہے اور تقدیر کو بہت خوب صورتی سے قبول کرو، محبت سے قبول کرو، بحث نہیں کرنی ہے اور یہ کہنا ہے کہ جو کچھ ہوا اللہ کی طرف سے ہوا اور بہت بہتر ہوا، جو ہم نے کیا وہ بھی اُدھر سے ہوا۔ بزرگوں کی طرف سے بتایا یہ گیا کہ کوئی غلطی اگر تم سے ہو، کوئی تکلیف ہو تو یہ اپنے نام لگا لو۔ کچھ لوگ کہتے ہیں اس کو بھی اللہ کے نام لگا دو، مگر اللہ سے بحث نہ کرنا۔ اگر اللہ کا ہر فیصلہ مان گئے تو پھر اللہ، ہم اور تقدیر ایک ہی خیال ہیں اور پھر آپ یہ کہہ سکتے ہیں انسان کے بارے میں کہ یہ خود مقدر ہے، خود کاتبِ تقدیر ہے اور خود قدرت رکھتا ہے۔ Destiny جو ہے وہ انسان کی چوائس ہے، وہ جو چاہے کرے۔ یہ بات ٹھیک ہے۔ اور یہ بھی بجا ہے کہ Destiny جو ہے یہ چانس ہے، انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا، بس یہ اتفاق کی بات ہے۔ یہ سارے کے سارے صرف بولنے کے مضامین ہیں۔ اور سمجھنے کی بات کیا ہے؟ کہ آپ اور اللہ ایک ہی طرف چلے جا رہے ہیں، جتنا ضروری اس نے دکھانا ہے، آپ نے اتنی زندگی دیکھنی ہے۔ بڑے سے بڑا فرعون جو ہے اگر اس کے گھر میں ایک چھوٹا سا بچہ آ جائے، چاہے کسی اور کا ہی ہو تو وہ اُڑا کے رکھ دیتا ہے۔ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام آ جائیں تو وہ ساری بادشاہت اُڑا کے رکھ دیتے ہیں۔ اس لیے یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ فرعون نے ہزار ہا بچے مارے لیکن وہ بچہ نہ مرا جس کے مارنے کا ارادہ تھا۔ تو یہ تقدیر ہے! اور تقدیر کو دیکھو تو اس میں ایک بڑا ہی راز ہے کہ ایک حادثہ ہو گیا، اکثر لوگ مر گئے لیکن جس نے بچنا تھا وہ بچ گیا۔ جب اس سے پوچھا کہ تو کس طرح بچا ہے؟ وہ کہے گا کہ یہی تو ایک معجزہ ہے۔ تو تقدیر باقاعدہ اس کو بچا کے رکھتی ہے تاکہ انسان کو سمجھ آ جائے۔ جو مقدر ہے، جس زمین میں انسان نے جانا ہے اس زمین میں ہی جائے گا۔ جب جانا ہے تو اسی وقت ہی جانا ہے، جتنے آنسو اس کی آنکھ سے نکلنے ہیں اتنی بار ضرور نکلیں گے، چاہے آپ کو آنسو دینے کے لیے کسی کو مرنا ہی پڑے۔ ان لوگوں کی بڑی قربانیاں ہیں کہ جو لوگ چلے جاتے ہیں اور آپ کو غم دے جاتے ہیں۔ اس لیے آپ کی تقدیر اللہ کا نام ہے، اللہ کا فضل ہے اور اللہ کی مہربانی ہے۔ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ پرانے غم جو ہیں وہ نئے زمانے میں آ جاتے ہیں۔ سو تقدیر کو قبول کرو۔ جو چیز نہیں بدل سکتی وہ فائنل ہے اور جو بدل سکتی ہے وہ صرف چھوٹی سی رینج بدل سکتی ہے مثلاً آپ کی مرضی ہے کہ کھانا کھاؤ، مرضی ہے کھانا نہ کھاؤ، لیکن کھانا کھانے کی عادت سے آپ بچ نہیں سکتے۔ یہاں مجبوری ہے اور یہ تقدیر ہے۔ پھر یہ ہے کہ آپ کا چانس کتنا سارا ہے، کہ آپ یہ کھالو، وہ کھالو، دھوکہ کھالو، صداقت کھالو، لیکن کھانے کی عادت ضرور رہے گی کیونکہ یہ آپ کے اندر رکھی گئی ہے۔ تو تقدیر کو سمجھنا بڑا آسان ہے۔ یہ جو کہتے ہیں کہ تقدیر بدلتی ہے تو بدلنے سے پہلے جو چیز تھی اُسے تقدیر نہ کہو، کبھی نہ کہنا بلکہ بدلنے کے بعد جو کچھ ملا ہے وہ تقدیر ہے، یعنی جو کچھ فائنل ملنا تھا اُسے تقدیر کہو۔ چاہے بدلنے

کے بعد ملے یا بدلنے سے پہلے ملے' جو مل گیا وہ تقدیر ہے۔ اسی طرح جو پیدا ہو گیا وہ تقدیر ہے اور جس نے پیدا ہونا ہے' وہ لڑکا ہو سکتا ہے یا لڑکی ہو سکتی ہے' مگر جو پیدا ہو گیا' اس کا ایک نام ہے اور وہ تقدیر ہے بس اتنی سی بات ہے تقدیر کی ـــــــ

سوال:

اگر انسان کوشش کرے تو کیا یہ تقدیر کے پراسیس کا حصہ ہو گی؟

جواب:

جو کوشش ہے وہ تو اللہ کے حوالے سے ہی ہو یعنی جو بھی شخص کوشش کر رہا ہے۔ کوشش کرنے کا جذبہ اللہ کی مہربانی ہے۔ مثلاً چوائس کا دسترخوان آپ کے لیے فکس ہو چکا ہے' آپ اس چیز کو چوائس نہیں کر سکتے جو آپ نے دیکھی نہیں ہے۔ آپ پندرہ آدمیوں میں سے ایک دوست بنالیں' یہ لوگ آپ کے دیکھے ہوئے ہیں اور جو اچھا دوست ہے وہ ہو سکتا ہے کہ افغانستان میں ہو یا آپ کو پتہ نہ ہو کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ چونکہ وہ دوست آپ نے دیکھا ہوا نہیں' آپ اس چوائس سے محروم ہیں۔ تو پیدا ہوتے ہی آپ کی Destiny جو ہے وہ پابند ہو گئی تھی۔ وہ کچھ تو آپ نے دیکھا ہی نہیں ہے۔ دنیا میں آپ آزاد پیدا ہوئے لیکن آپ کو معلوم ہی نہیں کہ دنیا میں کتنی چیزیں ہیں جن کی آپ کے پیدا ہوتے ہی آزادی ختم ہو گئی۔ تو یہ انسان جو ہے آخر ایک راستے کا مسافر ہو جاتا ہے۔ اگر سفر نہ کیا جائے تو امکانات بڑے ہوتے ہیں اور جب سفر کرنے لگو تو ایک ہی راستہ رہ جاتا ہے۔ بس یہ مجبوری ہے۔ مثلاً بے شمار سڑکیں جاتی ہیں اس کے گھر کو' دوست کے گھر کو' جب آپ چل پڑے تو ایک ہی سڑک ملے گی۔ بس اتنی سی کہانی ہے۔ تو امکانات آپ کی آزادیاں ہیں اور ایک سڑک کا سفر جو ہے اس کو آپ مجبوری کہہ لیں' تقدیر کہہ لیں' بس آپ کا یہ حاصل ہوتا ہے۔ اب آپ کا کھانے کا پروگرام کسی بھی شکل میں ہو سکتا ہے' کسی بھی واقعے میں ہو سکتا ہے کہ کیا کھاؤ گے۔ جو مرضی پکاؤ' آج یہ پکاؤ' وہ پکاؤ ـــــ مگر آپ نے جو کھایا وہ مقدر تھا۔ اس لیے مقدر کو بڑی خوشی سے قبول کرو' جھگڑا نہ کرو اس کے ساتھ' صلح سے رہو۔ تقدیر اگر بدل جائے تو بے شک بدل جائے مگر جو ملا پھر وہی مقدر تھا۔ تو نگاہِ مردِ مومن جو ہے وہ آپ کا مقدر ہے اور پھر آنے والا آ جائے گا تقدیر بدلنے کے لیے' وہ کہے گا کہ کہاں سے آئے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میں تقدیر بدلنے کے لیے آیا ہوں۔ مولانا رومؒ بیٹھے ہوئے بچوں کو پڑھا رہے تھے' فقہ' حدیث شریف' بہت ساری چیزیں پڑھا رہے تھے۔ ایک شخص پیدل چلتے چلتے' کئی سال' بڑی عرفانیات لے کر اور پورے عزم کے ساتھ تکمیل کرنے کے لیے' ساری تکمیل کرنے کے لیے' مکمل شرف جو ہے' سارے کا سارا' وہ رومیؒ کے لیے لے کے آ گیا۔ مولانا رومؒ کی تقدیر دیکھو کیسی ہے کہ گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں اور تقدیر دینے والا کہیں دور سے چل کر آ رہا ہے' خدا جانے کہاں سے چلا آ رہا ہے' یہ دم بہ دم آ رہا ہے۔ اور پھر

ایک واقعہ ہو گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مقدر کیسے بنتے ہیں۔ اس پہ کبھی غور کریں تو پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ ایک معاشرہ جس میں برائی آ جائے تو وہ معاشرہ تباہ ہونے کے قابل ہوتا ہے۔ برائی والا تباہ ہو جاتا ہے ناں؟ عرب کا معاشرہ اسلام سے پہلے انتہائی برا تھا کہ تباہ ہونے کے قابل تھا مگر اللہ کے مزاج میں ایسی بات آ گئی کہ اللہ نے حکم دیا کہ اس کو تباہ نہ کرو بلکہ اس کو Reform کرو۔ اب یہ مقدر بن رہا ہے' تباہ ہونے کے لیے وہ معاشرہ انتظار کر رہا ہے' اور تباہی کی بجائے اوپر سے Reformation' رحمت آ گئی ہے بلکہ مکمل رحمت' رحمتِ عالم آ رہے ہیں۔ تو یہ اللہ کے کام ہیں کہ جہاں تباہی کی ضرورت تھی وہاں پر اللہ تعالیٰ نے رحمتیں عطا فرما دیں۔ تو یہ خاص واقعہ ہے تقدیر کو دیکھنے کے لیے اور تقدیر کو سمجھنے کے لیے۔ تو یہ بات دیکھو کہ پانی میں چراغ کہاں جلتا ہے۔ پھر سمجھ آئے گی کہ تقدیر کیا ہے۔ تقدیر یہ ہے کہ غریبی میں بادشاہی کیسے ہوتی ہے۔ تقدیر یہ بھی ہے کہ تضادات میں دیکھو کہ تقدیر کیسے چل رہی ہے۔ جہاں سارے دکھی ہیں وہاں ایک آدمی خوش ہے۔ دوسرا آدمی پوچھتا ہے کہ تمہیں کیا خوشی ہے' تم بھی تو غریب ہو؟ کہتا ہے ہمارا مزاج ہی اور ہے' بس اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ تو یہاں آ کے بات سمجھ آتی ہے کہ تقدیر بدلنے والا دور سے چل کر آتا ہے اور خود بخود ہی آتا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے مقدر پر پورا پورا بھروسہ کریں' اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی سبب بنا لے گا' کبھی آپ کے ہاتھوں

سے نیکی سرزد ہو جائے گی' کبھی کوئی اور بنانے والا آ جائے گا اور کبھی اتفاق سے نتیجہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لیے آپ اپنی اچھی تقدیر کا انتظار کیا کریں۔ کہتے یہ ہیں' اور صحیح کہتے ہیں' کہ جس شخص کا انتظار اچھا ہو گیا اس کا مستقبل اچھا ہو گیا۔ مستقبل کیا ہے؟ تیرے انتظار کا چہرہ اور یہ کہ تو انتظار کیا کر رہا ہے۔ اگر تو اندیشہ کر رہا ہے پھر تیرا مقدر خراب ہو جائے گا۔ اب انتظار کیا کر رہا ہے؟ کہتا ہے کہ میرا خیال ہے کوئی نہ کوئی اچھا واقعہ ہونے والا ہے تو پھر اچھا ہی ہو گا۔ تو جس کا انتظار اچھا ہو گا اس کا مستقبل اچھا ہو گا۔ آپ اپنے انتظار کا چہرہ دیکھا کرو۔ برا انتظار جو ہے یہ برا مستقبل ہے۔ اگر آپ اور کچھ نہیں کر سکتے تو انتظار تو اچھا کر سکتے ہیں ناں' یعنی حسن انتظار۔ حسن انتظار جو ہے یہ آنے والے وقت کی اچھی خبر ہے۔

ہائے مجبوری میری تقدیر کی

ہر قدم پابند ہے تحریر کی

تو تقدیر ہی پابند ہوئی پڑی ہے۔ پتہ نہیں کہ اب کیا کرتا ہے یا اللہ۔ تو تقدیر پہلے لکھی پڑی ہے آپ بات سمجھے ہیں؟ اس کو سمجھنے کا ایک اور نسخہ یہ ہے کہ اگر

؎ تقدیر بدل جائے تو حاصل بھی ہے تقدیر

آغاز کی پیشانی پہ انجام رقم ہے

تو جو فائنل بات تھی وہ تقدیر تھی اور یہ پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔ تو جو شروع سے لکھی ہوئی تھی وہی تقدیر تھی۔ تو پہلے تقدیر میں لکھا ہو گا اور بعد میں بات

شروع ہو گی، واقعات ہوں گے، حالات ہوں گے اور تقدیریں بنتی جائیں گی۔ اور یہ سارا واقعہ جو ہے وہ پہلے قدم کی وجہ سے ہے۔ آپ کا پہلا قدم جو ہے یہ تقدیر کا قدم ہوتا ہے۔ پھر تقدیر آپ کو آہستہ آہستہ اس سمت میں لے جاتی ہے اور پھر اللہ کا فضل ہو جاتا ہے۔ مثلاً آپ سمجھتے ہیں کہ گدھ مردار کھاتا ہے، بہت برا کرتا ہے، لیکن یہ اس کا مزاج ہے۔ اب اس سے آپ کو کیا بات سمجھ آئی؟ کہ بغیر جرم کے گدھ کو مردار دیا جا رہا ہے، اُسے مردار کا پتہ ہی نہیں کہ وہ مردار کھا رہا ہے بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ خوراک کھا رہا ہے۔ اب کیا بات سمجھ آئی؟ اس کی تخلیق میں یہ رکھ دیا گیا ہے کہ یہ کیا کھائے گا۔ اب یہ غور کرنا کہ شاہین کی تخلیق میں رکھ دیا گیا کہ وہ اگر مرے گا تب بھی زمین پر نہیں آئے گا۔ گدھ کی تخلیق میں وہ چیز رکھ دی گئی ہے کہ جو چیز اس کے اندر ہے اور شیر کی تخلیق میں کچھ اور رکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسان کی تخلیق میں یہ رکھ دیا گیا، اس کے مزاج کی شکل بنا دی گئی، اور پھر وہ اس شکل کے مطابق عمل کرتا جائے گا۔ کیا کہا؟ انسان اپنے مزاج کے مطابق عمل کرتا جائے گا۔ قل کل یعمل علی شاکلتہ: آپ کہہ دیجیے کہ ہر چیز عمل کرے گی اپنی شکل کے مطابق۔ اور شکل مزاج کی ہے۔ بس جس کو حسن پرست بنا دیا اُسے چھوڑ دو کیونکہ وہ مکان نہیں بنائے گا اور وہ سفر کر کے جا کے دیکھے گا کہ اس علاقے میں جو انسان رہتے ہیں وہ اچھے لوگ ہوتے ہیں آؤ ان کو دیکھا جائے۔ یعنی کہ وہ مزاج کے مطابق عمل کرے گا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ مزاج کے مطابق چلے گا اور یہ جو مزاج ہے یہ آپ کا مقدر ہے، اس سے آپ بچ نہیں سکتے۔

سوزِ دل پروانہ مگس را نہ دہند

اور جو مگس ہے وہ مگس ہے، وہ شہد بنائے گا اور پروانہ جو ہے وہ شہد سے بھی آگے نکل گیا، یہ کہاں چلا گیا؟ یہ جل گیا اپنے اپنے مزاج کے اندر یہ واقعات جو ہیں یہی تقدیریں ہیں اور یہی مقدر ہیں اور یہی مقدر سازیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے رکھا ہوا ہے اس کو قبول کر لیا جائے۔ ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی چیز موجود ہے۔ آپ گانے کی کتنی ہی کوشش کریں سارے انترے ماترے آپ کو آتے ہوں مگر آپ کو وہ گلا نہیں ملے گا جیسے گانے والا گلا ہوتا ہے۔ آپ جو مرضی کر لیں مگر اس کا گلا بہت اچھا ہو گا۔ کئی لوگوں نے شعر کہنے کے لیے بڑی کوشش کی مگر شعر نہیں کہہ سکے اور جتنے لوگ شعر کو Judge کرنے والے ہیں وہ سارے شعر نہیں کہہ سکتے حالانکہ وہ پوری طرح شعر کو Judge کرتے ہیں اسی طرح کچھ لوگ سٹیج پر جا کر گھبرا جاتے ہیں کہ صاحبان، مہربان، قدردان ــــــ اور بس آگے وہ نہیں بول سکتے۔ ایسا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ کچھ لوگوں کو بولنے کا شوق ہوتا ہے اور وہ بیٹھے بیٹھے تقریر کرتے جاتے ہیں، مسجد میں لوگ بیٹھے ہوں گے اور ایک بزرگ کھڑا ہو جائے گا اور کہے گا کہ دیکھو میری بات سن کے جاؤ۔ تو بولنے کا شوق بھی ایک مزاج ہے۔ اگر آپ اپنے مزاج کو پہچانیں تو تقدیر کا سوال حل ہو جائے گا۔ یہ دیکھنا ہے

کہ آپ کا مزاج کیا ہے' آپ کی تخلیق کیا ہے اور آپ کی تشکیل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کا الگ الگ Taste رکھ دیا ہے۔ ویسے تو گنتی کے ہی ہیں سارے Taste ۔ کل دس بارہ ہی مزاج ہوتے ہیں لوگوں کے۔ اگر آپ غور کریں تو بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ کون کس Category میں ہے' کس قسم کا ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو گھر سے باہر چلتے ہی رہتے ہیں' وہ مسافر ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ہمیشہ ہی ایک جگہ پر رہتے ہیں' مقیم رہتے ہیں' زمانہ اپنی جگہ سے ہل جائے مگر وہ نہیں ہلیں گے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ہمیشہ فگر ورک کرتے رہتے ہیں' Count کرتے رہتے ہیں' گنتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ لکھتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ پڑھتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ہمیشہ بولتے رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اللہ نے جس کام میں لگا دیا وہ لگے رہتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں' میلہ اس کا لگایا ہوا ہے' بڑا عجیب میلہ ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا بدل جائے مگر وہ نہیں بدلیں گے۔ جس کو آپ نے کہا کہ تم نہیں بدلے ہو تو وہ آپ کو کہے گا کہ تم بھی تو نہیں بدلے۔ سارے اپنے اپنے مزاج میں پھنسے ہیں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز اپنے مزاج میں رہن رکھ دی گئی ہے۔ ہر چیز گروی رکھ دی گئی ہے۔ اپنے مزاج سے آپ باہر نکل نہیں سکتے۔ یہ بڑا مشکل ہے۔ یہی مقدر ہے آپ کا۔ یہ مقدر ہے کہ آپ نے آنا ہے اور پھر کچھ عرصے کے بعد جانا ہے۔

اب آپ دعا کریں۔ پہلی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری اپنی تقدیر پر راضی رکھے۔ جو کچھ اس نے ہمارے لیے تجویز اور تخلیق فرمایا ہے ہمیں اس میں خوشی عطا فرمائے۔ ہم سب قبول کرتے ہیں' ہم اپنے طور پر اسے پسند کرتے ہیں۔ یا اللہ تو نے ہمارا جو نصیب رکھا ہے وہ ہمیں منظور ہے۔ ہمیں ہماری زندگی کو بہتر بنانے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں لوگوں کی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ یا رب العالمین ملک او رقوم کی حالت پہ آپ ہی مہربانی فرما۔ اس وقت جو صاحبان مجلس بیٹھے ہیں ان کی زندگی میں جو مسئلے ہیں ان کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں۔ دعا کریں اپنے لیے اور سب کے لیے کہ یا رب العالمین کرم فرما ____

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین محمد و آلہ واصحابہ اجمعین ____ آمین ____ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

Hazrat Wasif Ali Wasif (R.A)

عنوان: کامیابی اور ترقی کیا ہے؟

۱۴ فروری ۱۹۹۱ء



حضرت واصف علی واصف

۱ آج کل کے حالات میں یکسوئی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

۲ یہ جو میثاق کے دن ہمیں الست بربکم کہا گیا تھا وہ ہمیں یاد کیوں نہیں ہے؟

۳ سورۃ یوسف میں جیلر کے لیے رب السجن کا لفظ استعمال ہوا ہے ......

۴ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہی کچھ ہوتا ہے جو تقدیر میں ہوتا ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اپنی مرضی سے تقدیر کو بدلا جا سکتا ہے۔

۵ اگر انسان کوشش کرے تو کیا یہ تقدیر کے پر اسس کا حصہ ہوگی؟

۱۴/فروری ۱۹۹۱ء

(۵)

کامیابی اور ترقی کیا ہے

اصل میں یہ بڑی عجیب بات ہے اور اگر انسان کو یہ بات سمجھ آ جائے تو اسے بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ انسان کی زندگی میں کئی Stages 'زمانے ہیں اور ہر انسان کی زندگی میں یہ Stages آتی ہیں' مختلف زمانے آتے ہیں۔ مثلاً ایک طالب علم امتحان دے چکا ہے اور ابھی اس کا رزلٹ نہیں آیا۔ اس کو جب داتا صاحبؒ کے مزار پہ دیکھا گیا تو کیا وہ وہاں عرفان لینے آیا تھا؟ نہیں' وہ رزلٹ کے لیے آیا تھا۔ تو یہ ایک زمانہ ہے۔ اسی طرح اگر ایک باپ جس کے بیٹے کی شادی ہونے والی تھی وہ داتا صاحبؒ کے پاس آیا تو کیا وہ عرفان لینے آیا تھا؟ نہیں' وہ بیٹے کی شادی کے لیے آیا تھا۔ ایک غریب آدمی بھی آیا جو پریشان تھا اس نے کہا یا گنج بخش۔ تو اس کا مطلب تھا پیسے دے دیں۔ اور ایک اور آدمی جو یہ ساری Stages 'درجے گزار آیا ہے' اس کا پرابلم اور ہے' وہ عرفان کے لیے آیا ہے۔ جب بابا فرید صاحبؒ یہاں تشریف لائیں گے تو یہ اور ہی مقام ہوگا۔ خواجہ صاحبؒ جب داتا صاحبؒ کے پاس آئیں گے تو پھر وہ بڑی دور سے یہاں آ کر چلہ کریں گے۔ تو ان کے لیے اور ہی عرفان ہے۔ اس لیے انہوں نے کہا۔

تو یہ اور طرح کے عرفان کی بات ہے۔ داتا صاحبؒ جانے والا ہر بندہ' ہر طرح کا ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک چوری کرنے والا داتا صاحبؒ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ آج مہربانی فرماؤ۔ اسی طرح ایک رشوت لینے والا کہتا ہے کہ بڑے دن ہو گئے' ہم فاقے سے مر رہے ہیں' روز انتقال ہو رہے ہیں مگر تحصیلدار او پر بیٹھا رہتا ہے' دعا کریں کہ تحصیلدار ادھر اُدھر ہو جائے اور میں انتقال کر کے پیسے منتقل کر لوں۔ اب یہ اور چیز مانگ رہا ہے۔ اس لیے ایک سوال کا ایک زمانے میں اور جواب ہوتا ہے' دوسرے زمانے میں اور جواب' اور تیسرے زمانے میں ایک اور جواب ہوتا ہے۔ لہذا جو گنج بخشؒ ہیں وہ تو گنج بخشی کرتے ہیں لیکن وہاں آنے والا اپنے لیے ''گنج'' متعین کرتا ہے۔ اور یہیں سے انسان مار کھاتا ہے۔ وہ نہیں کہتا ہے کہ تو تو دینے والا ہے' میرا کیا ہے...... اور پھر اس طرح دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ تو اس طرح لوگ اللہ تعالیٰ کو دعا کے لیے پکارتے رہتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہیں جو اس کو اس طرح پکارتے ہیں جس طرح پکارنا چاہیے۔ اگر آپ کا سوال سچا ہے تو جواب بھی سچا ہوگا اور اگر آپ جھوٹ میں ہیں تو جواب اسی طرح ہوگا۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کس حالت میں بیٹھے ہیں۔ پہلے اپنی حالت دیکھو اور پھر سوال یا جواب کو پہچانو۔ پھر پتہ چلے گا کہ آپ کس حالت میں ہیں اور جواب صحیح ہے یا غلط ہے۔ جب آپ صادق ہو جائیں گے' سچ بولنے کا فیصلہ کر لیں گے تو پھر جو سوال ہوگا وہ ٹھیک ہوگا اور جو بھی جواب ہوگا وہ ٹھیک ہو

گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سائل کے یا سوال کرنے والے کے ذہنی اور روحانی درجات کے مطابق جواب کی اہمیت ہوتی ہے۔ ایک بیمار آدمی ایک درویش کے پاس گیا اور بڑا مشکل سوال کر دیا۔ درویش نے اسے کچھ کھلا دیا۔ اس نے کھایا اور ٹھیک ہو گیا۔ اب یہ درویش کا ایک اور ہی درجہ ہے اور یہ درجہ ہے ماہیت اشیاء سے صفات پیدا کر دینا۔ بات سمجھ آئی؟ ایسے بھی درویش آئے کہ کھٹے سے کھٹاس نکال دی اور میٹھے سے مٹھاس نکال دی۔ تو وہ یہ سارے واقعات کر سکتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتے ہیں تو اس چیز میں اور صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو کسی شے کو حکم دینے والا اس شے کی صفت کو اس سے الگ کر سکتا ہے۔ ایک آدمی ایک درویش کے پاس گیا کہ مجھے فلاں شخص پر شک ہے کہ وہ میری چوری کرے گا۔ انہوں نے کہا اس شخص کو چوکیدار بنا دو، اس پر اعتماد کرو اور اعتبار کرو۔ تو آپ جس آدمی پہ اعتبار کریں اس میں اعتبار پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کسی غنڈے کو غنڈہ کی بجائے انسان کہنا شروع کر دو تو شاید وہ انسان ہی بن جائے۔ اور اگر کسی انسان کو غنڈہ کہنا شروع کر دیں تو غنڈہ پن اس میں پیدا ہو جائے گا۔ اگر کسی پر شک کریں تو عام طور پر وہ شخص برا ہو جاتا ہے اور یقین کرنے سے عام طور پر لوگ اصلاح میں آ جاتے ہیں۔ اگر کسی پہ اعتبار کیا اور اسے کہا کہ جاؤ تمہیں اعتبار ہے تو وہ تقریباً ٹھیک ہو جاتا ہے۔ گناہ اللہ کے حکم کے خلاف عمل کا نام ہے۔ ماں باپ گناہ سے منع کرتے ہیں، مولوی صاحب بھی گناہ سے منع کرتے ہیں۔ انہوں نے اس طرح سختی سے منع کیا جیسا کہ منع کرنے کا حق تھا۔ اب گناہ اگر ہو گیا تو یہ ماں

باپ کی یا مولوی صاحب کی حکم عدولی گنی جائے گی۔ اصل میں گناہ کیا ہے؟ اللہ کی حکم عدولی۔ بچے کے ذہن میں کیا ڈر ہوتا ہے؟ کہ یہ ابا جان نے منع کیا ہے۔ اب ماں باپ جو ہیں وہ اللہ کی طرف سے ذمہ دار بن جاتے ہیں کہ وہ بچے کو روکیں۔ جب ماں باپ ساتھ نہیں ہوتے تو وہ بچہ اپنے محافظوں کو آگے پیچھے کر کے گناہ کر سکتا ہے۔ اور اگر ذہن میں یہ تصور ہو کہ خدا نے یہ منع کیا ہے اور اس سے میں بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ میری تنہائیوں میں بھی ہے، حاضری میں بھی ہے، وہ ہر جگہ ہے ...... پھر وہ گناہ نہیں کر سکتا۔ اس طرح ایک کمزور آدمی بڑا مضبوط ہو جاتا ہے۔ جو یہ بات سمجھ جائے وہ تو پھر بادشاہ ہے۔ اگر آپ بچے پہ پہرہ دیتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں تو آخر آپ کو نیند آ جائے گی۔ بچہ کہے گا کہ اب گناہ کا موقع ہے۔ تو آپ خدا کو Represent نہیں کر سکے اور نہ کوئی کر سکتا ہے۔ تو یہ ہے ہمارے حکم دینے اور پیغمبروں کے حکم دینے میں فرق۔ وہ یہ کہیں گے کہ تم جانو اور تمہارا خدا جانے، تم نے گناہ نہیں کرنا، خدا ظاہر ہے، باطن ہے، حاضر ہے اور غائب ہے، اسی نے تمہیں پکڑنا ہے اور آخرت میں جواب دہی ہو جائے گی اور اس طرح تم برباد ہو جاؤ گے۔ اور آخر میں کہیں گے وما علینا الا البلاغ ہم نے تو تمہیں بات بتا دی ہے۔ اب وہ بچہ خدا کے حوالے ہو جائے گا۔ کس کی مجال ہے کہ اب وہ گناہ کرے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کچھ لوگ سماج کی نماز پڑھتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ اگر نماز نہ پڑھی تو سماج کیا کہے گا۔ سماج اگر برائی کرے گا تو یہ شخص بھی برائی کرے گا۔ تو وہ سماج کی عبادت کرتا ہے

اور سماج سے ہی بغاوت کرتا ہے۔ سماج جو ہے یہ ڈسپلن نہیں کر سکتا۔ مثلاً لوگ کہتے ہیں کہ تم ٹی وی نہ دیکھو یہ بری بات ہے۔ مگر گھروں میں ٹی وی چل رہے ہیں اور چار چار ٹی وی ہیں۔ اب ان کی بات کوئی اثر نہیں کرے گی کیونکہ سماج اس کی اجازت دے رہا ہے۔ اس لیے یا تو اپنا اخلاق سماج کے حوالے کرو یا پھر اللہ کے حوالے کرو۔ آپ یہ کہیں کہ ہم اس لیے اخلاق والے ہونا چاہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ کا منشاء ہے۔ آپ کے آدھے معلم اور آدھے محاسبہ کرنے والے لوگ اس لیے فیل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنی طرف سے فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ کو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ کون سی بات اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ ورنہ سماج جو خامی کر رہا ہے وہ سارے لوگ کریں گے۔ سماج کی نماز پڑھنے والا کبھی کبھی ماں باپ کی نماز پڑھتا ہے اور ماں باپ کے انتقال کے بعد وہ نماز رہ جاتی ہے۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کسی اور وجہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو صرف اللہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ اللہ قائم ہے تو ان کی نماز بھی قائم ہو جاتی ہے۔ اور اگر پڑھانے والا قائم نہ رہا تو پڑھنے والا قائم نہیں رہے گا۔ لہٰذا نماز پڑھانے والا اللہ ہی کو ہونا چاہیے۔ پڑھنے والی صرف اللہ کی نماز ہوتی ہے۔ تو جب تک اللہ ہے اس کی نماز پڑھتے رہو گے۔ اگر ابا جان کے حکم سے نماز شروع کی تھی تو وہ تو کل کو اس دنیا سے چلے جائیں گے پھر نماز بھی رہ جائے گی۔ یہ نہ کہنا کہ ابا جان کہتے تھے نماز پڑھو بڑا مارتے تھے' اس طرح نماز کی عادت بن گئی مگر عادت کی نماز' شریعت کی نماز' سماج کی نماز اور ضرورت کی نماز الگ الگ ہیں۔ ضرورت کی نماز

والا دعا مانگے گا' بار بار دعا مانگے گا' دس دعائیں نامنظور ہو گئیں تو پھر دعا شروع۔ اس طرح وہ اللہ سے ہر چیز ہی مانگتا جاتا ہے' یہ بھی دے' وہ بھی دے' پھر دعا مانگے گا کہ یا اللہ مجھے کار دے' مجھے نہیں دیتا تو اس سے چھین لے یا مجھے اندھا کر دے کہ میں کار ہی نہ دیکھوں۔ تو ایسے لوگوں کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ اگر مجھے حاصل نہیں تو لوگوں کو بھی حاصل نہ ہو۔ اگر آپ اپنے کام اللہ کے سپرد کر دو تو اللہ کی طرف سے کام جاری رہیں گے۔ تو درمیان میں جو معلم ہوتے ہیں وہ ہیں اساتذہ' ماں باپ' قاضی' ملا اور پیر صاحب۔ پیر صاحب عام طور پر رعایت کرتے ہیں۔ کیا رعایت کرتے ہیں؟ کہ وہ انسان کو اس کی غلطی پر سزا نہیں دیتے تاکہ وہ توبہ کر سکے اور پھر وہ اسے اللہ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ تو اپنے آپ کو اپنے حوالے نہ کرو' "ڈسپلن" کے حوالے نہ کرو۔ اس لیے غور کرنے والی بات یہ ہے کہ آپ کے اندر ہی خیال پیدا ہوتا ہے' سوال پیدا ہوتا ہے اور اسی کے اندر ہی جواب ہوتا ہے۔

سوال:

انسان اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے کچھ غلطی تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے بارے میں اچھا گمان کرے گا۔

جواب:

اتنا فیصلہ تو آپ اپنے آپ میں کر لیں۔ آپ میں گمان کرنے کا فیصلہ ہونا چاہیے اور یہ فیصلہ تنہائی میں ہو گا کہ میں مجرم ہی مجرم ہوں یا میں کوئی ٹھوس

حقیقت ہوں۔ تو اتنا فیصلہ ضرور ہونا چاہیے اور اپنی Judgement ہونی چاہیے کہ آپ کی جو زندگی گزر رہی ہے وہ کس مقصد کے لیے گزر رہی ہے۔ اگر آپ کی زندگی آخرت کے لیے گزر رہی ہے تو آپ سچے ہیں۔ اور اگر یہاں کی Development کے لیے گزر رہی ہے تو تقریباً جھوٹی ہے۔ اتنا تو آپ کو ضرور پتہ ہونا چاہیے۔ آپ باشعور ہیں اور آپ کو یہ پتہ ہونا چاہیے کہ حقیقت کیا ہے۔ کیا آپ اپنے جانے والوں کے پاس کبھی قبرستان میں گئے ہیں؟ اگر گئے ہیں تو سچے آدمی ہیں۔ اور اگر یہ کہا کہ مصروفیت تھی، میں ادھر اُدھر چلا گیا، بس ٹائم نہیں ملا تو یہ دھوکہ ہے کیونکہ آپ حقیقت والوں کے پاس نہیں گئے۔ حقیقت وہیں پہ ہوتی ہے۔ آخرت اور دنیا کے درمیان قبر ہی دروازہ Open کرتی ہے۔ اب یہاں سے آخرت کا سفر شروع ہوگا یعنی قبرستان کو دیکھ کر یا قبر کو دیکھ کر۔ اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں اور وہاں کے درمیان قبر ایک دروازہ ہے۔ وہ لوگ پار چلے گئے اور آپ ابھی یہاں بیٹھے ہیں۔ تو آپ کو اپنے زمانے کی خبر ہوتی ہے، ضرور ہوتی ہے، اچھی خاصی ہوتی ہے اور آپ کو پتہ چلتا ہے کہ میں کہاں بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ چیز جو آپ ماں باپ کے سامنے نہیں لے جانا چاہتے وہ بری ہے، وہ کام جو ماں باپ کے سامنے نہیں کر سکتے، وہ گناہ ہے، وہ بات جو آپ چاہتے ہیں کہ کوئی اور نہ دیکھے، وہ غلطی ہے۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ نیکی کر کے لوگوں میں مشہور ہو جائیں تو یہ نمائش ہے۔ انسان کو اپنا پتہ چل جاتا ہے، ہر حال میں پتہ چل جاتا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ تو اپنے سچ جھوٹ کا پتہ چل جاتا ہے۔ مثلاً جب آپ چاہتے ہیں کہ میرا یہ عمل میری اولاد کو نہ ملے تو یہ بُرا عمل ہے۔ جب آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ عمل جو میں نے کیا ہے وہ میری اولاد کے پاس نہ جائے تو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ بدی ہے۔ کسی نے پوچھا کہ نیک آدمی کی تعریف کیا ہے تو اس نے کہا کہ نیک آدمی وہ ہے جو ایسا کام کرے جو وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیٹیاں بھی کریں۔ اگر وہ کچھ چھپانا چاہتا ہے تو یہ بدی ہوتی ہے یا کمزوری ہوتی ہے۔ یہ انسان کے ساتھ بڑی مہربانی ہوتی ہے کہ سوال کے ساتھ جواب آ جائے۔ ہمارے خیال میں یہ اچھی بات ہے۔

اب آپ اور سوال پوچھیں ____ بولیں ____

سوال:

آپ نے اپنی کتاب "دل دریا سمندر" میں فرمایا ہے کہ ظالم اور گناہگار سے دعا کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آیا کیونکہ پھر گناہگار تو دعا مانگے گا ہی نہیں ____

جواب:

بزرگ یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ تعالیٰ مجھے گناہوں سے بچا اور خاص طور پر ان گناہوں سے بچا جو دعا چھین لیتے ہیں۔ مثلاً ایسا گناہ جس کے بعد دعا کا شعور ہی نہ ہو جیسے کہ شیطان نے گناہ کیا، انکار کیا، اس کو دعا یاد ہی نہیں رہی۔ آدم علیہ السلام نے غلطی کی اور پھر دعا مانگی ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا۔

شیطان میں گناہ اور معافی کا تصور ہی نہ رہا اور وہ آگے سے اکڑ گیا' کہنے لگا یا اللہ تعالیٰ' انا خیر منه خلقتني من نار و خلقته من طين مجھے آپ نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے پیدا کیا۔ انا خیر میں اس سے بہت بہتر ہوں۔ بجائے اس کے کہ وہ اللہ سے معافی مانگے وہ کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔ اللہ نے کہا کہ تو نے اس کے سامنے میرے حکم سے جُھکنا تھا۔ تو اللہ جہاں کہے کہ جھک جاؤ تو جھک جاؤ اور جہاں کہے کہ نہ جھکو تو نہ جھکنا۔ ایک آدمی کسی یونیورسٹی میں ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ تھا۔ وائس چانسلر نے اسے کہا کہ آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں پڑھائی اچھی نہیں ہو رہی۔ کہتا ہے ہاں جی غلطی ہو گئی' واقعی پڑھائی نہیں ہو رہی۔ اس نے پھر پوچھا کہ کیا آپ وہاں باقاعدگی سے نہیں جاتے۔ کہتا ہے ہاں جی لیٹ ہو جاتا ہوں۔ کچھ عرصہ بعد وہاں لڑکوں کے اچھے نمبر آئے تو وائس چانسلر نے کہا کیا آپ کا لڑکا فرسٹ آ رہا ہے۔ کہتا ہے ہاں جی۔ مہربانی ہے۔ وائس چانسلر نے پوچھا ڈاکٹر دلاور صاحب میں جو کہتا ہوں آپ ہاں کہتے جاتے ہیں' اچھا کہتا ہوں تو اچھا کہتے ہو اور بُرا کہتا ہوں تو بُرا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا میرا نام دلاور حسین ہے' امام حسینؑ نہیں کہ سچ بولتا جاؤں' میں نے تو آپ کو راضی کرنا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ یعنی اگر اللہ کو راضی کرنا ہے تو جو وہ کہتا ہے اُسے مانتے جاؤ۔ تو حق دعا چھن جانے کا مطلب یہ ہے کہ دعا کا فنکشن ہی ختم ہو جائے۔ یہ وقت کب آتا ہے؟ مثلاً ایک آدمی ولایت کے درجے پر فائز نہیں ہے اور وہ ولی بن بیٹھے' یہ وہ آدمی ہے جو خدا کو خدا نہیں مانتا۔ کہتا ہے خدا کوئی نہیں

ہے اور ولایت صرف بن جانے کا نام ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو حضور پاکؐ کے بارے میں اپنی طرف سے خواب بیان کر بیٹھے۔ اس کو حضور پاکؐ کے حاضر و ناظر ہونے کا یقین ہی نہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ اللہ کی رحمت انسان کو دیکھتی ہے کہ اُسے کیا بنانا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو کہا گیا کہ تمہارا نام ہم بلند نہیں لکھتے تو اس نے کہا چلیں پھر انسانوں میں لکھ دیں۔ کتابوں میں ایک کہانی لکھی ہوئی ہے کہ ایک بندہ تھا' بڑا عابد تھا' عبادت کرتے کرتے اللہ سے کہنے لگا یا اللہ یہ کائنات ایسے ہو جائے' درخت ایسے ہو جائیں' اگر یہ پہاڑ ہٹ جائیں تو ہم اُدھر کے لوگوں کو تبلیغ کر لیں گے۔ آواز آئی کہ تو ہماری کائنات میں نقص نکالتا ہے؟ جا ہم نے تیرا نام مردودوں میں لکھ دیا...... وہ بندہ سمجھدار تھا' بولا کہ جہاں بھی لکھ' ہم راضی ہیں۔ اللہ نے کہا جا ہم نے تیرا نام بلند کر دیا! بات اتنی ساری ہے کہ تم نے اللہ کو راضی کرنا ہے' تو نے مقامات کو کیا کرنا ہے۔ تو منزلوں اور مقامات' دونوں سے آزاد ہو جاؤ۔ انسانوں کی سب سے بڑی خواہش یہ ہو سکتی ہے کہ وہ خدا بن جائیں' بھگوان بن جائیں اور لوگ ان کی اطاعت کریں۔ مثلاً کوئی شخص سیاسی جماعت والے سے کہتا ہے کہ میں جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ وہ پوچھے گا کہ کیا ہو گے؟ کہتا ہے پریذیڈنٹ بنا دو یا پھر سیکرٹری جنرل بنا دو' اس سے کم میں تو ہم کام نہیں کر سکتے۔ ہر آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں ایڈوانس ہو جاؤں۔ اور اگر بندے کے دل میں اللہ والا ہونے کی خواہش ہے تو اللہ کے دل میں بندے کی خواہش ہے۔ تو کیا

آپ اس بات سے راضی نہیں ہو سکتے کہ اللہ کو بندے سے محبت ہے۔ آپ اس سے محبت کر کے راضی ہو جاؤ۔ جب انسان اپنے آپ سے بلند ہونے کی خواہش کرتا ہے تو یہاں پہ انسان گرتا ہے۔ اپنے سے کم تر ہونے کی خواہش بھی جھوٹ ہے' کہ ہم تو مٹی ہیں' خاک ہیں۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ اپنے درجے کی خواہش ہونی چاہیے۔ کہتے ہیں کہ ایک بندہ گمراہ نہیں ہوتا اور اس کی نشانی میں بتاتا ہوں' جو صرف کہنا مانتا ہے۔ اُسے اگر کہو کہ خود راہ طے کرو تو وہ کہے گا کہ میں نے راہ طے نہیں کی بلکہ آپ حکم فرمائیں تو میں راہ طے کروں۔ اُسے اگر کہیں کہ چلے جاؤ تو وہ چلا جائے گا اور اگر کہیں کہ واپس آ جاؤ تو وہ واپس آ جائے گا۔ اب اس کی راہ کسی کے ذمے لگ گئی' اس لیے ماننے والا گمراہ نہیں ہوتا۔ اس لیے اپنے آپ کو زیادہ Independent نہ بناؤ' کہنا مانو' کہے تو چلے جاؤ' بلائے تو آ جاؤ' وہ کہے سجدہ کرو تو سجدہ کر دو اور کہے کہ اب یہ کام کرو تو وہ کام کر دو۔ تو ایک سفر کا مسافر گمراہ نہیں ہوتا اور وہ ہے "حکم" کا سفر۔ اپنے سفر کو حکم کا سفر بناؤ' خواہش کا سفر نہ بناؤ۔ اگر خواہش کا سفر بنایا تو برباد ہو جاؤ گے۔ یہ نہ کہنا کہ شیخ نے کہا تھا کہ اُدھر چلے جاؤ اور ہم جنازے کے ساتھ چلے گئے کیونکہ وہ نیکی کا کام تھا۔ نیکی کا کام اچھی بات ہے مگر تمہارے لیے حکم یہ تھا کہ یہ کام کرو۔ کیونکہ تم حکم کے مطابق چلنے کا عہد کر چکے تھے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اس کائنات میں سب سے بڑی خواہش اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی زیارت ہے اور انسان کا سب سے بڑا مرتبہ بھی یہی ہے۔ ایک آدمی اللہ کے محبوب ﷺ کی زیارت کے لیے گھر سے نکل پڑا۔

ماں نے اُسے کہا کہ آپ اگر مسجد میں ہوں تو ان سے مل لینا۔ وہ سفر طے کرتے کرتے' میلوں پیدل چلتے چلتے پہنچے۔ آپ ؐ اس وقت حجرہ مبارک میں تھے' مسجد میں نہیں تھے۔ تو وہ ماں کے حکم کے مطابق واپس آ گئے۔ انہوں نے ایک بار پھر تیاری کی' سفر کا عزم باندھا۔ ماں نے کہا اگر آپ ؐ حجرے میں ہوں تو مل لینا۔ جب وہ گئے تو آپ ؐ مسجد میں تھے۔ اس آدمی کا نام حضرت اویس قرنیؓ ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ جب حضور پاک ؐ کا وصال ہوا تو آپ ؐ نے اپنا جبہ مبارک انہی کو بھیجا۔ کیوں؟ کہ تم نے ہمارے کہنے کے مطابق ماں کا حکم ایسا مانا کہ ہمارا دل خوش ہو گیا۔ اس کو اویسی نسبت کہتے ہیں' کہ دور سے محبت کی منظوری آ جائے۔ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں دیدار نہیں ہوا مگر حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے پاس آنے والے جلیل القدر صحابہؓ سے پوچھا کہ آپ لوگ تو حضور پاک ﷺ کے پاس رہتے رہے ہو' یہ بتاؤ کہ کیا ان کی بھنویں مبارک آپس میں ملی ہوئی تھیں؟ انہوں نے کہا ہماری جرأت نہیں ہوئی کہ ہم چہرہ دیکھیں۔ حضرت اویس قرنیؓ نے کہا کہ پھر میں بتاتا ہوں' آپ ؐ کی بھنویں ملی ہوئی تھیں۔ تو انہوں نے نہ دیکھ کے بھی دیکھ لیا اور ابو جہل نے دیکھ کے بھی نہ دیکھا...... تو حکم کا مسافر بھی گمراہ نہیں ہوتا' وہ پار پہنچ جاتا ہے۔ آپ اپنے آپ کو حکم کا مسافر بناؤ اور خواہشات سے بچ جاؤ۔ اگر یہ دعا کریں کہ اللہ کرے آپ کو خواہش کی کامیابی نہ ملے تو پھر آپ کو وہ کامیابی مل جائے گی جس کا آپ کو اصل میں انتظار ہونا چاہیے۔ ورنہ تو آپ اِدھر مصروف ہیں' اُدھر مصروف ہیں' خدا جانے کیا کیا

مصروفیات ہیں۔ اس لیے اس خواہش سے گناہ سے بچ جاؤ جو دعا چھیننے والے ہیں ان سے دل سخت ہو جاتا ہے دل تنگ ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص جانتا ہے کہ میرے لیے اب دعا کا کوئی فائدہ نہیں۔ تو اللہ کی رحمت سے مکمل طور پر مایوس ہونے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا۔ گناہ آپ کو مایوس کرے گا۔ جس کو یہ پتہ ہو کہ میری ماں ناراض ہے تو اس نے کیا دعا مانگی ہے۔ ایسا آدمی دعا نہیں مانگ سکتا۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچائے خاص طور پر ان گناہوں سے جو دعا چھین لیتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے۔ جس آدمی سے کوئی گستاخی سرزد ہوگی ہے وہ دعا کا سہارا نہیں لے سکتا، سود کھانے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا، غلط واقعات کرنے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا، ظالم شخص دعا کا سہارا نہیں لے سکتا، حرم کی توہین کرنے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا، جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے Trespass کرنے والا دعا کا سہارا نہیں لے سکتا۔ جو چیزیں اللہ کی طرف سے ممنوع ہیں ان سے Trespass کرنا، تجاوز کرنا گناہ ہے۔ مثلاً یہ ایک لسٹ آئی ہوئی ہے کہ ماں، خالہ اور اس طرح کے رشتوں سے شادی نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی اس لسٹ میں چلا جاتا ہے تو پھر دعا ختم۔ تو انسان اللہ کے حکم کو Violate نہ کرے۔ اس طرح ساری دعا چھن جائے گی اور وہ کہے گا کہ کیا دعا مانگی ہے دعا کا کیا کام ہے، کوشش کریں گے اور پار ہو جائیں گے۔ بات سمجھ آئی؟ اس لیے اللہ تعالیٰ ان گناہوں سے بچائے جو دعا چھین لیتے ہیں۔

گناہوں نے دعائیں چھین لی ہیں

خطائیں کچھ زیادہ ہم نے کی ہیں

تو گناہ ہی دعا چھینتا ہے۔ وہ دوست بدبخت ہوتا ہے جو آپ سے یہ کہے کہ چھوڑو دعاؤں میں کیا پڑا ہے، کوشش ہی سب کچھ ہے۔ زندگی کوشش نہیں ہے۔ کوشش سارے بچے کرتے ہیں مگر پاس کوئی کوئی ہوتا ہے۔ کوشش یعنی Effort اور چیز ہے نصیب اور چیز ہے۔ غریب آدمی اگر اللہ کے قریب ہو جائے تو بڑی بات ہے۔ کوشش سے کچھ اور ہی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ایک آدمی نے بڑی کوشش کی بڑی محنت کی لمبی لمبی تقریریں کر کے کامیاب ہو گیا اور پھر پرائم منسٹر بن گیا۔ بعد میں پھانسی ہوگئی۔ کوشش کامیاب ہوگئی مگر نصیب فیل ہو گیا۔ دعا یہ کیا کرو کہ آپ کی کوشش اور نصیب مل کے سفر کریں۔ صرف کامیابی تو کامیابی نہیں ہے فرعون بھی تو کامیاب تھا بادشاہ تھا، اس زمانے کا بادشاہ تھا کہ ساری زمین تابعدار تھی مگر یہ اس کی بدنصیبی تھی۔ بے شمار کوششیں کامیاب ہونے کے بعد بندہ ناکام ہو جاتا ہے۔ مرتبہ مل جاتا ہے مگر انسان ناکام ہو جاتا ہے۔ تو یہ بڑی تکلیف کی بات ہے۔ اس بات کو سمجھا کرو۔ غور سے دیکھو گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ بندہ کامیاب ہے مگر نتیجہ فیل ہے۔ ہر وہ آدمی جو گناہ میں کامیاب ہو جائے وہ فیل ہو گیا۔ اس نے کوشش کر کر کے گناہ کی تلاش کی اور وہ کامیاب ہو گیا، مگر وہ فیل ہو گیا۔ جب وہ دوزخ میں جائے گا تو اگر اس سے پوچھا جائے کہ یہاں کیسے آئے ہو تو وہ کہے گا کہ میں کامیاب ہو کے آیا ہوں۔ کامیاب گناہ ہی سزا پاتا ہے

ناں۔ ناکام گناہ والا تو بچ جاتا ہے۔ اس لیے اگر بنیادی غلط ہو تو پھر کامیابی کیا ہے۔ اگر مقصد بد ہو تو کامیابی نقصان ہے اور مقصد اچھا ہو تو ناکامی ہوتی ہی نہیں ہے۔ یہ کون بتائے گا؟ یہ بتانے والا ایک شخص ہوتا ہے جو یہ بتائے گا کہ اچھا مقصد کیا ہے اور برا کیا ہے۔ اس میں بہت دھیان کرنا چاہیے۔

سوال:۔

اللہ نے تو کہا ہے کہ کوشش کرنی چاہیے......

جواب:۔

اللہ نے بے شک کہا ہے کہ یا ایھا الانسان انک کادح کہ اے انسان تجھے میں نے محنت کرنے والا بنایا۔ تو آپ یہ محنت کریں کہ اپنے رب کے راستے پر چلیں۔ تو محنت کر اپنے رب کی طرف اور پھر اس کے پاس پہنچ جا۔ تو محنت کیا کرتی ہے؟ اللہ کی طرف۔ محنت تو انسان نے ضرور کرنی ہے' اس کی فطرت ہے محنت کرنا۔ یہ نہ ہو کہ وہ بدی کی طرف محنت کرتا جائے۔ یہاں سے وہ برباد ہو جائے گا۔ تو محنت کیا کرنی چاہیے؟ اللہ کی طرف۔ تو پھر محنت کامیاب ہو جائے گی۔ کوشش ضرور کرنی چاہیے' کیوں نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن اکثر کوششیں ناکام ہوتی ہیں۔ مثلاً آپ کوشش کر رہے ہیں' زیادہ سے زیادہ کوشش کریں گے مگر بنیادی بات یہ ہوگی کہ آپ دنیا میں مقام حاصل کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ اور یہی تو ناکامی ہے۔ ہر آدمی دنیا میں ٹھہرنے کی کوشش کرتا ہے مگر کسی نے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے مکان بنانا ہے۔ مکان ضرور بناؤ مگر ایسا بناؤ کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ مگر آپ تو ایسا بناؤ گے نہیں جس کو چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ لیکن آپ نے چھوڑنا ضرور ہے۔ یہ ضرور سوچنا کہ وہ کون سی ایسی محنت ہے جس کے ضائع ہونے پر آپ کو افسوس نہ ہو' آپ کے پاس کتنا پیسہ ہونا چاہیے کہ مرتے وقت افسوس نہ ہو' کون سی ایسی بات ہے جو آپ کرنا چاہتے ہیں اور جس کا مرتے وقت افسوس نہ ہو...... آپ کے پاس جتنی زیادہ خوبصورت چیز ہوگی' چھوڑتے وقت اس کا اتنا زیادہ درد ہوگا۔ چھوڑنا آپ نے ضرور ہے چھوڑنے کا درد کس کو ہوگا؟ جو پہلے چھوڑ چکا ہے۔ جو پہلے چھوڑ چکا ہو اس نے کیا ڈرنا ہے اور اُسے کیا ہونا ہے۔ تو کوشش کیا ہونی چاہیے؟ جو مرضی حاصل کرو مگر اُسے چھوڑنا مشکل نہ ہو۔ اس سے پہلے کہ ہر چیز چھن جائے' آپ چھوڑ دو۔ آپ کو آسانی ہو جائے گی۔ جس آدمی کی موجودہ زندگی کا آنے والی زندگی سے فرق ہوگا وہ برباد ہو جائے گا۔ یعنی اگر اب زمین کے اوپر اور پھر زمین کے نیچے فاصلے بہت زیادہ ہوں تو پھر سمجھو کہ آپ کی محنت برباد ہوگئی' سب ضائع ہوگیا۔ اگر زمین کے نیچے بھی آپ کا وہی حال ہے جو پہلے اوپر تھا۔

اُڑنے سے پیشتر بھی میرا رنگ زرد تھا

یعنی ہم تو پہلے سے ہی مرے ہوئے تھے۔ پھر آپ کو آسانی ہو جائے گی ......بات سمجھ آ گئی؟ اب بات آسان ہو جائے گی ......اب اور سوال پوچھو......

سوال:۔

اگر ہم اللہ کی رضا پر راضی ہو جائیں تو پھر کوشش تو چھوڑ دیں گے اور ترقی نہیں کر سکیں گے.....

جواب:۔

آپ یہ سوچیں کہ آپ نے کدھر رہنا ہے' کدھر جانا ہے۔ میں نے بار بار کہا ہے کہ تم نے ساٹھ سال میں گھر سے لے کر قبرستان تک کا سفر طے کرنا ہے۔ اور کدھر جانا ہے؟ تو یہاں نہیں رہنا۔ یہ سوچو کہ کدھر جانا ہے؟ آپ کہتے ہیں کہ مستقبل کے لیے کام کر رہے ہیں کہ کل کو یہ اچھا ہو جائے گا۔ مگر مستقبل سے آگے ایک اور مستقبل ہے' اس کا بھی خیال رکھو۔ ترقی ضرور کرو۔ کون سی ترقی؟ آپ کے ماں باپ ترقی کر گئے' دادا بھی ترقی کر گئے۔ مثلاً اکبر بادشاہ بڑا مال دار تھا تو وہ کہاں گیا؟ وہ ظلِ سبحانی' آنجہانی ہو گیا' سب کچھ چھوڑ گیا۔ آپ یہ دیکھو کہ یہاں کیا کیا رونقیں تھیں' کیا زندگی تھی' کیسے کیسے بندے آئے۔ آپ ضرور ترقی کرو' فتوحات کرو' اچھی بات ہے مگر یہ جان لو کہ آخری فتح کسی اور کی ہے تاکہ تمہارے اندر فخر پیدا نہ ہو۔ یہ بات سمجھ آئی؟ میں یہ نہیں کہتا کہ ترقی نہ کرو۔ آپ اپنے مکان پر ضرور جھنڈا لگاؤ لیکن یہ جھنڈا ''آخری'' ہونا چاہیے' جس کے بعد کوئی جھنڈا نہیں لگتا۔ آپ زندگی اچھی گزاریں' مال بھی کمائیں' ضرورتیں اپنی بھی پوری کرو اور لوگوں کی بھی۔ لیکن ایک مہمان کی ضرورت آپ نے پوری کرنی ہے' ایک ''مہمان'' آئے گا اور وہ آپ کو ساتھ لے جائے گا۔ باقی مہمانوں کو کھانے کھلاؤ' بڑے بڑے ڈنر سیٹ منگواؤ مگر بعد میں ایک مہمان اور آنے والا ہے' اس کے لیے بھی کچھ انتظام کرو۔ اس نے کہنا ہے کہ میں آ گیا ہوں۔ آپ کہیں گے کہ کیا چاہیے تو وہ کہے گا کہ ''تو ہی چاہیے'' تو وہ آپ کو لے جائے گا' وہ یہ ٹائم نہیں دے گا کہ چابیاں سنبھال لو' کوئی الاٹمنٹ کرا لو یا کوئی وصیت لکھوا لو۔ تو وہ یہ ٹائم نہیں دیتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ترقی نہ کرو' ترقی ضرور کرو مگر یہ خیال رکھنا کہ ترقی ایک عارضی لفظ ہے اس دنیا میں۔ ترقی کی مثال ایک بحری جہاز سے دیتے ہیں جس میں پانی میں نہ ڈوبنے کی صلاحیت ہوتی ہے' تو وہ جہاز ہو گا' بادبان ہو گا اور ہوائیں ہوں گی۔ جہاز تو ہو گا لیکن یہ پتہ نہیں ہو گا کہ جانا کہاں ہے۔ تو آپ کی ترقی ڈیویلپمنٹ کا کام ہے مگر یہ پتہ نہیں ہوتا کہ جانا کہاں ہے۔ جب یہ پتہ نہ ہو کہ جانا کہاں ہے تو پھر کتنی ساری ترقی چاہیے۔ ایک بزرگ کشتی بنا رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو پانی پر چلنے والی ہے' یہاں کیوں بنا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ پانی پر ہی چلے گی۔ لوگوں نے کہا بس یہ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں' یہاں پانی کہاں۔ پھر وہ وقت آیا کہ ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اس وقت سب کو پتہ لگ گیا کہ یہ کیا تھا۔ وہ جو اس وقت ناکام انسان تھا' اسی کی کشتی کامیاب ہوئی۔ اگر شعور نہ ہو تو پھر کوششیں رائیگاں اور بے معنی ہو جاتی ہیں یعنی جب آپ کو پتہ ہی نہ ہو کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ ایسا شخص وہ ہے کہ I have nothing to do---- doing very well۔ کرکٹ میں بچے سنچری بناتے ہیں تا' پھر ایک اور سنچری۔ اس طرح آپ سنچریاں بناتے جاؤ اور سنچریوں کی طرح پیسہ

بناتے جا رہے ہو مگر یہ پتہ نہیں ہے کہ آگے جانا کہاں ہے۔ دوسروں کو دینے کی ہمت نہیں ہے کہ اس طرح پیسے سے جدائی ہو جائے گی اور رکھنے کا حوصلہ نہیں ہے۔ آپ دوسروں کا مال سنبھال رہے ہیں' پرائے مال کے محافظ ہیں۔ بعد میں آپ کے بچے یہ اڑائیں گے۔ اپنی زندگی میں آپ نے بچوں کو یہ مال دینا نہیں ہے' بعد میں ان کے لیے چھوڑ کے جانا ہے۔ پھر وہ بچے پیسے بھی لیں گے اور آپ سے نفرت بھی کریں گے اور کہیں گے کہ زندگی میں تو بابا نے ہاتھ نہیں لگانے دیا اور اب دیا تو کیا دیا' جب ضرورت تھی تب تو دیا نہیں ...... تو آپ دوسروں کے مال کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ایک آدمی مکان بنوا رہا تھا۔ اس نے مستری سے کہا ذرا پکا مکان بنانا۔ اس نے کہا فکر نہ کرو' یہ مکان آپ کے بعد بھی ٹھہرے گا۔ تو اس آدمی نے فوراً کہا کہ مکان بنانا بند کر دو ...... آپ نے بندے دیکھے ہیں' پیدا ہوتے دیکھے اور پھر گم ہوتے بھی' دفتر میں فائلوں کی طرح گم ہو گئے' پرانی فائل کی طرح گم ہو گئے۔ بس یہ آپ کی زندگی ہے۔ بڑے سے بڑا کاروباری انسان دیکھ لو' مثلاً برانڈرتھ روڈ لے لو' یہ ریٹ ہے' اتنے پیسے ہیں' یہ لے لو' پیسے دے دو' کمپیوٹر سے حساب کر لو' پیسے جمع کرا دو ...... بس یہ باتیں ہوتی ہیں' کوئی اور بات نہیں ہوتی' وہاں آخری دم تک انسان مال کماتا جاتا ہے اور گھر میں اور انقلاب آیا ہوا ہوتا ہے۔

ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آئی ہے

اسی طرح بے شمار لوگ باہر جاتے ہیں ملک سے باہر بچہ چلا جاتا ہے' مال بھیج رہا ہے' گھر والے مسکرا رہے ہیں اور اس کی یاد میں گنگنا رہے ہیں۔ وہ بیا بر جنگل میں' پردیس میں پڑا ہے' پیسے بھیج رہا ہے اور یہ مال کھائے چلے جا رہے ہیں' گھر میں روشنیاں ہو رہی ہیں اور اس کی زندگی میں اندھیرا ہے۔ جن کی خاطر وہ پردیس گیا وہ لوگ اس کی خاطر پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ جو محبت تھی وہ جدا ہوئی پڑی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ جو کہتا ہے کہ میں بیوی اور بیٹوں کے لیے کمانے جا رہا ہوں تو وہ تو ان کو چھوڑ کے جا رہا ہے۔ بیٹوں کے لیے صرف پیسہ نہیں چاہیے بلکہ ان کے قریب ہونا بھی ایک دولت ہے' اپنے بچوں کے قریب ہونا بھی دولت ہے' ساتھ دینا بھی دولت ہے' اپنے ماں باپ کا ساتھ دینا بھی دولت ہے' زندگی میں ان کا ساتھ نہ دیا تو پھر مرنا کیا اور جینا کیا۔ اس طرح ماں باپ کے ساتھ رہنا ترک ہو گیا۔ ان کو یہ کہہ کے چھوڑ کے چلے گئے کہ آپ کے ساتھ ہمیں بہت محبت ہے' اس لیے آپ کے لیے پیسے کمائیں گے۔ جن سے آپ کو محبت ہے انہیں تو چھوڑ کے جا رہے ہو۔ تو یہ کیا محبت ہے۔ آپ کو صرف پیسے سے محبت ہے اور آپ کماتے ہیں صرف لوگوں کے لیے۔ اس لیے یہ سوچو کہ ارتقا کیا ہے' ترقی کیا ہے' کرنا کیا ہے' آنا کیا ہے' جانا کیا ہے ...... چار دن کی بات ہے' پھر بات ختم۔ میلہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ باقی سارے تنہائیوں کے میلے ہیں' آپ کے اندر بیاباں ہیں۔ یہ تنہائی آدمی کا مقدر بنی پڑی ہے' پیدا ہونے سے پہلے بھی تنہائی تھی' پیدا ہونے کے بعد بھی تنہائی ہے یہاں بھی تنہائی ہے' یہ تنہائی ہجوم سے دور نہیں ہوتی' تنہائی میلے سے دور نہیں ہوتی' تنہائی دفتر سے دور نہیں ہوتی۔ تنہائی کیسے دور

ہوتی ہے؟ تنہائی محبت والے دوست سے دور ہوتی ہے' ایک انسان جس سے محبت ہو تو وہ تنہائی دور کرسکتا ہے' ہجوم نہیں کرسکتا۔ ہجوم تو تنہائی دیتا ہے' ہجوم تو آپ کو تنہائی آشنا کرے گا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر تنہائی ڈھونڈتی ہو تو ہجوم میں چلے جاؤ کیونکہ وہاں کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ کون بیٹھا ہے' اور اگر خاموشی ڈھونڈتی ہو تو شور میں چلے جاؤ' سارے اپنے شور میں لگے ہوں گے' یہ ہے وہ ہے' اور آپ چپ کر کے بیٹھے رہیں۔ اس لیے آپ کا اور کوئی علاج نہیں سوائے اس دوست کے جس کے ساتھ تمہاری محبت اور وفا ہو۔ وہ آپ کی تنہائی دور کر دیتا ہے۔ ورنہ تو زندگی کے سفر میں سارے تجزیے ہیں' اور سارے تنہا ہیں۔ تو ایسے ایسے تجزیے ہیں کہ کروڑہا انسان Millions of people living alone کروڑہا انسان اکٹھے بیٹھے ہیں لیکن سب تنہا ہیں۔ ہر آدمی جو میلہ دیکھنے آرہا ہے وہی میلہ ہے۔ میلہ کسے کہتے ہیں؟ دیکھنے والے آئے ہیں کہ چلو میلہ دیکھ آئیں مگر وہ خود میلے کا حصہ ہیں۔ اگر ایک جلوس جا رہا ہو تو جو جلوس دیکھنے گئے' دیکھنے والوں کا گروہ ہجوم بن گیا اور پھر یہی میلہ بن گیا۔ یہ بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ ساٹھ سال کی زندگی کے عرصہ میں ایک شہر' لاہور کی آبادی' ساری کی ساری بدل جاتی ہے' لیکن آبادی زیادہ بھی ہوجاتی ہے' سارے مر چکے ہوں گے اور سارے بڑھ چکے ہوں گے۔ کیسے؟ آج اگر کوئی لاہور کے اندر تیس سال کے بعد جائے تو وہ کہے گا کہ بازار بھرا ہوا تھا لیکن وہاں پرانا بندہ کوئی بھی نہیں تھا۔ اگر آپ کا کوئی گاؤں تھا تو آپ

آج وہاں جائیں تو دیکھیں گے کہ دس ہزار والا گاؤں تیس ہزار نفوس سے بھرا ہوا ہوگا لیکن وہاں واقف بندہ کوئی نہیں ہوگا۔ تو ہجوم آگیا لیکن تنہائی بھی آگئی۔ شہر میں Average عمر ساٹھ سال کی ہوگی۔ جو بچہ آج پیدا ہوا وہ ساٹھ سال کے بعد مر جائے گا۔ ساٹھ سال بعد آپ شہر میں جائیں تو کوئی واقف بندہ ہی نہیں ملے گا' نہ کوئی دوست ملے گا۔ اب آپ اپنے گھر کو دیکھیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تھے تو اس وقت گھر کے افراد' چچا' ماموں' دادا' دادی' نانا' نانی اور پڑوسی' سارا ہجوم اور سارا میلہ تھا۔ اب کتنے بندے ہیں؟ اب تو آپ اپنے آپ کو بچوں میں پائیں گے۔ پہلے آپ ماں باپ میں پائے جاتے تھے' اب بچوں میں پائے جاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ بچے آپ کو اس طرح چاہتے نہیں ہیں جیسے ماں باپ چاہتے تھے۔ بس یہ آپ کی ٹریجڈی ہے۔ بچے جو ہیں وہ اور شے ہیں' ماں باپ جو تھے وہ اور چیز تھے۔ وہ آپ کی بات سننے والے ختم ہوگئے اور وہ واقعہ ختم ہو گیا۔ آپ کے سامنے روز یہ حادثہ ہو رہا ہے اور آپ یہ سمجھتے نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ انہیں تو چاہیے تھا کہ آپ کے پاس ٹھہرتے مگر یہاں نہ کوئی ٹھہرا ہے نہ ٹھہرے گا۔ اس لیے آپ اپنا خیال کریں اور دعا کریں۔ کیا دعا کرنی ہے؟ کہ آئندہ جانے والے سفر پر ہمیں کوئی دوست لے جائے تاکہ وہ سفر آسان ہو جائے۔ میلہ تو وہاں آگے جا کے لگے گا۔ تو میلہ دیکھنے کے لیے کوئی سنگت ہونی چاہیے ورنہ تو وہاں پر سارے اجنبی ہوں گے' کئی کئی زبانیں بولنے والے۔ تو اللہ تعالیٰ سے اصلی سنگت کے لیے دعا کیا کرو کہ یا اللہ کوئی سنگتی دے' ساتھی دے۔

اس طرح سنگت پر روانہ ہو جاؤ۔

اب آپ اور کوئی بات پوچھو...... پوچھو......

سوال:۔

اس ساٹھ ستر سال کی عمر میں انسان نے کمانا بھی تو ہے' کھانا بھی تو ہے۔

جواب:۔

میں یہ کہہ رہا ہوں کہ کل ساٹھ ستر سال کا عرصہ ہے تو اپنا لوڈ آرام سے اُٹھاؤ' تھوڑا تھوڑا کماتے بھی جاؤ۔ زیادہ ہنگامہ نہ کرو۔ آرام سے سفر طے کرو۔ کمانے والا کام کوئی مشکل نہیں ہے۔ اگر آپ کو کمانا مشکل لگ رہا ہے تو پھر آپ بتاؤ۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ کمانا غیر ضروری ہے۔ آپ ملازمت تلاش کرو لیکن یہ یاد رکھنا کہ ملازمت تلاش کرنے کا مقصد کیا ہے؟ وقت گزارنا۔ اس میں ایمان فروشی نہ ہو۔ بس یہ ہو کہ آپ کا وقت آسانی سے گزر جائے۔ ایک آدمی نے دکان کھول لی۔ ایک دن اس کا بچہ بیمار ہو گیا۔ بیوی سے کہتا ہے کہ میں دکان کھولنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے کہا کہ بچہ بیمار ہے۔ کہتا ہے اگر میں نے دکان نہ کھولی تو رزق کہاں سے ملے گا۔ بیوی نے کہا کہ تو دکان کھولے گا تو رزق ملے گا اور جو رزق گاہک لے کر آئے گا وہ کدھر سے لے کے آئے گا۔ آپ نے رزق کے معاملات دیکھے ہی نہیں۔ جو نوکری کر رہا ہے اسے رزق مل رہا ہے اور جو نوکری نہیں کر رہا اُسے بھی رزق مل رہا ہے۔ رزق کے معاملے میں یہ دیکھو کہ رزق تو دینے والے کا کام ہے اور پھر سوچو کہ وہ کیسے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں

ایسی جگہ سے رزق دیتا ہوں کہ تمہیں پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کہاں سے آیا ہے' اس کے لیے میں ایک ذریعہ پیدا کر دیتا ہوں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ رزق صرف پیسہ ہی نہیں ہے بلکہ خیال بھی ایک رزق ہے۔ آپ روٹی ضرور کمائیں مگر اس سلسلے میں حکم عدولی نہ ہو۔ اتنا کماؤ کہ اس سے خیال میں رکاوٹ نہ آئے۔ اگر یہ خیال ہو کہ سب کچھ چھوڑ جانا ہے تو پھر دقت نہیں ہو گی۔ میں نے عملی زندگی سے کب منع کیا ہے۔ آپ صرف اسی پر زور دے رہے ہیں۔ دنیا میں سے انسان ضرور گزرے گا۔ دو طرح کے انسان یہاں سے گزریں گے۔ ایک وہ انسان ہوں گے جو یرید الدنیا والے ہوں گے اور دوسرے یرید الاخرہ والے ہوں گے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ ایک دنیا کو چاہیں گے اور دوسرے آخرت کو۔ سفر دونوں کریں گے۔ ولی بھی کھائے گا اور پیغمبر بھی بازاروں میں جائے گا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ یہ کیسے پیغمبر ہیں کہ جو بازار میں جاتے ہیں۔ اللہ نے کہا کہ یہ بازاروں میں جائیں گے' کام کریں گے' کھانا کھائیں گے اور اس طرح سارے واقعات چلتے جائیں گے لیکن یہ تمہاری آخرت کی اصلاح کریں گے یتلوا علیھم ویزکیھم ویعلمھم الکتاب یہ آیات کو پڑھیں گے' تزکیہ کریں گے اور کتاب کا علم دیں گے۔ تو جو آدمی دنیا کے وسائل اکٹھے کرنے میں بے بس اور عاجز ہو گیا' دنیا کے نظام کے ماتحت ہو گیا' ہم اس کو یہ بات بتا رہے ہیں کہ وہ اللہ کے نظام کے ماتحت ہو جائے۔

دین کو دے کر دولت دنیا مل بھی جائے اگر تو میرے کس کام کی

بس آپ نے یہ کرنا ہے .....

سوال:-

قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے' جاہل ہیں۔
پھر تو ہم لوگ بھی کچھ نہیں جانتے۔

جواب:-

آپ اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہ کریں۔ہم کوشش کر رہے ہیں کہ آپ اکثریت سے بچ جائیں۔آپ اگر اپنے آپ پر اکثریت کا قانون لاگو کرنا چاہتے ہیں تو یہ الگ بات ہے۔ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ "بریدہ" یعنی اپنا ارادہ بدل لیں۔یہ نہ ہو کہ آپ دنیا کی طرف رجوع کیے رکھیں۔اکثر لوگ یہی کرتے ہیں۔آپ اپنے آپ کو اکثریت میں کیوں شامل کرنا چاہتے ہیں۔آپ دیکھو کہ ایک انسان ہے اور وہ جَو کی روٹی کھاتا ہے مگر وہ بڑوں بڑوں کا لیڈر ہے' امام ہے۔کھاتا وہ جَو کی روٹی ہے۔کیا اُسے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ امام ہیں آپ اپنا مکان ہی پکا بنا لیں۔ایک دفعہ ایک صحابیؓ پختہ اینٹوں کا مکان بنا رہے تھے۔حضور پاکؐ پاس سے گزرے تو پوچھا یہ کس کا ہے۔بتایا گیا کہ یہ فلاں صحابی کا ہے۔جب وہ صحابیؓ مسجد میں آئے تو آپؐ کو سلام کیا مگر آپؐ نے جواب نہیں دیا۔انہوں نے باقی صحابہؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا' کیا میرے خلاف کوئی واقعہ ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تمہارے مکان کے پاس سے گزرے تھے تو آپؐ نے پوچھا تھا کہ یہ کس کا مکان ہے۔صحابیؓ

گئے اور مکان گرا دیا۔واپس آ کے سلام کیا تو آپؐ نے کہا وعلیکم السلام۔پھر فرمایا ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں اور تو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے۔آپ لوگ اپنے بچوں کے لیے اتنے پریشان ہو گئے ہیں کہ اپنے ماں باپ کو بھول گئے ہیں حالانکہ وہ بیچارے تمہارا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔اصل تو وہ بات ہے۔یہ نظام عالم تو چلتا جائے گا' ہمیشہ سے چلتا جا رہا ہے اور ہمیشہ چلتا جائے گا۔آخرت کا پسند ہونا بڑی بات ہے' یہ جب تک آپ کو پسند نہ ہو آپ زبردستی نہیں کر سکتے۔ورنہ تو یہ سودا یہاں کا یہاں رہے گا۔سفر دنیا کا ہے اور مقامات آخرت کے ہیں۔سفر یہاں ہی ہونا ہے' یہاں ہوگا اور آپ کا اعمال نامہ آخرت کے لیے ہوگا۔یا پھر یہاں پر ایسے رہو کہ کم از کم کوئی نقش چھوڑ جاؤ۔یہ نہ کہنا کہ سارے لوگ تو گمراہ تھے' میں اکیلا یہاں کیا کرتا۔یہیں سے تو انسان مارکھا جاتا ہے۔یہاں ہم سارے اکٹھے رہ رہے ہیں لیکن ہر کوئی اکیلا اکیلا جواب دے گا "فرداً فرداً"..... اس وقت اگر کوئی اللہ سے یہ کہے کہ زمانے کے حالات ہی ایسے تھے' ہر طرف ملاوٹ عام تھی' میں کیا کرتا' تو اللہ تعالیٰ نے کہنا ہے کہ مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ اس وقت کیا حالات تھے۔اس لیے کبھی اکثریت کا گلہ نہ کرنا اور اکثریت میں شامل نہ ہونا۔یہ دھیان کرنا کہ تمہارا اللہ کے ساتھ وہ تعلق ہے جو ذاتی ہے اور یہیں ذاتی طور پر آپ جواب دہ ہوں گے' اس وقت آپ کا نام پکارا جائے گا اور آپ حاضر ہوں گے۔آپ سے پوچھا جائے گا تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ساروں کے ساتھ یہی حال تھا۔تو آپ ذاتی طور پر جواب دیں گے۔سب سے اچھا راستہ کون سا ہے؟

گئے اور مکان گرا دیا۔ واپس آ کے سلام کیا تو آپؑ نے کہا وعلیکم السلام۔ پھر فرمایا ہم یہاں سے نکلنا چاہتے ہیں اور تو یہاں ٹھہرنا چاہتا ہے۔ آپ لوگ اپنے بچوں کے لیے اتنے پریشان ہو گئے ہیں کہ اپنے ماں باپ کو بھول گئے ہیں حالانکہ وہ بیچارے تمہارا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ اصل تو وہ بات ہے۔ یہ نظام عالم تو چلتا جائے گا' ہمیشہ سے چلتا جا رہا ہے اور ہمیشہ چلتا جائے گا۔ آخرت کا پسند ہونا بڑی بات ہے' یہ جب تک آپ کو پسند نہ ہو آپ زبردستی نہیں کر سکتے۔ ورنہ تو یہ سودا یہاں کا یہاں رہے گا۔ سفر دنیا کا ہے اور مقامات آخرت کے ہیں۔ سفر یہاں ہی ہونا ہے' یہاں ہوگا اور آپ کا اعمال نامہ آخرت کے لیے ہوگا۔ یا پھر یہاں پر ایسے رہو کہ کم از کم کوئی نقش چھوڑ جاؤ۔ یہ نہ کہنا کہ سارے لوگ تو گمراہ تھے' میں اکیلا یہاں کیا کرتا۔ یہیں سے تو انسان مارکھا جاتا ہے۔ یہاں ہم سارے اکٹھے رہ رہے ہیں لیکن ہر کوئی اکیلا اکیلا جواب دے گا' فرداً فرداً..... اس وقت اگر کوئی اللہ سے یہ کہے کہ زمانے کے حالات ہی ایسے تھے' ہر طرف ملاوٹ عام تھی' میں کیا کرتا' تو اللہ تعالیٰ نے کہنا ہے کہ مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ اس وقت کیا حالات تھے۔ اس لیے کبھی اکثریت کا گلہ نہ کرنا اور اکثریت میں شامل نہ ہونا۔ یہ دھیان کرنا کہ تمہارا اللہ کے ساتھ وہ تعلق ہے جو ذاتی ہے اور عین ذاتی طور پر آپ جواب دہ ہوں گے' اس وقت آپ کا نام پکارا جائے گا اور آپ حاضر ہوں گے۔ آپ سے پوچھا جائے گا تو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ساروں کے ساتھ یہی حال تھا۔ تو آپ ذاتی طور پر جواب دیں گے۔ سب سے اچھا راستہ کون سا ہے؟

کرتا ہوا اگر گستاخ ہوا تو اس کی بخشش نہیں ہوگی۔ یہ انتہائی بدقسمتی کا وقت ہوتا ہے۔ کافر بھی آپؐ سے لڑتے رہتے تھے مگر کافروں نے یہ کہا کہ آپؐ امین اور صادق ہیں۔ ذاتی طور پر انہوں نے کبھی کوئی حملہ نہیں کیا۔ وہ جو غازی علم دین شہید تھا اس کی کیا خوبی تھی؟ اُسے عشق ہو گیا تھا۔ سب کو یہ عشق ہو سکتا ہے۔ اس نے ایک آدمی کو مارا جس نے حضور پاکﷺ کی شان میں گستاخی کی۔ مسلمان کو ایسا ہونا چاہیے۔ وہ مسلمان جو کسی گستاخ کے ساتھ Cooperate کر رہے ہیں وہ بھی نہیں بخشے جائیں گے۔ کیا بات سمجھ آئی؟ ایک ہی تو ذات ہے جس پر تمہیں جذباتی ہونے کا حق ہے اور وہ حضور پاکﷺ کی ذات ہے۔ اگر آپ کے باپ کو کوئی برا بھلا کہہ دے تو کیا آپ معاف کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کے سامنے حضور پاکﷺ کی شان میں کوئی ایسی ویسی بات ہوگی تو آپ کا ایمان کمزور ہو جائے گا۔ اگر کوئی آدمی آپ کو آ کے یہ کہے کہ فلاں آدمی تمہیں یہ گالی دے رہا تھا تو اُسے پکڑ لو۔ اُسے کہو کہ فلاں نے مجھے گالی دی ہے مجھ سے غائب ہو کر مگر تو مجھے میرے منہ پہ بتا رہا ہے' بُرا آدمی تو تو ہے۔ گستاخ کی بخشش ہمارے خیال میں نہیں ہو سکتی۔ جس آدمی نے آپ کو یہ بات بتائی ہے وہ عشق رسولؐ میں یہ کہہ رہا ہے' اُسے کہنے دو وہ بندہ ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ صرف ایک ذات ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں جو صرف تعریف کے لیے ہے۔ جس نے یہاں حضور پاکﷺ کی تعریف نہ کی وہ نہیں بخشا جائے گا' قیامت تک نہیں بخشا جائے گا۔ یہ ہمارا واضح فتویٰ ہے۔ وہ ہزار دفعہ توبہ کرے مگر نہیں بخشا جائے گا۔ میری

بات سمجھ آئی؟ اگر کوئی اللہ کے خلاف بولتا ہے تو وہ تو اللہ ہے' وہ مانتا نہیں کرتا۔ خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ وہ خیر اور شر دونوں کو پیدا کرتا ہے' ہر شے پیدا کرتا رہتا ہے۔ لیکن آپ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے خاص محبوبیت عطا کی ہے اور انہیں اپنا محبوب بنایا ہے۔

سوال:۔

کیا "یا رسول اللہ" کہنے میں "یا" کا لفظ اضافی ہے؟

جواب:۔

یہ لفظ ہی اور ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بحث جو ہے یہ اضافی بحث ہے کہ ایک "یا" کیوں کہتا ہے اور دوسرا "یا" کیوں نہیں کہتا۔ میرا خیال ہے کہ کسی شخص کی حضور پاک ﷺ کی شان میں بدنیتی نہیں ہے۔ کوئی شخص بدنیت نہیں ہے' نہ کوئی دیوبندی اور نہ کوئی بریلوی۔ تم لوگ بحث کر کے لوگوں میں فتنہ پھیلا رہے ہو۔ ایک درویش تھا جو صرف لا الـــہ الا اللہ کہتا تھا' اسے بادشاہ نے پکڑ لیا اور پوچھا کہ کلمہ پورا کیوں نہیں پڑھتے۔ اس نے کہا اس کے آگے ہے ہی کچھ نہیں۔ بادشاہ نے کہا اس طرح تو تُو کافر ہو گیا کہ صرف لا الـــہ الا اللہ کہتا ہے اور پورا کلمہ نہیں پڑھتا۔ اس نے پھر کہا کہ اس کے آگے کچھ ہے ہی نہیں۔ بادشاہ نے کہا قتل کر دو۔ قتل کیا تو اس کے خون سے آواز آئی محمد رسول اللہ۔ بات یہ پتہ چلی کہ اس نے کہا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اتنا پاک نام زبان سے لوں..... تو یہ ادب کی باتیں ہیں' بحث کی باتیں نہیں ہیں۔ مسلمانوں میں کسی

کو کافر مت کہو۔ کافر وہ ہے جس کو حضور پاک ﷺ کافر کہیں۔ لوگوں کو دوزخ دینے کا اور دوزخ میں بھیجنے کا کوئی پروگرام نہ بنایا کرو۔ یہ نہ کہا کرو کہ وہ کافر ہے' یہ کافر ہے..... آدھوں کو اس نے کافر کر دیا اور آدھوں کو اس نے کافر کر دیا۔ خدا کے بندو' یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ سب سیاست کے ڈرامے ہیں' اور کوئی بات نہیں ہے۔ یہ نہ کہنا کہ اہل قرآن کافر ہیں' اہل حدیث کافر ہیں' دیوبندی کافر ہیں اور بریلوی کافر ہیں۔ دیوبند اور بریلی ہندوستان کے دو شہر ہیں۔ یہ کل کی بات ہے۔ ایک طرف سے کہا گیا کہ جو شخص غلام غوث لکھتا ہے اس کا ایمان خارج۔ ایک بزرگ تھے انہوں نے کہا میرا نام عبدالمصطفیٰ ہے' میں بندہ ہی مصطفیٰ کا ہوں۔ انہوں نے کہا یہ بھی ایمان سے خارج ہے' اس کا ایمان ضائع ہو گیا۔ اُدھر سے کہا گیا کہ اے منکرین رسالت' تم "یا رسول اللہ" نہیں کہتے' تمہارا ایمان برباد ہو گیا' تمہاری عبادتیں ضائع ہو گئیں۔ یہ لڑ پڑے اور انگریزوں کا کام بن گیا۔ اب مرزا قادیان کو دیکھو' وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نبی ہوں کیونکہ وہ شعبہ بند ہو گیا ہے۔ ہمارے ہاں جو ولی ہیں وہ بڑی طاقت والے ہیں اور کہتے رہے ہیں کہ ہم یہ ہیں' ہم وہ ہیں' ہمارے پاس طاقت ہے' ہر موسم ہمارے پاس آ کے جاتا ہے' ہم اس کی نگرانی کرتے ہیں' ہم جیسے چاہیں وہ ہوتا ہے لیکن کسی نے لفظ "نبی" استعمال نہیں کیا کیونکہ یہ لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مرزا قادیان کو کسی بندے نے گمراہ کر دیا کہ تم سارا کام نبوت والا کر رہے ہو لہٰذا تم نبی کہلاؤ۔ تو نبوت والا شعبہ بند ہے' یہ بالکل بند ہے۔ آپؐ نے فرما دیا ہے کہ

میرے بعد نبی نہیں آئے گا۔ بس یہاں سے گمراہی پیدا ہوتی ہے۔ وہ ایک زمانہ تھا مناظرے کا' مناظرے ہوتے تھے' آدھے بندے دوسروں کو کافر کہتے تھے۔ یہ ساری باتیں بند ہونی چاہئیں۔ وہ اسلام جو اس وقت تھا' اس کلمہ طیبہ کی وحدت کے گرد بندہ جاؤ۔ جو فرقے حضور پاکؐ کے زمانے میں تھے' وہی کافی ہیں۔ اس وقت کتنے فرقے تھے؟ صرف ایک تھا۔ تو ایک ہی کافی ہے۔ اب واپس وہیں سے چلو' شروع سے' جہاں سے کہانی شروع ہوئی تھی۔ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے' ایک جگہ ساری رات قوالی ہوئی' صبح ہوئی' ساری محفل برخاست ہوئی' ساتھ والی مسجد میں اذان ہوئی' وہاں جو پیر صاحب تھے وہ بڑے جلالی تھے' کہنے لگے دیکھو اب یہ ملا آ گیا' ساری رات تو اللہ ہماری محفل میں تھا' ادھر ہی سارا پروگرام ہو رہا تھا اور اب یہ اس کو بلا رہا ہے اب یہ بات نہیں کہنی چاہیے۔ نماز کا ایک نظام ہے' اس کی عزت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنی نماز اور نظام کی حفاظت کرتا ہوں۔ داتا صاحبؒ نے بڑا نکتہ بتایا ہے' "کشف المحجوب" پڑھو۔ وہ اپنے مرید کو سمجھاتے ہیں جس کے لیے انہوں نے کتاب لکھی ہے کہ مان لیا کہ تم اللہ کے دوست ہو' تمہیں اللہ سے بڑا پیار ہے' اور جو لوگ شریعت کا نظام قائم کرتے ہیں' مان لو کہ انہیں اللہ سے پیار نہیں ہے' اب اللہ کہتا ہے کہ میں اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوں' تو اللہ ان کے ذریعے اپنے دین کی حفاظت کر رہا ہے تو تُو کیسا اللہ والا ہے۔ جس کے ذریعے اللہ اپنے دین کی حفاظت کرا رہا ہے تُو اس کی عزت کر۔ تو اللہ نے کہا ہے کہ وانا له لحافظون ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مجذوب فقیروں کی بات اور ہے۔ مثلاً جیسے ایک تھے ولی سائیں کانواں والی سرکارؒ۔ وہ لنگوٹہ پہن کے گجرات شریف میں بیٹھا کرتے تھے' یعنی سائیں کرم الٰہی صاحبؒ۔ جتنے بڑے ولی اللہ ہیں انہوں نے پہلے مسجد بنائی' پہلے تم مسجد میں جاؤ' پھر ادھر آؤ۔ تو ہر خانقاہ پر مسجد پہلے ہے۔ داتا دربار پر مسجد پہلے ہے' بابا صاحب گنج شکرؒ کے ہاں مسجد پہلے ہے' میاں میر صاحبؒ تو ساری مسجد ہی ہے اور کیا ہے۔ وہ مکمل مسجد ہے۔ ایسا کوئی قابلِ ذکر ولی اللہ نہیں ہوگا جس کے پاس مسجد نہ ہو۔ علم والا جو ہے وہ شرکِ خفیف سے ڈرتا ہے اور شوق والے کے لیے ہر جگہ اللہ ہے۔ اب یہ بات وہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ؎

جب نیاز و ناز کی حد سے گزر جاتا ہوں میں

اپنے سجدے کا حرم کو حکم فرماتا ہوں میں

اب ظاہری طور پر یہ بڑے شرک کی بات ہے' بڑا ظالمانہ شرک ہے' مگر یہ پیدم وارثیؒ ہیں' جو انہوں نے کہا وہ ٹھیک ہی کہا ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ؎

بٹھا کے دل میں انہیں ان کی ہی نماز پڑھی

کہ میں نے پہلے ان کو دل میں بٹھایا اور پھر ان کی نماز پڑھی' اس طرح اپنے گھر کو کعبہ بنایا۔ وہ کہتے ہیں کہ جو دل میں ہے اس کو سجدہ کیسے کروں' اگر وہ باہر ہو تو سجدہ کروں اور اگر اندر ہے تو سجدہ کیسے کروں۔ یہ ہیں ولیوں کی باتیں۔ جب تک یہ کیفیت نہ آئے' یہ بات نہیں کرنی چاہیے۔ اگر وہ کیفیت ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ ورنہ تو یہ راز راز ہی رہنا چاہیے۔ فقر میں کیا ہوتا ہے؟ کہ یہ راز راز ہی رہنا

چاہیے۔ آپ شریعت قائم رکھیں‘ نماز قائم رکھیں۔ باطن کی بھی نماز ہوتی ہے لیکن ظاہری نماز فرض ہے۔ تو کیا ہے؟ ظاہری نماز فرض ہے۔ آپ کو باطنی نماز مبارک ہو اور ظاہری نماز کو قائم رکھو‘ اس کے بارے میں کچھ نہ کہنا‘ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ باطن والے ٹھیک کہتے ہیں‘ ’’یا‘‘ کہنے والے پار ہو جائیں گے۔ آپ کے لیے کافی ہے کہ آپ مسلمان ہو جائیں۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو‘ شرک جو ہے یہ مسلمان سے ہو ہی نہیں سکتا‘ شرک تو ہے ہی نہیں‘ یہ ممکن نہیں کہ کوئی دوسرا اللہ آپ بنالیں۔ آپ کو تو پہلا اللہ ہی سمجھ نہیں آیا‘ دوسرا کیا بنائیں گے آپ لوگ۔ اس لیے شرک ممکن نہیں ہے۔ یعنی ایک اور ایسا اللہ ہو جس کو آپ سجدہ کریں اور جسے آپ جانتے ہوں‘ لیکن پہلے کا آپ کو پتہ نہیں چلا۔ یہ بات آپ کو سمجھ آئی؟ تو شرک کا مسلمان کے پاس امکان نہیں ہے۔ اللہ وہی ہے جو اللہ موجود ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میری راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر انعام ہوا یعنی انعمت علیھم والے۔ تو اللہ کی راہ کیا ہے؟ یعنی بندوں کی راہ۔ اور آپ اللہ کی تلاش کرتے کرتے کسی بندے تک ہی پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہی بات پسند ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا‘ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں‘ پس میں نے بندہ بنادیا۔ اللہ کے من کی ایچھا بندہ ہے۔ بس بندے کے من کی ایچھا اللہ ہونا چاہیے‘ آپ کے دل کی آرزو اللہ ہونا چاہیے۔ اس کا طریقہ کیا ہے؟ شریعت کا‘ جو حضور پاکﷺ نے فرمایا ہے۔ یہی طریقہ اللہ نے بتایا ہے‘ انسان سجدے میں ہو۔ اب اس میں بحث نہیں ہونی

چاہیے‘ پہلے ہی سارا واقعہ غلط ہوا پڑا ہے‘ کمزور ہوا پڑا ہے......

اور سوال ہو تو پوچھو...... نہیں تو دعا کرتے ہیں...... بولو۔

سوال:-

حضور پاکﷺ کے گستاخ کو اگر اللہ معاف کر دے تو......

جواب:-

دراصل یہ نیت ہے۔ کافروں میں سے جن لوگوں نے اسلام کے خلاف باتیں لکھیں‘ انہوں نے حضور پاکﷺ کی شان کو Disgrace نہیں کیا۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے اور ہم ذہنی اور قلبی طور پر اس کے قائل ہی نہیں ہیں کہ حضور پاکؐ کی شان میں گستاخی کرنے والا کوئی مسلمان ہو سکتا ہے۔ باقی یہ جو سوال کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو یہی بات پسند ہے اور اللہ تعالیٰ اس معاملے میں جذباتی ہے اور وہ فرماتا ہے کہ اگر تم نے نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی کر دی تو تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے‘ اور تمہیں معلوم بھی نہیں ہوگا۔ تو آواز اونچی نہیں کرنی۔ اور ان سے ایسے بات نہیں کرنی جس طرح انسانوں سے تم بات کرتے ہو۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ حضور پاکﷺ کا جو نام ہے وہ ہمارا ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ میں فرشتوں سمیت درود بھیجتا رہتا ہوں۔ اندازہ لگاؤ‘ محبت کا یہ عالم ہے۔ اللہ کیسے درود بھیجتا ہوگا؟ اللہ کی محبت کیا ہے؟ اللہ کی محبت بھی اللہ جیسی بڑی ہے۔ اگر حضور پاکﷺ کسی کو بخش دیں اور معاف کر دیں تو وہ معاف ہو سکتا ہے‘ لیکن اللہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اگر

حضور پاک کہہ دیں کہ میں نے معاف کر دیا ہے تو شاید اب وہ قبول ہو جائے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے۔

اور کوئی سوال بولو..... آپ بولیں تا کہ کوئی بات رہ نہ جائے ..... پوچھو .....

سوال:-

جب کسی اللہ والے کے پاس جائیں تو واپسی پر کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی "بات" ضرور ہے۔ تو یہ بات کیا ہوتی ہے؟

جواب:-

اس کے پاس "بات" ضرور ہوتی ہے۔ اصل بات جو آپ نے تلاش کرنی ہوتی ہے' آپ یہ کرتے ہیں کہ لوگ جس طرف چل پڑیں آپ بھی ادھر چل پڑتے ہیں۔ بات یہ ہونی چاہیے کہ آپ کو تلاش ہو۔ آپ اس آدمی کے پاس جائیں جس کے پاس کوئی بات ہوتی ہے تو وہ آپ سے وہ کام چھڑوا دے گا جو آپ کا عمل ہے یعنی وہ آپ سے آپ کے کارنامے چھڑا دے گا' آپ کے کثرتِ اعمال سے آپ کو آزاد کر دے گا۔ یعنی کہ اگر آپ ایک عمل کر رہے تھے' جو حرکات رہے تھے تو وہ آپ سے جو حرکات چھڑا دے گا۔ تو وہ آپ سے آپ کی آرزو الگ کر دے گا' اور وہ یہ کر سکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ ایسا شخص ہو گا جو آپ کے خیال کے رُخ کو اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف کرے۔ وہ اس خیال کا رخ اپنی طرف نہیں کرتا بلکہ اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کی طرف کرتا ہے۔ اس طرح آپ کے خیال کا قبلہ صحیح ہو گیا تو آپ ایسے آدمی کے پاس جائیں جو آپ سے آپ کا تعارف کرائے۔ جاننے والے تو بے شمار جانتے ہیں کہ بات کیا ہوتی ہے۔ بات ہوتی ہے آئینہ کی' کہ وہ آپ کو آئینہ دکھا دے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہوتی ہے کہ بکرے کی "بات" قصائی کے پاس ہے مگر بکرے کو معلوم نہیں ہوتا۔ تو یہ جاننے والے کی بات ہوتی ہے۔ ہر درجہ پہچان کا درجہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ غیب لاعلمی کا نام ہے ورنہ غیب کوئی نہیں ہے۔ بچے کا غیب کیا ہے؟ اُسے کچھ پتہ نہیں ہوتا اور آپ کو پتہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ اس لیے جاننے والے کے درجے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ وہ چیز بھی جانتے ہیں جو آپ کے پاس جب آتی ہے تو آپ اُسے جانتے ہیں' وہ پہلے بتا دیں گے کہ وقت گزر رہا ہے اور آپ کو وقت گزرنے کے بعد یقین آئے گا۔ تو وہ آپ کا' زمانے کا رُخ موڑ دیتے ہیں تا کہ آپ کو آسانی ہو جائے۔ یہ ہوتے ہیں "کرنی والے" بندے اور یہ جانتے ہیں کہ کوئی "بات" ہے۔ آپ ایسے آدمی کی محفل میں جائیں جہاں گردشِ حالات رُک جائے' بلکہ رُک ہی جائے۔ وہاں پتہ چلے گا کہ نام کیسے گزرتا ہے۔ یہ بات سمجھ آئی اور حوالہ اللہ کا اور اللہ کے رسول ﷺ کا ہونا چاہیے' وہاں آپ کے غم کی شدت کم ہو جائے گی' شیطانیاں بند ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے' مگر آپ کے لیے اللہ کب موجود ہوتا ہے؟ جب آپ کا رجوع اللہ کی طرف ہو جائے۔ مسجد کسے کہتے ہیں؟ جہاں مصلّیٰ بچھا دو۔ پیشانی میں جو جذبہ ہے اس کا نام سجدہ ہے......

اور کوئی بات ہو تو ......نہیں ہے تو پھر دعا کریں۔ یا اللہ ہم سب لوگوں کو توفیق عطا فرما تا کہ ہم تیری تلاش جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کی تلاش ہی ملتی ہے اور اللہ نہیں ملتا۔ تو اس کی تلاش جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی محبت قائم رہے۔ ایک دوسرے کو آپ فائدہ پہنچایا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں منفعت بخش بنائے اور ہم انسانوں کو نقصان نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رحم کرنے والا بنائے اور رحم لینے والا بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا آنے والا زمانہ جانے والے زمانہ سے بہتر کرے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا وشفیعنا سیدنا ومولنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

۱۔ انسان اپنے بارے میں فیصلہ کرتے ہوئے کچھ غلطی تو کر سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے بارے میں اچھا گمان کرے گا۔

۲۔ آپ نے اپنی کتاب "دل دریا سمندر" میں فرمایا ہے کہ ظالم اور گناہگار سے دعا کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ یہ سمجھ نہیں آیا کیونکہ پھر گناہ گار تو دعا مانگے گا ہی نہیں______

۳۔ اگر ہم اللہ کی رضا پہ راضی ہو جائیں تو پھر کوشش تو چھوڑ دیں گے اور ترقی نہیں کر سکیں گے......

۴۔ اس ساٹھ ستر سال کی عمر میں انسان نے کمانا بھی تو ہے' کھانا بھی تو ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے' جاہل ہیں۔ پھر تو ہم لوگ بھی کچھ نہیں جانتے۔

۶۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جو حضور پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اُسے ساری عمر توبہ نصیب نہیں ہوتی۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

۷۔ کیا "یا رسول اللہ" کہنے میں "یا" کا لفظ اضافی ہے؟

۸۔ جب کسی اللہ والے کے پاس جائیں تو واپسی پر کہتے ہیں کہ اس کے پاس کوئی 'بات' ضرور ہے۔ تو یہ بات کیا ہوتی ہے؟

(۴)

حصولِ عرفان

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ پوچھتے ہیں عم یتساءلون عن النباء العظیم اس بڑی خبر کے بارے میں جس میں ان کا اختلاف ہے۔ ھم فیہ مختلفون جس میں یہ اختلاف رکھتے ہیں تو یہ لوگ جان لیں گے کلا سیعلمون یعنی کہ اختلاف ہے لیکن پھر عنقریب جان لیں گے ثم کلا یعلمون اور پھر اختلاف مٹ جائے گا۔ وہ خبر کیا ہے؟ ایک ایسی خبر ہے جس کے بارے میں یہ لوگ پوچھتے ہیں اور ان کے سوال میں بھی اختلاف ہے کہ کیا پوچھ رہے ہیں مگر یہ جان لیں گے ضرور جان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا ہے کہ خبر کو ذرا چھوڑ دو اور تم یہ دیکھو کہ زمین کو میں نے کیسے بچھونا بنایا۔ خبر کو ذرا رہنے دو تم جان لو گے' ہونے والا ہو جائے گا اور ہو کے رہے گا تمہارے سامنے کیونکہ وہ تو ہو ہی جاتا ہے مگر جب وہ ہوگا تو تم نہیں ہو گے۔ خبر تو ضرور آئے گی اس خبر کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے' وہ واقعہ تو ہو جائے گا۔ جب تک تم ہو' تمہیں خبر کی تصدیق نہیں ہو سکتی اور جب خبر کی تصدیق ہوگی تو تم نہیں ہو گے۔ بات سمجھ آئی؟ یعنی جب تک تم ہو تمہیں خبر کی سچائی معلوم نہیں ہوگی اور جب خبر سچی ہوگی تو

Hazrat Wasif Ali Wasif (R.A)

عنوان: حصولِ عرفان ۱۴مارچ۱۹۹۱ء



حضرت واصف علیؒ واصف

تم نے ہونا ہی نہیں ہے۔ تو جب تک تم موجود ہو تم یہ دیکھو کہ زمین کیسا بچھونا ہے اور پہاڑ کیسے میخوں کی طرح گاڑے ہوئے ہیں۔ تو یہ قرآن پاک کا سٹائل ہے کہ سوال بھی خود Encourage کرتا ہے اللہ تعالیٰ ...... کہ یہ لوگ پوچھتے ہیں اس خبر کے بارے میں جس میں ان کا اختلاف ہے۔ تم پوچھتے ہو کہ قیامت کب آئے گی؟ تمہاری قیامت تو روز ہی آ جاتی ہے۔ یعنی جاگنے والا بندہ جو سو گیا تو اس کی قیامت تو آ گئی۔ قیامت کا معنی ہے کہ اس کے لیے دوسرا وقت آ گیا۔ اور وہ وقت تم جان لو گے معلوم ہو جائے گا' ابھی تو خاموش ہو جاؤ۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے یہ جان لو کہ جب اس نے آنا ہے تو تم نے نہیں ہونا اور جب تک تم ہو اس نے ابھی آنا نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارا یہ پروگرام بنا رہے ہیں کہ جب تک تم ہو تمہیں کیا کرنا چاہیے۔ جب تک تم ہو' تم یہ دیکھو کہ یہ زمین کیسے بچھونا بنی ہوئی ہے' بچھتی ہی چلی جا رہی ہے۔ ساتھ ہی Contrast ہے۔ زمین کی ایک Horizontal لائن ہے' اور ساتھ ہی ایک Vertical لائن ہے' یہ جیومیٹریکل لائن ہے اور وہ کیا ہے؟ وہ پہاڑ ہے۔ پہاڑ میخوں کی طرح گڑے ہوئے ہیں اور زمین بچھونے کی طرح بچھی ہوئی ہے۔ اور درمیان میں کیا ہو گا؟ وخلقنکم ازواجا اور تمہارے لیے جوڑے' میاں بیوی بنائے۔ یہ تینوں ہی اہم کام ہیں۔ قیامت کے جاننے کے علاوہ انہیں جاننا ضروری ہے تو ضروری کیا ہے؟ زمین کو پہچانو' پہاڑ کو بلندیوں کے حوالے سے پہچانو اور درمیان میں آپ کی زندگی کے اوقات ہیں جن میں آپ میاں بیوی بن کے جکڑے پڑے ہو۔ پہاڑ

کو دیکھنے سے یہ مراد نہیں کہ آپ کو اس کی بلندی مل جائے گی بلکہ اسے صرف دیکھنا ہے۔ اور زمین کی وسعتوں کو دیکھنا ہے' وہ وسعت آپ کو نہیں مل جائے گی بلکہ وہ بھی دیکھنے کا منظر ہے۔ اور آپ کی اوقات کتنی ساری ہے؟ میاں بیوی' پابندی' دونوں کے درمیان جھگڑا اور پھر یہاں پر جکڑ گئے۔ تو یہاں پر جکڑ گئے ہو مگر پوچھتے قیامت کا ہو حالانکہ وخلقنکم ازواجا تمہیں جوڑے جوڑے پیدا کیا گیا۔ اور پھر تم پر نیند طاری کر دی وجعلنا النوم سباتا اور رات کا ایک لباس دے دیا وجعلنا الیل لباسا اور پھر جعلنا النہار معاشا دن کو کمائی کے لیے رکھ دیا' بھاگو دوڑو اور کمائیاں کرو۔ تو یہ جو باتیں ہیں اللہ تعالیٰ یہ Stages بتا رہے ہیں اور اگر آپ ان کے مطابق غور کرو' خیال کرو کہ قیامت کب آئے گی تو پتہ چلے گا کہ قیامت آ ہی جائے گی۔ تو زمین کو دیکھو کہ کتنی خوب صورت ہے' اسے ہاتھ لگاؤ اور پھر مٹی کو منہ پہ لگاؤ' پھر یہ دیکھو کہ پہاڑ کتنے بلند ہیں' ان میں کوئی پستی نہیں بلکہ بلندی ہے۔ آسمان کی بات تو آسمان پہ ہو گی مگر یہ دیکھو کہ پہاڑ کتنے بلند ہیں۔ اور درمیان میں یہ دیکھو کہ آپ کو کرنا کیا ہے Living with wife & husband میاں بیوی کو ساتھ رہنا ہے۔ اور پھر آپ پر نیند طاری ہو جاتی ہے اور رات لباس بن جائے گی' ایک پردہ ہو گا' امیر غریب دونوں کے لیے ایک جیسا لباس۔ اور دن کیا ہو گا؟ معاش۔ سورج معاشیات ہے اور چاند جو ہے یہ حسن ہے' جلوہ ہے' جمال ہے۔ وبنینا فوقکم سبعا شدادا اور تمہارے اوپر سات آسمان سختی سے قائم ہیں وسراجا وھاجا اور چمکتا سورج بنایا۔ یہ سب بتانے کا

مطلب کیا ہے؟ اللہ اس لیے بتا رہا ہے کہ اگر مجھے یہ سب زندگی اور موت بنانا مشکل نہیں ہے تو میرے لیے قیامت کیا مشکل ہے۔ میں نے سورج بنایا' کیا تم نے دیکھا؟ میں نے چاند بنایا' کیا دیکھا؟ تارے بنائے' کیا دیکھے؟ زمین بنائی' کوہ کے دامن میں مٹی بنائی' مٹی کے ساتھ انسان بنایا' پھر نیند بنائی' پھر تمہارے لیے دنیا بنائی اور تمہیں معاش کا فکر لگا دیا۔ بے فکر انسان کو معاش کا فکر لگا دیا۔ بڑا عجیب سا لگتا ہے کہ بندہ بہت سیانا ہے مگر کہتا ہے کہ بائی گاڈ' حالات بڑے خراب ہیں۔ بڑی عجیب سی بات لگتی ہے کہ ابھی تو قیامت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ابھی کاروبار کا سوچنے لگا ہے...... اتنی باتیں کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ آخر میں کہتا ہے کہ میں تمہیں کیا بات بتاتا ہوں' انا انذرنکم عذابا قریباً میں ڈراتا ہوں تمہیں ایک عذاب سے جو بڑا قریب ہے جب انسان یوم ینظر المرء ما قدمت یداهم جب انسان اپنے ہاتھ سے بھیجی ہوئی چیز کو خود دیکھ لے گا۔ یہ عذاب کا وقت ہوگا' کہ تیار ہو جاؤ' نامۂ اعمال ملنے والا ہے' کوئی نیا پرچہ نہیں ملے گا بلکہ وہی نامۂ اعمال ہوگا جو تمہارے اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے' اور وہ تمہیں دے دیا جائے گا کہ پڑھو۔ یہ عذاب کا وقت ہوگا' انصاف کی گھڑی ہوگی۔ اگر رحم نہ ہوا تو کہاں بچتے جاؤ گے۔ ویقول الکافر یلیتنی کنت ترابا اور کافر کہے گا کہ کاش ہم مٹی ہوتے تو جواب دہی سے بچ جاتے' کاش انسان نہ ہوتے۔ تو یہ بتایا گیا کہ فضول اور بے وجہ سوال نہ کیا کرو کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ آ گئے تو قیامت آ گئی یعنی آپ کا ہونا جب نہ ہونے میں بدل گیا تو قیامت

آ گئی۔ ہر آدمی کی قیامت اس کے نہ ہونے میں ہو جاتی ہے۔ دن کی قیامت رات میں ہے اور رات کی قیامت دن میں ہے۔ بیٹے کے جدا ہونے میں قیامت ہے' اس کو کچھ ہو جانا قیامت ہے۔ تو اس طرح کی قیامتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور رہ گئی موت' تو اسے تم چکھ نہیں سکتے' لیکن چکھنا ضرور ہے۔ جب تک تم ہو تم نے اسے حاصل نہیں کرنا اور جب اس نے آنا ہے تو تم نے ہونا نہیں ہے۔ تو یہ عجب بات ہے۔ تو اس وقت سے ڈرو جب تم سے وہ ہاتھ چھین لیا جائے گا جس سے تم کام کر رہے ہو اور ہاتھ میں نامۂ اعمال دے دیا جائے گا۔ اس سے پہلے کہ پیسوں کی بجائے نامۂ اعمال آئے' اپنے پیسوں کا حساب کر لو' تقسیم کر لو' نیک اعمال کر لو۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں جو آپ کو سمجھانے کا طریقہ ہے کہ یہ سمجھو کہ زمین کیا ہے' آسمان کیا ہے' ہم کیا ہیں' تم کیا ہو' تیرا ہونا کیا ہے' تیرا نہ ہونا کیا ہے' کب سے لے کر کب تک تو کیا کچھ ہے۔ تو ان باتوں کو تم سمجھو' کتنے باغ جہان میں لگے اور پھر سوکھ گئے' کتنی نسلیں آئیں' کتنی قومیں آئیں۔ تو یہ سارے واقعات تم جانتے جاؤ اور جاننے کے بعد یہ معلوم ہو جائے گا کہ تم کب تک ہو' آخر کب تک۔ کیا آپ سے پہلے آپ کے ابا جان تھے؟ ضرور تھے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ ابا جان تو ابھی بھی ہیں۔ مگر دادا جان؟ ہاں وہ تھے۔ تو یہ ''ہیں'' بھی ''تھے'' ہو جائیں گے۔ اور جو تم ''ہو'' وہ بھی ''تھے'' ہو جاؤ گے End ہو جاؤ گے۔ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے اللہ کی باتوں پر غور کرو' اس کی نشانیوں کو دیکھو' قیامت کی بات نہ کرو' دور کی منزل کی پرواہ نہ کرو بلکہ قریب کے منظر کو دیکھو' یہ

دیکھو کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے' تیرے پاؤں کے نیچے کیا ہے' تیری زمین کہاں ہے' تیرے دل میں کیا گزر رہی ہے اور تیری اولاد تیرے ساتھ کیا کر رہی ہے..... علیٰ ہٰذا القیاس کہتے ہیں کہ فلاں انسان بہت طاقت ور تھا مگر بیٹوں کے سامنے کچھ بھی نہیں۔ خدا کسی کے بیٹے کو باغی نہ کرے۔ ایک جگہ' ایک آستانے پر ایک بندہ بیٹھا تھا۔ یہ میں نے خود دیکھا اور سنا ہے۔ وہ با آواز بلند دعا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ وہ جو سولہ سال پہلے میری دعا آپ نے منظور کی تھی اُسے اب نامنظور کر دیں۔ سننے والے نے کہا کہ یہ کیا کہ دعا اب نامنظور کر دیں۔ کہتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو' میں منظور کو نامنظور کرانے آیا ہوں۔ اُس نے پھر پوچھا کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ کہتا ہے کہ واقعہ یہ ہے کہ میں نے دعا مانگی تھی کہ بیٹا پیدا ہو وہ منظور ہو گئی' اب بیٹا مجھے دبوچتا ہے' اس لیے کہتا ہوں کہ نامنظور کر دیں۔ مدعا یہ ہے کہ منظور دعاؤں کے نتیجے بھی منظور ہونے چاہئیں۔ دعا یہ کرو کہ دعاؤں سے مانگے ہوئے بچے آپ کا دعاؤں پر اعتماد قائم رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ دعاؤں سے اعتماد ہی اُٹھ جائے۔

اب آپ بسم اللہ کریں.....سوال کریں.....بولیں.....

ایک لفظ جو کہ انسان سنتا ہے' عمل کی دنیا میں' عمل کی شکل میں لے جانے کے لیے کوشش کرے۔ وہاں اس کو ایک اور طریقہ نظر آتا ہے' کہ اس بات پہ عمل تو نہیں ہو رہا' لہٰذا اسے بھول جاؤ۔ پھر وہ اسے بھولنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ایک آدمی یہ سن کے آیا ہے کہ سچ بولنا ہے تو جب وہ باہر جائے گا اور کسی نے اس سے سوال کر لیا تو اب تو اُسے سچ بولنا پڑے گا۔ پھر وہ سوچتا ہے کہ اگر میں اسے یاد رکھوں تو سچ بولنا پڑے گا' لہٰذا میں اسے بھول ہی جاؤں۔ پھر وہ ایسی مصروفیت ڈھونڈ لیتا ہے کہ وہ بات بھول جاتی ہے۔ تو لوگوں کی مصروفیات کے بہانے دراصل صداقت کو بھول جانے کا طریقہ ہے۔ ورنہ اگر وہ صداقت پہ قائم رہے تو کوئی مصروفیات اُسے کچھ بھلا نہیں سکتیں۔ تو زیادہ باتیں کرنا' زیادہ مصروف ہونا' زیادہ کام کرنا' بچوں کی مصروفیت' دوسری مصروفیات' ہزار کام ہیں ......اس طرح وہ سچ بولنے سے آزاد ہو جاتا ہے مگر وہ آزاد ہو نہیں سکتا۔ اس لیے جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں بڑا مصروف ہوں دراصل وہ صداقت کے اوپر عمل کرنے کے فرض سے اجتناب کر رہا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا۔ کیا؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ آج کل بڑا مصروف ہوں تو وہ کسی صداقت پر عمل کرنے کے فرض سے بچنے کے لیے گریز کر رہا ہے۔ اس لیے آپ اس بات پہ غور کریں۔

تو آپ سوال کریں .....ضرور کریں .....سوال خود ساختہ نہ ہو بلکہ بے ساختہ ہو۔

سوال:-

بچوں پر والدین کا اثر ہوتا ہے لیکن اچھے والدین کے بچے غلط اور بُرے والدین کے بچے اچھے کیوں نکل آتے ہیں؟

جواب:-

پہلی بات تو آپ کا یہ تھیسز ہے کہ جیسے والدین ہوں ویسے بچے ہونے

جاتیں۔ یہ تو آپ نے ایک تھیوری بنائی ہے اور پھر سوال کر دیا ہے اس تھیوری کی سپورٹ میں۔ جب کہ یہ تھیوری بنتی نہیں۔ دنیا کے اندر اگر کسی ایک وقت میں اسلام دین کے طور پر آ گیا تو ہمیشہ کے لیے اسلام کو As a دین ہونا چاہیے۔ ہم کیا دیکھتے ہیں؟ کہ اسلام کا دین کے طور پر نافذ ہونے کے بعد اتنا نفاذ نہیں رہا بلکہ درمیان میں لوگ کھسک گئے۔ ہوا کیا؟ کہ مومنوں کے ہاں Kharjites پیدا ہو گئے خارجی پیدا ہو گئے۔ تو ایسا ہو جاتا ہے۔ مثلاً پیغمبروں کے ہاں Non-Believer پیدا ہو گئے۔ مثلاً ایک پیغمبر کی زوجہ اس خیال کی نہیں تھی، کسی کا بیٹا اس خیال کا نہیں تھا اور پھر وہ بیٹا طوفان کی نذر ہو گیا، جب کہ باپ لوگوں کے بیٹوں کو بچا رہے ہیں۔ مطلب کیا ہوا؟ کہ پیغمبر زادہ کسی اور راہ پر چل پڑا۔ کبھی کبھی اللہ کے ساتھ مخالفت کرنے والے کافروں کے ہاں پیغمبر پیدا ہوئے۔ یہ بھی آپ نے دیکھ لیا کہ باپ کے بت کدہ اور آتش کدہ میں ایک بت شکن انسان پیدا ہو گیا، تو یہ بھی واقعہ ہو گیا۔ لہٰذا آپ کی تھیوری غلط ہو گئی۔ اب یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کے احسان پر منحصر ہے۔ اگر آپ کا بچہ آپ کے دین پر چل رہا ہے تو شکر ادا کرو۔ اس میں یہ فرض نہیں کیا جا سکتا کہ کیا ہو؟ کافر کے ہاں مومن پیدا ہو سکتا ہے اور مومن کے ہاں کافر پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اپنے ایمان کا شکر ادا کرو اور اولاد کے ایمان کا مزید شکر ادا کرو کہ تو نے ہمیں ماننے والا بنایا اور تیرا مزید شکر ہے کہ تو نے ہماری اولاد کو بھی ماننے والا بنایا۔

سوال:-

سر! میں نے دیکھا ہے کہ ماں اگر نیک ہو تو اولاد نیک ہوتی ہے۔

جواب:-

چلو یہ کہہ لو کہ اگر ماں نیک ہو تو اولاد بالعموم نیک ہوتی ہے۔ ماں کا اولاد پر اثر ضرور ہوتا ہے۔ دعا کرو کہ نیک آدمی کی بیوی بھی نیک ہونی چاہیے۔ یہ دعا سے ہوتا ہے۔ یا آپ یہ کہو کہ تا نیک ہو تو اماں نیک ہو گی۔ بہرحال اگر عطا ہو گی تو نیکی ہو گی۔ اگر وہ عطا فرمائے تو نیکی ہی نیکی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ گمراہی کے سفر پر جاتا ہوا بچہ درمیان میں نیک کر دیا جاتا ہے۔ اللہ جب چاہے نیک بنا دے۔ اگر سنگت اچھی مل جائے تو نیک بنا دیتی ہے۔ کہتا ہے تو کدھر چلا ہے؟ جواب دیا کہ ہم اُدھر چلے ہیں، آپ بھی آج اُدھر چلو۔ تو نیک لوگ اس کو اپنی طرف لے کر جائیں گے۔ جانے والوں نے اس جگہ جا کے نیکی عطا کی جہاں نیکی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تھے بزرگ اور ایک لڑکی تھی گانے والی گنہگار لڑکی۔ وہ اس کے ٹھیکیدار لوگوں کے پاس جاتے ہیں کہ اس بچی کو مجھے دے دو۔ وہ دے دیتے ہیں۔ انہوں نے لڑکی کو کہا ہم تمہارے لیے Pay کر کے آئے ہیں اس لیے آج ہمارا حکم چلے گا۔ لڑکی نے کہا آپ حکم کریں۔ انہوں نے کہا تم وضو کرو اور نماز کے لیے کھڑی ہو جاؤ۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میں نے تو اتنا کام کر دیا ہے اب آگے تیرا ہی کام ہے، یہاں تک میرا اختیار تھا وہ میں نے برت لیا آگے تو دلوں کو بدلنے والا تو ہے، اگلا کام تو نے کرنا ہے۔ بس پھر عطا ہو گئی۔

ایک اور بزرگ تھے' ان کے بارے میں بڑا مشہور تھا کہ وہ فی البدیہہ' Spontaneous کلمہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک جگہ وہ جا رہے تھے' آگے سے ایک ہندو لڑکی آ رہی تھی' بڑی خوب صورت لڑکی تھی۔ بابا جی کھڑے ہو گئے اللہ سے کہا کہ اتنی خوب صورت لڑکی بنا کے تو اُسے آگ میں ڈال دے گا' بس تیری شان ہے تو جو مرضی کر۔ تو وہ لڑکی کلمہ پڑھنے لگ گئی۔ تو ان کا کلمہ پڑھانا جاری ہو گیا تھا' جس کو ملتے اُسے کلمہ پڑھا دیتے۔ اس بات پہ مقدمہ چلا۔ بات کورٹ میں چلی گئی۔ جج نے کہا بابا جی آپ لوگوں کے مذہب میں مداخلت کرتے ہیں' انہیں کلمہ پڑھا دیتے ہیں' یہ اچھی بات نہیں ہے۔ بابا جی نے کہا یہ سب جھوٹ کہتے ہیں' میں نے تو کلمہ نہیں پڑھایا' یہ جو آپ کا ریڈر بیٹھا ہے جو ٹاپ کر رہا ہے' کیا اسے میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ تو وہ ریڈر کلمہ پڑھنے لگ گیا۔ پھر کہنے لگے کہ یہ جو وکیل صاحب ہیں کیا اسے میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ وہ وکیل سکھ تھا' وہ بھی کلمہ پڑھنے لگا۔ پھر کہا کہ آپ کو میں نے کلمہ پڑھایا ہے؟ تو وہ ہندو جج بھی کلمہ پڑھنے لگا......تو یہ ہے بات کہ وہ جس طرح چاہے ویسے ہو جائے۔ اس لیے اگر کلمہ پڑھانے والا درمیان میں آ جائے تو لوگ کلمہ پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ بس بھیجنے والے کی مرضی ہونی چاہیے۔ دعا کرو کہ ایسا واقعہ ہو جائے' کوئی اچھی شے آ جائے۔ اگر اچھی شے آ گئی تو پھر کلمہ ہی کلمہ ہے۔ دعا کرو کہ آپ کی محبتوں میں کوئی نیک چیز داخل ہو جائے۔ اگر وہ نیک چیز داخل ہو گئی تو پھر کلمہ ہی کلمہ ہے۔ یہ جو سارے بزرگ ہوتے ہیں آستانے والے' وہ یہ کام کرتے رہتے ہیں' جیسے

شوق نہ ہو اُسے بھی کلمہ پڑھا دیتے ہیں۔ ایک آدمی تھا ماننے والا' وہ اپنے Non-Believer' نہ ماننے والے بھائی کو پکڑ کے اپنے پیر صاحب کے پاس لے گیا۔ کہنے لگا کہ یہ کسی کو نہیں مانتا' میرا بھائی ہے آپ اس پہ ذرا توجہ کریں۔ پیر صاحب نے کہا یہ ٹھیک کر رہا ہے جو بھی کر رہا ہے۔ پھر کہنے لگے کہ اسے کھانا کھلاؤ۔ اُسے کہنے لگے کہ تو شام کو کھانا میرے پاس کھایا کر' میں تمہیں کوئی تبلیغ نہیں کروں گا' کھانا بھی اچھا دوں گا۔ وہ کہنے لگا کہ ٹھیک ہے۔ روزانہ شام کو وہاں جانے لگا۔ چار پانچ دن گزر گئے۔ ایک دن پیر صاحب کہنے لگے کہ جس مقام سے یہ واپس آیا ہے وہاں سے کوئی نہیں آ سکتا' یہ بہت دور کی دنیا سے آیا ہے' اس نے بہت سے لوگوں کو چھوڑا ہے تب یہاں پہنچا ہے۔ جب وہ گھر گیا تو کہنے لگا کہ یہ پیر صاحب تو مجھے دیکھتے ہیں' یہ تو بہت بری بات ہے کہ میں غلطی کرتا ہوں' میرے ساتھ یہ ہوا ہے کہ میری برائی بھی ختم ہو گئی اور شام کی حاضری سے میرے سارے دن کی حاضری ہو جاتی ہے اور پھر یہ کہ پیر صاحب نے مجھے کوئی تبلیغ نہیں کی' ایک لفظ نہیں کہا......مدعا یہ ہے کہ صرف صحبت کیا سے کیا رنگ لاتی ہے۔ پھر اس آدمی نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ تو سب کو بیعت کرتے ہیں مگر مجھے بیعت نہیں کیا۔ انہوں نے کہا اصل میں یہ محبت کی بیعت ہوتی ہے اور میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ پھر اس نے کہا آپ لوگوں کو خلافت بھی دیتے ہیں۔ کہنے لگے تمہیں خلافت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے' بس تو میرے ساتھ ہی رہا کر۔ پھر وہ جاتا رہا اور پیر صاحب نے اُسے کیا سے کیا بنا دیا' آدھی زندگی

روتے گزر گئی' آدھی خوف خدا میں گزر گئی۔ مگر پیر صاحب نے کوئی تبلیغ نہیں کی۔ تو تبلیغ جو ہے یہ اور شے ہے' محبت اور شے ہے۔ محبت سے سارا واقعہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ آپ بس انتظار کیا کرو کہ اگلے موڑ پر نجانے کون آ جائے۔ وہ جب بھی آئے' آئے گا ضرور۔

او ہو یار کلو کھڑی رات والا   اج بھیس وٹا کے وت آیا

یعنی وہ جو کل رات آیا تھا وہی یار آج لباس تبدیل کر کے پھر آیا ہے۔ اور یہ یار وہی ہے جو کہ "کن فیکون" والا ہے' وہ بھیس بدل کے راستے میں پھر آ کے مل جاتا ہے اور پھر یاد کرا جاتا ہے کہ سنا کیا وہ سب یاد ہے کہ الست بربکم؟ اس لیے اللہ تعالیٰ مہربانی فرمانے والا ہے۔ دعا کرو کہ کوئی اچھا چانس آ جائے۔ یہ سب چانسز ہوتے ہیں اور حتمی طور پر تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ لوگوں پر ڈیوٹی لگائی گئی بلکہ پیغمبروں کو نبوت عطا کی گئی' محبت عطا کی گئی' ان کو نبی بنا دیا گیا' رسول بنا دیا گیا' بہت کچھ بنا دیا ہے' بلکہ کائنات کا مالک بھی بنا دیا۔ اور انہوں نے کرنا کیا ہے؟ انہیں کہا گیا کہ آپ ان لوگوں کے پاس جائیں جو گنہگار ہیں۔ تو گنہگاروں کو بچانے کے لیے آگ سے بچانے کے انتظام کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو محبت عطا کی تا کہ وہ آئیں اور آپ کو اس مصیبت سے بچائیں۔ یہ بڑا ہی لمبا کھیل ہے' پراسس ہے' بچانے والے کو مامور کر دیا جاتا ہے بچانے پر۔ مامور کون ہوتا ہے اور عاقبت کس کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس طرح مہربانی فرماتا ہے۔

سوال:-

بعض اوقات کسی سلسلے کے بزرگوں میں اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟

جواب:-

دیکھو جس کو آپ اختلاف کہہ رہے ہیں' یہ بنیاد کا اختلاف نہیں ہوتا۔ اختلاف اگر ہے تو لباس کا ہوگا' پیرائے اظہار کا ہوگا ورنہ تو کلمہ' قرآن' توحید' رسالت' عاقبت اور مابعد کے حوالے سے کسی میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف اس بات کا ہو سکتا ہے کہ آج جو محفل ذکر ہوئی ہے وہاں آواز بلند ہوا کہ خفی ہو' ذکر خفی ہوا کہ جلی ہو' ذکر ہو تو کیسے ہو' قوالی میں اختلاف ہو سکتا ہے' یہ اختلاف ہو سکتا ہے کہ آٹھ تراویح پڑھتی ہیں یا بارہ پڑھو یا بیس پڑھو۔ تو اس طرح کے اختلافات ہو سکتے ہیں۔ تو ایک طریقہ تو یہ ہے اختلاف کا۔ دوسرا یہ ہے کہ جب بات آگے چلتی گئی تو پھر اس میں تبدیلی آئی۔ اب یہ ٹیکنیکل بات ہے' ذرا غور سے دیکھو۔ اسلام ایک دین کا نام تھا۔ کہتے ہیں کہ اکبر کے زمانے میں شیعہ سنی کے درمیان ایک مناظرہ ہوا۔ یہ واقعہ سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے' ممکن ہے کہ کہیں نوٹ ہو۔ تو مناظرہ یہ تھا کہ کون سچا ہے اور کون سچا نہیں ہے۔ تو بیربل نام کا ایک بندہ مناظرے میں آیا اور اس نے بغل میں جوتی اٹھائی ہوئی تھی۔ اندر محفل میں آ گیا۔ اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ شیعہ عالم آئے ہوئے ہیں' جوتا اس لیے اٹھایا ہوا ہے کہ اس کی حفاظت کروں کہ یہ لوگ حضور پاکؐ کے زمانے میں جوتے اٹھا لیتے تھے۔ تو ایک شیعہ عالم بولا کہ حضور

پاک ﷺ کے زمانے میں تو ہم لوگ تھے ہی نہیں۔ تو اس نے کہا اگر تم حضور پاک ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے تو اب کدھر سے آ گئے ہو...... اصل دین اگر وہاں رکھا جائے جہاں پہ وہ تھا' تو اللہ' اللہ کے حبیب ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین۔ تو دین محفوظ ہو جائے گا۔ یہ جو درمیان میں بندہ آ جاتا ہے وہ کہتا ہے کہ قادری پیر سب سے بڑا ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ چشتی بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ تو جھگڑا کہاں سے شروع ہوا؟ یہاں سے اسلام کو آپ نے ''قادری'' بنا دیا حالانکہ وہ اسلام ہے۔ اللہ تو اللہ ہے۔ یہ توحید ہی ہے۔ کلمے کی توحید میں اللہ نے اپنے

نام

''لا الٰہ الا اللہ'' کے ساتھ اپنے حبیب کا نام لگا دیا ''محمد رسول اللہ'' پھر کسی نے اور نام لیا کہ علی ولی اللہ۔ اب کچھ لوگوں کو یہ ماننے میں دقت ہوگی۔ کسی کو ولی ماننے میں کیا دقت ہے۔ لیکن کلمے میں ایک اور نام لگ گیا۔ اسی طرح کسی نے غوث کا نام لے لیا۔ تو چلتے چلتے اور نام آ گئے۔ مثلاً خواجہ غریب نوازؒ کا نام ہے چشتی یعنی کہ یہ ایک نسبت ہے۔ اس کے بعد پھر فریدی آ گیا یعنی بابا صاحبؒ کا ماننے والا۔ اگر بابا صاحبؒ کو ماننے والا تھا تو پھر اس کے لیے چشتی نام کافی تھا مگر یہ بابا صاحبؒ کا ماننے والا ہے۔ ٹھیک ہے یہ بابا صاحبؒ کا نام آ گیا مگر پھر ایک اور ماننے والا آ گیا' نظامی' ایک اور آ گیا صابری' نظامی اور صابری دونوں ہی بابا صاحبؒ کے ہیں۔ حتیٰ کہ آپ نے اپنا آخری نام ضرور رکھوانا ہے۔ تو یہاں سے آگے سلسلے بن گئے۔ تو سادہ لوگ جب Follower بن گئے تو انہوں نے کہا

کہ صرف ہم ہی ہیں۔ یہاں سے فرقے بنتے ہیں۔ ہندوستان میں دو گاؤں ہیں' ایک دیوبند ہے اور دوسرا بریلی۔ دیوبند میں ایک مدرسہ ہے دارالعلوم ہے' اس مدرسے کی سند کے ساتھ دیوبندی لگا دیتے ہیں۔ ایک خانقاہ ہے بریلی میں اور وہاں سے بریلوی سلسلہ بن گیا۔ وہاں حضرت شاہ نیاز احمد بریلویؒ کی خانقاہ بھی ہے۔ اس طرح انہوں نے کہا کہ ہم دیوبندی ہیں' ہم بریلوی ہیں' اور اصل بات بھول گئے' مناظرے شروع ہو گئے' کوئی فاتح بریلی کہلایا' کتابیں لکھی گئیں' ایک نے اور دوسرے نے اور لکھی۔ ایک نے لکھا جو ''غلام غوث'' نام رکھے گا وہ کافر ہو جائے گا۔ اور پھر احمد رضا خان صاحبؒ نے کہا کہ میرا نام ہے ''عبدالمصطفیٰ'' ہم بندے ہی مصطفیٰؐ کے ہیں...... تو یہ سارے اضافے جھگڑے ہوتے جا رہے ہیں۔ مسجد میں پہلے درود شریف پڑھتے ہیں اور پھر اذان کہتے ہیں' بعد میں آواز دیتے ہیں کہ اے منکرین رسالت' سنو درود شریف کی کیا شان ہے' اللہ بھی درود بھیجتا ہے۔ اب ان کو منکرین رسالت کہہ دیا اور خود فخرِ رسالت کہہ دیا۔ یہ ساری باتیں تمہاری عقل کی دشمنیاں ہیں۔ اگر آپ اللہ کے دین کو سمجھتے تو اس طرح نہ کرتے بلکہ اللہ کی عبادت کرتے۔ سارے سلسلے اپنے ہیں' سارے واقعات اپنے ہیں بشرطیکہ دین اپنا ہونا چاہیے۔ چونکہ دین کو آپ نے اپنا نہیں سمجھا اس لیے آپ سلسلوں میں جھگڑا کر رہے ہیں۔ آپ یہ کہیں کہ جو اسے منظور ہے وہ نہیں منظور ہے۔ سب کو چلنے دو جو عقیدت سے چل رہے ہیں۔ میرا خیال ہے حضور پاک ﷺ کے نام سے کسی کو مخالفت نہیں ہے۔ کیا یہ ہو سکتی ہے؟ نہیں ہو

سکتی! تو اصلی سلسلہ محمدی سلسلہ ہے اور وہ ایک ہی سلسلہ ہے جب سے آیا ہے ایک ہی سلسلہ ہے تو آپ کلمے کی توحید پہ قائم رہیں۔ اب یہ وقت آ گیا کہ آپ سلسلے تھوڑی دیر کے لیے بند کریں اور اللہ اور اللہ کے حبیبؐ کے نام سے سلسلہ شروع کریں۔ کون سا سلسلہ؟ سلسلہ محمدیہ۔ اب اسے چلنے دو۔ اگر پاکستان کے سارے مرید اِل کے قسم کھالیں کہ پیر صاحب کو پیسہ نہیں دینا تو پھر ایک سلسلہ بن جائے گا۔ تو جب تم پیسہ دیتے ہو تو وہ کہتے ہیں یہ سلسلہ سب سے اچھا ہے۔ کون سا سلسلہ؟ سلسلہ پیسہ دینے والا اور سلسلہ پیسہ لینے والا۔ اس طرح جس سلسلے میں یہ کام ہو وہاں سلسلہ در سلسلہ ہے۔

کس سلسلے سے آئی کس سلسلے کی بات

تو بات یہ ہے اور یوں سلسلے بن گئے۔ اصل میں تو سلسلہ ایک ہی ہے اور وہ ہے مسلمانوں کا۔ اور یہ بات کب تک چلے گی؟ ایک جنگل میں گیدڑوں کا جلسہ ہو رہا تھا' سب کہہ رہے تھے کہ میں جنگل کا بادشاہ ہوں۔ شیر نے ایک کڑک لگائی تو سارے بھاگ گئے' یہ کہتے ہوئے کہ جان بچاؤ' مالک آ گئے۔ پس "مالک" کے آنے کی دیر ہے' سارے یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ بس اتنی سی بات ہے۔ جنگل میں جھگڑا اس لیے ہے کہ شیر نہیں آ رہا۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

دعا کرو کہ شیر آ ہی جائے۔ شیر کے آنے کی دیر ہے کہ سب جنگل صاف ہو جائے گا اور پھر سارے کہیں گے اللہ اکبر۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پھر توحید قائم ہو جائے گی۔ تو ہوا ہمیشہ ہی ایسے ہے۔ لیڈر کی تعریف کیا ہے؟ یہ نہیں کہ صرف قوم کو لیڈ کرے بلکہ لیڈر کی تعریف یہ ہے کہ تمام لیڈروں کو ختم کر دے۔ تو لیڈر کے کہیں گے ہم؟ قائد کون ہے؟ قائد اُسے کہیں گے جو قائدین کی بہتات ختم کر دے۔ تو اُسے قائد کہیں گے۔ جب قائداعظم آئے تو کیا وہ شیعہ تھے' سُنی تھے' دیو بندی تھے' بریلوی تھے یا نقشبندی تھے؟ ایک بات دیکھو کہ جب وہ آئے تو گاندھی کا بھی چراغ بند ہو گیا۔ یہ ہے قائد' کہ گاندھی اور نہرو جیسے سارے چراغ بند ہو گئے۔ ایسے آئے کہ آ کے چھا گئے۔ کسی نے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ تیسرا کلمہ سنا' چوتھا کلمہ سنا' کیا تیرے پاس کسی پیر صاحب کی خلافت ہے؟ اور وہ کامیاب ہو گئے۔ تو اسلام کیا ہے؟ مسلمانوں کا طرزِ عمل..... قائد کون ہے؟ قیادت کی بہتات ختم کرنے والا۔ مسلمانوں کے ہاں' آپ کے ہاں جب قائد آ گیا تو یہ سارے فرقے ختم ہو جائیں گے۔ اب فرقے ختم ہونے کا نام آ گیا ہے۔ کون آئے گا؟ وہی آئے گا جو آئے گا۔ کتنی دور ہے اس کا آنا؟ میرا خیال ہے وہ قریب ہی ہے۔ دعا کرو کہ آپ کو وہ وقت دیکھنا نصیب ہو جب فرقے ختم ہو جائیں گے' بالکل ختم ہو جائیں گے۔ ایک طاقت ور بندہ آ جائے تو سب جھگڑے ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر جھگڑا کس بات کا؟.....

اور کوئی سوال......بولو......

سوال:

ہم صاحبِ عرفان کی ذات سے محبت کریں یا اس کے عرفان سے؟

جواب:

کسی صاحبِ عرفان کو صاحبِ عرفان سمجھنے کے لیے پہلے آپ کے پاس قوی دلیل ہونی چاہیے۔ اگر قوی دلیل ہے تو وہ صاحبِ عرفان ہے۔ میرا خیال ہے کہ صاحبِ عرفان کو یہ ڈیوٹی Allocate ہو چکی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو عرفان پہنچانا ہے۔ اس کے پاس ساری چٹھی آ جاتی ہے۔ اُسے بتایا جاتا ہے کہ یہ اس کی چٹھی ہے' بندہ تیار ہے' ابھی آیا نہیں' آنے والا ہے۔ تو وہ صاحبِ عرفان گیٹ پہ ہوتا ہے' پھر کہتا ہے کہ وہ جو اسٹیشن پکڑا ہے اُسے لے کے آؤ۔ پھر کہتے ہیں کہ کیا بات ہے سواری نہیں ملی۔ آنے والا کہتا ہے کہ گھوڑا تانگہ خراب تھا۔ کہتے ہیں پھر آ جاؤ۔ یہ نہیں کہا کہ میں یہ ہوں' وہ ہوں' تمہیں فیض دے رہا ہوں۔ بس ایک اشارہ ہی ہوتا ہے' کہتے ہیں جاؤ فیض یافتہ ہو گئے۔ صاحبِ عرفان کے پاس ڈائری ہوتی ہے' ایک ڈائریکٹری ہوتی ہے۔ اس میں آپ کا نام لکھا ہوتا ہے۔ آپ نے صرف جانا ہے' سلام کرنا ہے اور واپس آ جانا ہے۔ عرفان آپ کے اندر ہوگا۔ انہوں نے اوپر سے گرد و غبار صاف کر دینا ہے اور یہ کہنا ہے کہ جناب اپنا آپ کھول' اپنی گرہ کھول۔ مطلب یہ کہ ہر ایک کی گٹھڑی میں لال ہے اور وہ کھولنے کا طریقہ بتا دے گا کہ اب یہ کر لو اب وہ کر لو۔ تو صاحبِ عرفان کے پاس آپ نے صرف پہنچنا ہے' وہاں عرفان لینے کا خیال مت کرو۔ یہ سوال بھی غلط ہے۔ وہاں اگر جانا ہے تو بے سوال ہو کے چلے جاؤ۔ اُس کے پاس پورا ریکارڈ ہے اور پوری بات ہے' آنے والوں کی اور جانے والوں

کی۔ کہتے ہیں کہ بابِ الشرک میں عرفان کا تقاضا بھی شرک ہے۔ یہ بات سمجھ آئی؟ شرک کیا ہے؟ اللہ کے علاوہ کوئی اور چیز مانگنا۔ حتیٰ کہ آپ عرفان نہیں مانگنا۔ تو یہ شرک ہے۔

کچھ اور مانگنا میرے مشرب میں کفر ہے
لا اپنا ہاتھ دے میرے دستِ سوال میں

تو مانگنا کیا ہے؟ اللہ۔ اگر جنت مانگی' حالانکہ یہ بھی تو مسلمانوں کو ملے گی' تو جنت مانگنا بھی منع ہے۔ تو جنت مانگنا' دنیا مانگنا' عرفان مانگنا' ولایت مانگنا' قلندری مانگنا' یہ مانگنا' وہ مانگنا' درجے مانگنا ...... سب باتوں کو چھوڑ دو۔ اللہ کا قرب کافی ہے۔ اب یہ سوال جائز ہے کہ یا اللہ دوریاں دور کر۔ یا اللہ تو ہمیں صاحبِ عرفان بنایا نہ بنا' ہم تجھے پہچاننے کی خواہش نہیں کرتے بلکہ تیرا قرب چاہتے ہیں۔ پہچاننے والے اور آ جائیں گے ہمارے بعد' ہم تو ماننے والے بننا چاہتے ہیں۔ تو یہ پہچان کی بات نہیں ہے کہ آپ اُسے پہچانیں کہ اس کی قدرتیں کتنی ہیں۔ وہ تو فلسفی آ کے پہچانیں گے' قدرتوں سے جانیں گے کہ سبحان اللہ' اس کے پیچھے اللہ کا ہاتھ لگتا ہے۔ ہم کیا ہیں؟ ہم تو ماننے والے ہیں' اللہ کو مانیں گے' اس کا قرب چاہتے ہیں۔ تو سجدے قائم رہیں اور سلامتیاں ہوتی رہیں۔ کیا اللہ کی سمجھ آئی؟ ہمیں کیا سمجھ آئی ہے' ہم تو سادہ لوگ ہیں' ہم تو مانتے چلے آ رہے ہیں' اللہ کو سمجھے بغیر مانتے ہیں۔ تو سوال کیا ہونا چاہیے؟ یہ سوال ہونا چاہیے کہ اللہ کی محبت مانگیں۔ تو سب اللہ کا ہے' اللہ کو اللہ سے ہی مانگو۔ یہ ہے اصلی سوال ...... ایک دفعہ

یہ واقعہ ہوا کہ شاہ شمس تبریزؒ آئے' مولانا رومؒ کے ساتھ ایک واقعہ ہوا' مولانا ؒ اُن کی محبت میں مبتلا ہو گئے۔ شاہ شمس تبریزؒ کو غصہ آ گیا اور وہ گم ہو گئے' چلے گئے۔ تلاش شروع ہو گئی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے رہے' کوئی کہتا ہے چھ مہینے ہو گئے' کوئی کہتا ہے سال ہو گیا' ایک جنگل میں مل گئے۔ مولانا رومؒ نے کہا کہ ہم نے آپ کو بڑا تلاش کیا' اتنے مہینے گزر گئے۔ شاہ شمسؒ نے کہا میں تو تمھیں زندگی بھر تلاش کرتا رہا ہوں..... تو دینے والا لینے والے کی تلاش میں ہے' لینے والا دینے والے کی تلاش میں ہے' تخی جو ہے وہ تخی کیسے بنے جب تک سائل نہ ہو۔ تو دونوں جو ہیں دونوں کی تلاش میں ہیں۔ اس لیے فکر نہ کرو' وہ دروازہ توڑ کے دے جائے گا اور کہے گا' اٹھو دیر ہو گئی' امانت قبول کرو۔ اور پھر وہ امانت دے جائے گا۔ اگر محرومی ہے تو پیر صاحب کا بیٹا بھی محروم ہو جائے گا' اس طرح صاحب عرفان کا بیٹا صاحب عرفان نہیں ہو گا۔ اس لیے آپ انتظار کرو اور توقع کرو' آپ کا حصہ آ رہا ہے' وہ شور مچاتا ہوا گھوڑے پہ چڑھ کے آئے گا۔ تو کیا کہتے ہیں؟ کہ آپ کا حصہ شور مچا کے گھوڑے پہ چڑھ کے آ رہا ہے' آتا ہی جا رہا ہے۔ اس لیے آپ کا حصہ بالکل ہی' خود بخود ہی آ جائے گا۔ یعنی کہ تقدیر جو ہے وہ بہتے دریا میں بند صندوق کے اندر بچہ بن کے آ جاتی ہے۔ فرعون کی تقدیر دیکھو۔ فرعون کسی سے مر نہیں سکتا' فرعون کو کون مارے۔ لیکن چھوٹا سا صندوق' اور بچہ اُسے مار گیا' اس کے پرزے اُڑا دیئے۔ تو تقدیر اس طرح آتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ آپ دیکھتے جائیں' بس آنے والا آ کے رہے گا' آ کے رہے گا۔ وہ ایسے آتا ہے کہ میں کیا بتاؤں۔

ہم نے جو دیکھا ہے وہ یہی کچھ دیکھا ہے کہ آنے والا رُکتا نہیں۔ جس طرح موت اٹل ہے اسی طرح تمہارا حصہ اٹل ہے۔ وہ اٹل ہے اور آ کے رہے گا۔ چھوٹی سی بات کے اندر دینے والا دے جائے گا۔ مثال کے طور پر ایک بندہ خدا کو نہیں مانتا۔ اس کے گھر کا دروازہ بند ہے' تالا لگا ہوا ہے' باہر گیٹ کو بھی تالا لگا ہوا ہے۔ وہ آدمی عرس پہ چلا گیا' بابا صاحبؒ ' خواجہ صاحبؒ یا داتا صاحبؒ کے۔ وہاں کسی نے اُسے کچھ نہیں کھلایا۔ رش بہت تھا۔ اس نے کہا کسی نے کہا ہی نہیں کہ چاول ہی کھا لو۔ گلہ کرتا رہا۔ پھر اس نے سوچا کہ گھر چلیں۔ میرے سامنے اس نے دروازہ کھولا' بڑا گیٹ' پھر دوسرا گیٹ اور پھر تیسرا تالا' اندر میز پر گرم گرم چاولوں کی پلیٹ تھی ..... تو کیا اس کو دروازوں کی کوئی رکاوٹ ہے۔ وہ جب چاہے' جہاں چاہے اس کا حصہ پہنچا دیتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ تو یوں واقعہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ آدمی بُرا ہے جو جھگڑا کر کے تعلق توڑ دیتا ہے۔ اگر جھگڑے میں تعلق نہ ٹوٹے تو یہ جھگڑا نہیں' یہ ناز وادا ہے۔ اگر تعلق ٹوٹنے کی بات آئی ہے تو یہ ناز وادا نہیں ہے بلکہ یہ جھگڑا ہے۔ بس اگر تعلق قائم رہے تو جو مرضی جھگڑا کرو۔ بزرگوں کے ساتھ ایسے جھگڑے کی میں آپ کو اجازت دیتا ہوں بشرطیکہ ان کی بزرگی قائم رہے اور آپ کے پاس ادب رہے۔ اب یہ جھگڑا نہیں ہے بلکہ ناز وادا ہے' جو مرضی کرتے جاؤ۔ وہ دے کے رہے گا اور بات کو وہاں پہنچائے گا جہاں نہیں پہنچ سکتی۔ شرط صرف یہ ہے کہ تعلق قائم رہے۔ تو یہ فرق ہونا چاہیے۔ کہتے ہیں کہ گستاخی اور بے باکی میں کیا فرق ہے؟ گستاخی تعلق توڑ دیتی ہے اور بے

باکی تعلق قائم رکھتی ہے۔ بے باک ہونا جائز ہے گستاخ ہونا جائز نہیں ہے۔

اور کوئی سوال پوچھو...... بولو...... آپ بولیں......

سوال:

تقویٰ کیا ہوتا ہے؟

جواب:

یہ تو آپ بتاؤ کہ تقویٰ کیا ہوتا ہے؟ اور متقی کیا ہوتا ہے؟ متقی کے پاس جو چیز ہو اُسے تقویٰ کہتے ہیں۔ متقی کی تعریف کیا ہے؟ یہ تعریف اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے ذالک الکتب لاریب فیہ یہ وہ کتاب ہے جس میں جو کچھ کہا گیا اس میں شک نہیں ھدی للمتقین اس میں متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ وہ متقی کون ہیں؟ الذین یومنون بالغیب جو غیب پر ایمان لائے ویقیمون الصلوۃ اور نماز قائم کریں و مما رزقنھم ینفقون اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اس میں سے خرچ کریں والذین بما انزل الیک اور جو کچھ حضور پاکؐ پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے وما انزل من قبلک اور جو کچھ آپؐ سے قبل نازل ہوا اس پر ایمان لائے وبالاخرۃ ھم یوقنون اور آخرت کے آنے پر ایمان رکھتے ہیں یقین رکھتے ہیں۔ اولئک علیٰ ھدی من ربھم یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں و اولئک ھم المفلحون اور یہ فلاح پانے والے ہیں۔ تو متقی فلاح پانے والا متقی نماز قائم کرنے والا متقی اللہ کی راہ پر پورا بھروسہ کرنے والا آخرت کو حساب کتاب اور جواب دہی کو ماننے والا مرنے کے بعد ایک اور زندگی کو ماننے والا جو کچھ حضور پاکؐ پر نازل ہوا اس کو ماننے والا جو کچھ حضور پاکؐ سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوا اُسے ماننے والا جو کچھ اللہ نے دیا اس میں سے خرچ کرنے والا اور بے تاب نہ ہونے والا ہوتا ہے۔ جو آ رہا ہے وہ اُسے قبول کرے گا تو بھروسہ کرنے والا متقی ہے۔ متقی ہونا بڑا آسان ہو جاتا ہے اگر جو کچھ ہو رہا ہے اُسے آپ مانتے چلے جائیں، بے تاب نہ ہوں۔ رزق کا یہ سمجھو کہ وہ خدا کے پاس ہے، رزق اللہ نے دینا ہے اور ملنا آپ کو ہے۔ اپنے آپ کو رازق نہ سمجھنا بلکہ وصول کنندہ سمجھنا۔ رازق کون ہے؟ اللہ! اللہ کو رب ماننا۔ فیکٹری کو رب نہ ماننا بلکہ اللہ کو رب ماننا۔ یہ سارے آپ کو اللہ کی طرف سے دیے ہوئے انعامات ہیں۔ رب نے اپنا احسان آپ پر کیا، آنکھوں میں بینائی دی ہے اور آپ کے خیال کو بلندی عطا فرمائی ہے۔ یہ سارا انعام ہے رب کا۔ رب کا معنی پالنے والا۔ کس کو پالا؟ ذہن کو پالا، خیال کو پالا، نگاہ کو پالا، جسم کو پالا اور آپ کی جیب کو بھی پالا تو وہ عطا کرتا رہتا ہے۔ ہر حوالہ اسی کا ہے۔ بیماری آئی تو اسی طرف سے، صحت آئی تو بھی اسی کی طرف سے۔ ہم کدھر سے آئے؟ اللہ کی طرف سے۔ جا کہاں رہے ہیں؟ اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جدھر سے آئے ہیں اُدھر جا رہے ہیں۔ تو یہ ہے متقی۔ بات اب Simple ہو گئی آسان ہو گئی۔

اب کون بولے گا؟ پوچھو......اور کوئی سوال؟

سوال:

دعا میں اگر اللہ تعالیٰ کا قُرب مانگا جائے تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قُرب

مل گیا ہے؟

جواب:

بات بڑے غور کی ہے۔ جس کو قرب نہیں ملتا اس کو قرب کا سوال ہی نہیں ملتا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جس کو قرب ملا ہوا سے قرب کی دعا ملتی ہے۔ تو مقربوں نے قرب کی دعا مانگی۔ قرب پہلے ملا اور دعا بعد میں آئی۔ اللہ اسے پہلے ملا اور تلاش بعد میں شروع ہوئی۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ کو تلاش کر رہے ہیں تو اللہ تو پہلے مل گیا تھا' تلاش اب کر رہے ہو۔ ورنہ تو کوئی اندھیرے میں رہ کے کوئی چیز نہیں مانگتا۔ وہ قریب ہے' تبھی تو تم تلاش کر رہے ہو۔ قرب مل گیا ہے' تبھی تو قرب مانگ رہے ہو۔ جنت مانگنے والا جنت کے اندر بیٹھ کے مانگتا ہے۔ تو یہ خاص باتیں ہیں غور کرنے والی۔

نعیم چوہدری آپ سوال کرو...... نام رہ جائے گا سوال کرنے والوں کا اور ان کی یاد رہ جائے گی...... پوچھو' سوال کرو جو ذہن میں آئے' چاہے کسی اور کا سوال ہو...... کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اپنی تلاش کو دیکھے کہ میں کیا تلاش کرتا رہتا ہوں تو اس کو اپنا انجام سمجھ آ جائے گا۔ تو تلاش کو دیکھیں۔ دنیا تلاش کرنے والے کا انجام محرومی ہے' حسرت ہے۔ جس نے محبوب تلاش کرنا چاہا وہ کامیاب ہے۔ خدا کی تلاش کرنے والا خدا کے بندوں کی کھوج رکھنے والا آپ ہی اللہ کی طرف سے کھوجی ہے۔ اللہ تعالیٰ جب اپنا شعور عطا فرماتا ہے تو انسان کو اللہ کے بندوں کا شعور ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ تو اللہ کے بندے ہی اللہ کے بندوں کو تلاش کرتے ہیں اور وہ ہی وہ ہوتے ہیں جو اسے تلاش کرتا ہے۔ وہ والا وہ تلاش کرتا ہے اور یہ والا یہ تلاش کرتا ہے۔ جواری جواری کو تلاش کرتا ہے۔ جنس' جنس کو تلاش کرتا ہے۔ اس لیے آپ کی تلاش ہی آپ کا نتیجہ ہے۔ اگر آپ نے ولی بننا ہے تو ولی کی تلاش کرو گے۔ اگر اللہ والے ہو گے تو اللہ کی تلاش کرو گے۔ اگر خدانخواستہ غرق ہونا ہے تو غرق ہونے والے لوگوں کی تلاش کرو گے۔ یعنی کہ جن لوگوں سے تیری محبت ہے وہی تیرا انجام ہے۔ اگر محبت ہے امیر لوگوں سے تو امیروں جیسا انجام پاؤ گے۔ اگر بادشاہوں سے محبت ہے تو بادشاہوں جیسا انجام پاؤ گے۔ اگر محبت ہے بزرگوں سے تو میرا خیال ہے کہ آپ جو سب لوگ داتا صاحبؒ جاتے ہیں تو ان کو رسید نہیں ملی کہ وہ پہنچا ہے' بس وہاں جانا ہی پہنچنے وہاں تک جانا ہی نتیجہ ہے۔ یہ وہ عمل ہے جو نتیجہ پہلے دیتا ہے۔ اگر نتیجہ وہ ہے تو تمنا بعد میں پیدا ہو گی اور عمل اس کے بعد کی بات ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہم آج جا رہے ہیں تو اسے کہو کہ تو پہلے ہی پہنچ گیا ہے۔ تو وہ پہنچا پہلے ہے اور جاتا اب ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہوتی ہے کہ اس نے ابھی پہنچنا ہے لیکن پہلے پہنچ چکا ہے' جاتا اب ہے لیکن وہاں وصول پہلے ہو چکی ہے' کیونکہ منزل وہاں سے آتی ہے۔ اور تمہیں کہا جاتا ہے کہ منزل بلا رہی ہے لیکن وہاں پہلے نام لکھا ہوتا ہے۔ اس لیے سفر کی خواہش مسافر کے لیے منزل کی نوید ہے۔ منزل آپ کو خود ہی سفر پر روانہ کرتی ہے اور خود ہی آپ کی ہم سفر ہے' خود ہی حاصلِ سفر ہے اور خود ہی منزل ہے۔ اللہ پہلے آپ کو کہتا ہے کہ اٹھو' چلو' اللہ کی تلاش کرو' کہاں کھو گئے ہو۔ پھر

ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ چل پڑتا ہے' اِدھر گیا' پھر اُدھر گیا' ایک آدھ بندہ بھی ساتھ ہو گیا۔ اب وہ اللہ کے سفر پر جا رہے ہیں' کہتے ہیں یہ دیکھو اللہ کی قدرتیں' دریا دیکھو' پہاڑ دیکھو۔ پھر پتہ چلتا ہے کہ منزل آ گئی ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میں نے تمہیں خود ہی بھیجا تھا اور خود ہی لے آیا۔ تو وہ خود ہی بھیجتا ہے اور خود ہی لاتا ہے اور خود ہی وصول کرتا ہے۔ یہ عجب راز ہے اور عجب کہانی ہے۔

کیا ملے گا سراغِ منزلِ دل

ہم سفر ہو گئی ہو جب منزل

تو وہ منزل ہی ہم سفر ہو جاتی ہے۔ تو اللہ جو ہے وہ سفر کا نام ہے منزل کا نام نہیں ہے۔ حج پر جانے والا حج میں آ گیا' اگر وہ راستے میں فنا ہو جائے تب بھی حاجی ہے۔ حج ارادے کا نام ہے۔ اور فقیروں کا گھر میں حج ہو جاتا ہے۔ نیت صاف کرو۔ پیسے کا حج نہیں ہوتا' پیسے کی تو کہانی اور ہے۔ حج کا ارادہ حج ہے اور گناہ کا ارادہ گناہ ہے۔ اس لیے اگر آپ عملی گناہ سے بچ گئے ہیں تو آپ خیالی گناہ سے بھی بچ جاؤ۔ تو خیال کے گناہ سے بھی بچ جاؤ اور خیال کو پاکیزہ ہو جانا چاہیے۔ خیال میں یہ نہ لاؤ کہ اگر کبھی موقع ملے تو ہم اس کو مار کے بادشاہ بن جائیں گے۔ تو یہ رہنے دو۔ خیال کو صاف رکھو......

سوال:-

''جو اپنے حق کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا' اس کے لیے دو جنتیں ہیں'' یہاں پر ''کھڑے ہونے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:-

کسی نے پوچھا کہ ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ

کہ مجھے تو شرم دامن گیر ہوتی ہے وہاں جانے سے۔ کہتے ہیں کہ کہاں اللہ کی شان' کہاں اللہ کی بارگاہ اور کہاں میں۔ تو یہ جو شرم آتی ہے انسان کو' یہ گناہ کا احساس کرنے والے انسان کو آتی ہے کہ آج تو تقدیر مجھے تیرے رُوبرو لائی ہے ورنہ میں اس قابل کہاں تھا کہ تیرے سامنے آتا' یہ شرم جنت ہے اور اس کا انجام اور نتیجہ بھی جنت ہے' اس کا انعام بھی جنت ہے۔ تو اس شخص کے لیے دو جنتیں ہیں۔ ایک تو وہ جنت ہے جو دنیا میں ہے اور اس کا انعام کیا ملے گا؟ جنت۔ کہتے ہیں کہ جنت میں جانے والے جنت میں ہی رہتے ہیں۔ کیا کرنا پڑتا ہے؟ اسے یہاں بھی جنت میں رہنا پڑتا ہے اور جو یہاں جنت میں نہ رہا وہ وہاں کیسے رہے گا۔ بابا صاحبؒ نے کہہ دیا کہ جو بہشتی دروازے سے گزرے گا وہ جنت میں ہو گا۔ لوگوں نے کہا دین کیا ہے؟ بابا صاحبؒ نے فرمایا دین یہ ہے کہ اللہ محمدؐ چار یارؓ خواجہؒ قطبؒ فریدؒ۔ انہوں نے کہا یہ کیا دین ہے؟ آپ نے فرمایا کل دین یہی ہے کہ اللہ محمدؐ چار یارؓ کو مانو قطب الدین بختیار کاکیؒ کو مانو اور فریدؒ کو مانو۔ پھر تمہارا دین مکمل ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ اصلی کلمہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اصلی کلمہ ہے روٹی۔ اگر کھانا نہ ملے تو تم نے کلمہ کیسے پڑھنا ہے۔ تو پھر وہ ہے جو اصلی کلمہ پڑھائے' پھر وہ ہے جو بھوک اُتارے' پھر گردِ سفر اُتارے' پھر آپ کو منزل

کے لیے سنوارے بات پھر بنتی ہے۔تو پہلے روٹی کماؤ۔پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ نے اور تو بڑے اچھے کام کیے ہیں لیکن یہ بہشتی دروازے والا کیا کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ بات میں نے بڑی صحیح کی ہے' جس کا یہاں بہشت نہیں ہے اُس نے آگے کہاں جانا ہے۔ بہشت کا سفر تو یہیں سے شروع ہوتا ہے اور بہشتی دروازہ بھی یہیں سے شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں نہیں ملا تو آگے ڈھونڈتے رہو گے کہ بہشت کہاں ہے'تو پہلے سے آشنائی ہونی چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کی تلاش میں گھر سے نکلا تو اُسے راستے میں کوئی بزرگ ملے۔ اس نے کہا یہ کون ہیں۔ کہنے لگے یہ انسان ہیں۔ پھر اور چیزیں بھی دیکھتا گیا۔ اُسے کسی نے کہا کہ اگر تو نے اللہ کو دیکھا ہوا نہیں تو پہچانو گے کیسے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں نے تو دیکھا ہوا نہیں ہے۔تو جب دیکھا ہوا نہیں ہے تو پھر تلاش کیسے کرے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ تلاش کرنے والا کوئی ذریعہ تلاش لے کر جائے گا یا کوئی دوست ایسا لے جائے گا جو جاننے والا ہو۔ ورنہ تو پہچان نہیں سکتا۔ ایک آدمی کو کسی نے بتایا کہ دریا کے کنارے سنگریزوں میں ایک وہ پتھر ہے جسے پارس کہتے ہیں۔ اس نے کہا کوئی بات نہیں' میں ڈھونڈ لیتا ہوں۔ اُس نے ایک پتھر اُٹھایا' انگوٹھی پر ملا' وہ لوہے کا لوہا رہا' اس نے پتھر پھینک دیا اور دوسرا اُٹھالیا۔ پانچ دس منٹ کے بعد وہ ملکہ مکمل ہو گیا' پتھر اُٹھایا' لگایا اور پھینک دیا۔ اسی اثناء میں انگوٹھی سونے کی ہو گئی مگر وہ پتھر پھینک چکا تھا۔ کیونکہ اس کی عادت بن گئی تھی کہ اٹھاتا' لگاتا اور پھینک دیتا۔ تو وہ پارس کو بھی پھینک چکا تھا۔ بات اتنی ہے کہ سب کو Reject کرتے

کرتے کہیں یہ نہ کر لینا کہ اگر اصلی اللہ مل جائے تو اُسے پہچان نہ سکو۔ بات سمجھ آئی؟ یہ بات جاننا ضروری ہے۔ اللہ کو پہچاننے کے لیے پہچان والے کو قبول کرنا ضروری ہے۔ بزرگوں نے بتایا کہ آپ کے پاس کوئی چراغ ہونا چاہیے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں اللہ کو پہچان لوں گا۔ کہتا ہے کہ گھر سے کیا لے کر چلے ہو؟ کہتا ہے میں آنکھ لے کر چلا ہوں۔ اب وہ حقیقت آشنا آنکھ ہے۔ اگر آنکھ لے کر چلا ہے' اگر دلبری جانتا ہے' محبت جانتا ہے تو جہاں اس کو محبوب نظر آیا اس نے کہا یہی اللہ ہے۔ جو کان لے کر چلا ہے اس کو جہاں نغمہ ملے گا وہ کہے گا اللہ یہاں ہے۔ حتیٰ کہ یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر سائل خالی ہاتھ لے کر چلے کہ دس روپے کا سوال ہے تو اگر آگے سے اُسے کوئی انسان ملے کہ لے بھئی یہ لو دس روپے تو وہ کہے گا کہ اللہ یہاں ہے' کہ باطن کا سوال اس نے ظاہر کر دیا۔ اگر کوئی سخی بن کے گیا تو اس سے لینے والا کوئی آجائے گا۔ تو آپ جیسا بن کے جائیں گے اس کو ویسا ہی پائیں گے۔ تو آپ کچھ بن کے نکلیں۔ اگر آپ سچے بن کے جائیں گے تو وہ صداقت کے طور پر ملے گا۔ اگر تدبیروں والا بن کے جاؤ گے تو واللہ خیر الماکرین وہ سب تدبیریں توڑ دے گا' قیامت تک تمہیں نہیں ملے گا۔ تو اللہ کا ایک نام یہ بھی ہے یعنی تدبیر شکن۔ فرعون نے کہا تھا کہ سب بچوں کو ذبح کر دو۔ تو وہ اصل بچہ بیٹھا رہا اور باقی بچے قربان ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کی تدبیریں توڑنے والا ہے۔ واللہ خیر الماکرین تو وہ سب سے بڑا تدبیر کرنے والا ہے۔ اگر آپ مان جاؤ تو پھر صحیح رہو گے۔ پھر اللہ کو پانا بہت ہی آسان ہے'

جیسے جاؤ گے ویسے پاؤ گے۔ گھر سے اگر درد لے کے نکلو گے تو جہاں درد والا ہوگا وہیں پہ اللہ ہوگا۔ تو اللہ کا ملنا آسان ہے۔ کیا کہا؟ اللہ کا ملنا بہت ہی آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے اور آپ کو یہ کھیل، یہ بات نصیب ہو۔ یہ ایک کھیل ہی ہے، کبھی وہ چھپ جائے تو تم ڈھونڈو اور کبھی تم چھپ جاؤ تو وہ ڈھونڈے گا۔ اس طرح چلتا رہتا ہے۔ اللہ اس بات سے خوش ہوتا ہے۔ آپ کو کیا کرنا ہے؟ آپ تعلق نہ توڑنا۔ مانگنا اسی سے ہے اور جھگڑا بھی اس سے۔ مگر تعلق نہ ٹوٹے۔ اللہ کے ساتھ تعلق کیا ہے؟ سجدہ، صرف سجدہ۔ سجدہ صرف اسی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سجدوں کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سجدوں کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے راستے کا صحیح مسافر بنائے تاکہ آپ خاموشی کے ساتھ سفر طے کرتے جاؤ، آپ کو عرفان بھی حاصل ہو، رونقیں بھی حاصل ہوں۔ آمین۔

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۱ بچوں پر والدین کا اثر ہوتا ہے لیکن اچھے والدین کے بچے غلط اور بُرے والدین کے بچے اچھے کیوں نکل آتے ہیں؟

۲ سر! میں نے دیکھا ہے کہ ماں اگر نیک ہو تو اولاد نیک ہوتی ہے۔

۳ بعض اوقات کسی سلسلے کے بزرگوں میں اختلاف کیوں پایا جاتا ہے؟

۴ ہم صاحبِ عرفان کی ذات سے محبت کریں یا اس کے عرفان سے؟

۵ تقویٰ کیا ہوتا ہے؟

۶ دعا میں اگر اللہ تعالیٰ کا قُرب مانگا جائے تو یہ کیسے پتہ چلے گا کہ قُرب مل گیا ہے؟

۷ ''جو اپنے حق کی بارگاہ میں کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لیے دو جنتیں ہیں'' یہاں پر ''کھڑے ہونے'' سے کیا مراد ہے؟

۲/اکتوبر ۱۹۸۶ء

(۲)

تسلیم رجوع الی اللہ

سوال:۔

اگر کوئی بزرگ اللہ کے سفر میں وہ چیز بتائے جو بظاہر سنت کے مطابق نہ لگے تو پھر اللہ کے راستے پر کیسے چلیں؟

جواب:۔

اگر آپؐ سے ہٹ کے کوئی اطاعت ہے کسی بزرگ کی‘ تو وہ نہ کرنا۔

آپ کے سوال میں دقت ہو رہی ہے اور دقت یہ ہے کہ آپ لوگوں کے پاس دین کا علم موجود ہے کہ یہ دین ہے‘ یہ احکام ہیں‘ یہ شریعت ہے اور پھر آپ کو اندیشہ ہے کہ شاید یہ سب کچھ کافی نہ ہو۔ تو پھر آپ پیر‘ شیخ کی تلاش کرتے ہیں اور پھر آپ کہتے ہیں کہ شیخ کا یہ علم اُس علم سے ذرا اتفاق کرتا ہے۔ پھر یہ دیکھتے ہیں کہ علم اُدھر جاتا ہے کہ نہیں جاتا۔ یہ راستہ پھر آپ کے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ آپ سب سے پہلے یہ کریں کہ کسی شیخ کی اطاعت یا اُس سے وابستگی جو ہے اُس وابستگی سے پہلے کے علم کو ترک کر دیں‘ چاہے وہ دین ہی ہو حتیٰ کہ وہ آپ کو نئے سرے سے بتائے گا کہ دین کیا ہے۔ مثلاً کلمہ تو انسان پہلے ہی پڑھتا

Hazrat Wasif Ali Wasif (R.A)

عنوان: تسلیم رجوع الیٰ اللہ



ہے مگر سلطان باہوؒ نے اس کی ذرا اس طریقے سے وضاحت کی کوشش کی ہے کہ

کلمہ پیر پڑھایا باہوؒ تے میں سدا سہاگن ہوئی ہو

ورنہ کلمہ تو ہر کوئی پڑھا دیتا ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ کافر بھی کلمہ پڑھتا ہے' کلمہ پڑھنے میں کیا وقت ہے' بس کلمہ پڑھ لو۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی پر کتابیں لکھی گئی ہیں' کافروں نے بھی لکھی ہیں' آپ کی تعریف میں کافروں نے بڑی بڑی نعتیں کہی ہیں۔ مگر اس کے باوجود کافر کافر ہی رہا حالانکہ وہ نعت کہہ گیا۔ تو یہ واقعات ہوتے رہے ہیں۔ تو ہندو منقبت بھی کہتا رہا۔ یہ آپ کے پاس ریکارڈ ہے کہ ہندو نے منقبت کہی ہے اور بہت سارے لوگ ایسا کر گئے ۔ ان لوگوں نے اسلام میں داخل ہونا تو نہیں ہے لیکن انہوں نے حضور پاک ﷺ کی محبت ظاہر کی۔ ان میں وہ محبت تھی کہ نہیں تھی' یہ الگ کہانی ہے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو ماننے والی اور نہ ماننے والی تمام مخلوق کو محبت کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی بنائی ہوئی ہر چیز کو بنانا پسند کیا ہے؟ لازی بات ہے اس نے پسند کیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مسلمانوں کے دین کو اپنا دین سمجھتا ہے؟ ان الدین عند اللہ الاسلام کہ اللہ کے نزدیک بے شک دین تو اسلام ہے۔ تو اسلام کے علاوہ باقی لوگوں سے اللہ کیسے بات کرتا ہے؟ یہ ایک الگ بات ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ اللہ کا کیا سلوک ہے؟ یہ ایک الگ بات ہے۔ تو آپ اللہ کو باقی کام کرنے دو جو وہ غیر مسلموں کے ذریعے سے کر رہا ہے۔ آپ صرف اپنا راستہ لو' آپ اس کو یہ تجویز نہ کرو کہ باقیوں کا بیڑا غرق

کردو۔ اس کی خدائی چلنے دو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر آپ کو اختیار مل جائے تو آپ دین کے خلاف لوگوں کو کبھی نہیں چلنے دیں گے یعنی کسی مسلمان کو یہ اختیار مل جائے۔ تو کیا اللہ مسلمان ہے؟ کیا اللہ کسی دین کا ہوا کرتا ہے؟ کیا اللہ کی اسلام پسندی ایسے ہے جیسے ہم پسند کرتے ہیں؟ اللہ جب آرزو سے آزاد ہے' بے نیاز ہے' بڑا آغاز سے پہلے ہے' بڑا انجام کے بعد ہے' ماں باپ سے بے نیاز ہے' اولاد سے بے نیاز ہے تو پھر اللہ کا ایک دین کو پسند کرنا کوئی اور ہی کہانی ہے جو ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ آپ کیونکہ ماں باپ سے آزاد نہیں ہو سکتے' اولاد سے آزاد نہیں ہو سکتے' دنیا کے حاصل سے آزاد نہیں ہو سکتے' اس لیے آپ کے لیے یہ بات سمجھنا بڑا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی باقی کائنات کو کیسے Operate کر رہا ہے۔ جب کہ اس کو دین ہمارے والا پسند ہے لیکن پیسے کافروں کو بھیج دیتا ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ اس کو آپ لوگوں سے اور دین سے یعنی اسلام سے محبت ہے۔ بزرگوں کا یا اولیائے کرام کا سفر اور دنیا دار کا سفر' سارا سفر ہی اللہ کی طرف ہے۔ اور غیر اللہ کا سفر بھی اللہ ہی کی طرف ہے کیونکہ جانا وہیں ہے۔ ''پھر تم لائے جاؤ گے اور جب میں کہوں گا کہ یہ وہ دن ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا تھا' ذلک الیوم الحق فمن شاء اتخذ الی ربہ مابا اور یہ وہ دن ہے جب بتایا جائے گا کہ یہی دن تھا ہم جس کے بارے میں کہتے تھے کہ تمہیں آنا ہے' کافروں سے بھی کہتے تھے۔ اولیائے کرام اور عام آدمی کے اللہ کی طرف جانے کے سفر میں ایک فرق ہے۔ اگر یہ بات آپ کو ایک فقرے میں سمجھ آ جائے تو پھر آپ کو

مسئلہ صاف سمجھ آ جائے گا کہ دونوں اللہ کی طرف چلے ہیں' اولیائے کرام' علماء صاحبان اور باقی سارے صاحبان اللہ کی طرف چلے ہیں اور سارے اللہ کی طرف سفر کو چلے ہیں' رُخ اللہ کی طرف ہے اللہ نے اپنی طرف لگایا ہوا ہے۔ اگر سارے یا ایک ولی یا ایک پیر یا ایک مرشد اور مرید دونوں اللہ کے قریب پہنچ جائیں تو فرق کا کیسے پتہ چلتا ہے؟ یا جب عام آدمی اللہ کے پاس پہنچ جائے تو فرق کا کیسے پتہ چلتا ہے کہ یہ عام تھا اور وہ خاص تھا' جب کہ پہنچے سارے ایک جگہ پہ ہیں۔ اگر یہ بات آپ کو سمجھ آ جائے تو پھر آپ کے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ عام آدمی کو جب اللہ مل جائے تو پھر اس کی بات شروع ہوتی ہے اور اگر خاص آدمی کو اللہ مل جائے تو اس کی تو کہانی ختم ہو جاتی ہے۔ تو خاص آدمی وہ ہے جس کو اگر اللہ مل جائے تو اس کی کہانی ختم ہو جائے اور عام آدمی کو اللہ مل جائے تو اس کی کہانی اب شروع ہو یعنی وہ کہے کہ آپ ہی اللہ ہیں تو اب مہربانی کر کے آپ میرا یہ کام کریں' اگر آپ اللہ ہیں' آپ ہم پر مہربان ہو گئے ہیں تو ہمارے دو چار مخالف بندے ماریں' کچھ ہمارے ذاتی کام کریں اور ہماری خواہشات پوری فرمائیں' آپ مالک ہیں' آپ کا کیا جاتا ہے۔

بات مختی ہے میری تیرا بگڑتا کیا ہے

ہماری زندگی کو طویل کریں' رزق میں زیادتی کریں' عزت اور شہرت عطا کریں' کچھ میرے نام میں اپنے نام کی بڑائی کا فیض عطا فرمائیں۔ اور وہ جو فقیر ہے وہ جب دیکھتا ہے کہ پردے اُٹھے ہوئے ہیں اور دیدار ہو گیا تو وہ کہتا ہے بس اب

End' سب ختم۔ وہ کہتا ہے کہ میں زندگی میں جہاد کر کے خواہشات سے لڑتا ہوا' آرزوؤں سے بچتا ہوا' کوششیں کرتا ہوا' پیشانی سجدے میں رکھتا ہوا جس مقام پہ آیا' اب اس بلند مقام پر آیا' اللہ کے پاس آیا تو کیا یہ مقام بذاتِ خود کافی نہیں ہے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے کہ آپ اس کے روبرو ہو گئے۔ اب اس مقام سے دنیا کے مقام کا حاصل کرنا آپ کا ظلم ہے حالانکہ دنیا کی انتہا وہاں ہونی چاہیے۔ تو آپ جب نماز پڑھتے ہیں تو کیا یہ کافی نہیں ہے کہ نماز پڑھنے کی توفیق آپ کو مل گئی ہے مگر آپ کہتے ہیں کہ یہ کافی نہیں ہے اور ہم نماز کے بدلے میں چیزیں لے کر جائیں گے' اللہ تعالیٰ سے پانچ چھ باتیں ضرور منوا کے جائیں گے۔ پھر اللہ تو اللہ ہی ہے' وہ کہہ سکتا ہے کہ تم مہربانی کرو ایسی نماز نہ پڑھا کرو۔ ایک تو اللہ آپ کی جھوٹی محبت سُن سُن کے تھک گیا ہے کہ اللہ میاں ہم آپ کو چاہتے ہیں' تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ اور مدد کیا مانگتے ہیں؟ دنیا کی۔ اللہ کی راہ کی طرف نہیں مانگتے۔ وہ بار بار کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو کہ مجھے اپنی راہ دکھا' اپنی راہ دکھا' سیدھی راہ دکھا اور آپ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا کی راہ دکھا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ پہ چلنے والا اسی کے پاس پہنچے گا۔ مگر آپ کو جب بھی اللہ کے تقرب کا احساس ہوتا ہے تو آپ جیب سے پرچی نکال لیتے ہیں جس پہ دو چار باتیں لکھی ہوتی ہیں کہ یہ مکان' یہ سامان' نوکری' ملازمت' یہ واقعات' کچھ باتیں بتانے والی اور کچھ نہ بتانے والی۔ وہ جو ہوتا ہے مجنوں' اس کی بات اور ہے۔ یہ جو مجنوں کے قصے بنائے ہوئے ہیں' نقلی ہیں یا اصلی ہیں' یہ آپ کو

سمجھانے والی بات ہے۔ اصلی ہوں یا نقلی ہوں اس سے بحث نہیں ہے بلکہ یہ اصلی ہی ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ مجنوں کو اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو ہم بادشاہت دیتے ہیں لیلیٰ کا خیال چھوڑ دے تو وہ کیا کہے گا؟ نہیں بات یہ ہے کہ یہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ حالانکہ ایک دنیاوی انسان کی دنیا کے ایک اور انسان کے ساتھ محبت ہے مگر وہ کہتا ہے۔

دنیا کی ہر اک شے کو یارب لیلیٰ کر دے محمل کر دے

اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اسے کہو کہ علاوہ ازیں کوئی چیز قبول کر لے ورنہ اسے چھوڑ دے تو وہ کہے گا کہ اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے...... کیونکہ اسے دنیا کی محبت نہیں ہے۔ اگر اللہ سے آپ کی محبت اللہ ہی کے لیے ہو تو پھر اللہ کو کام پہ لگانا یا اللہ سے باتیں منوانا آپ کی عبادت کا مقصد نہیں ہونا چاہیے۔ تو وہ جو ہوتا ہے درویش یا فقیر اس کا تو دیدار تک ہی سفر ہوتا ہے اور آپ کا سفر جو ہے یعنی دنیا دار کا جو سفر ہے وہ دیدار کے بعد شروع ہوگا جب کہ آپ اللہ کے قریب آ گئے۔ تو قریب آنے کے بعد اگر خواہش رہ جاتی ہے تو پھر آپ دنیا دار ہیں اور اگر قریب آنے کے بعد خواہش ختم ہوگئی ہے تو پھر آپ دنیا دار نہیں ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کر لو کہ ولی کون ہے اور دنیا دار کون ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ مثلاً اللہ کی عدالت لگی ہوئی ہے اور اللہ نے فرمایا کہ حاضر کرو آنے والوں کو۔ پھر پوچھا کہ کیا چاہیے؟ دنیا دار نے اپنا مدعا بیان کیا' اللہ نے دیا کہ نہ دیا یا التواء میں ڈال دیا۔ جب وہ فقیر آتا ہے تو اللہ کہتا ہے کہ کیا چاہیے تو فقیر کہتا ہے کہ اس کے آگے اور

کیا چاہیے کہ آپ نے پوچھ لیا ہے' بس آپ کا پوچھنا ہی میرے لیے کافی ہے۔ تو وہاں فقیر End ہو گیا بس! That's all۔ وہ کہتا ہے اب اس مقام سے ہمیں جدائی نہیں چاہیے۔ فقیر کے لیے تقربِ حق جو ہے وہ برائے تعمیرِ حیات نہیں ہوتا۔ وہ تعمیرِ حیات کو قربان کر کے تقربِ الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اگر یہ نسخہ آپ یاد رکھ لیں تو آپ کو اپنے اندر کے فقیر کا پتہ چل جائے گا۔ نسخہ کیا ہے؟ کہ اگر تقربِ الٰہی کی منزل نصیب ہو جائے تو پھر وہاں آپ کے پاس دنیاوی آرزو نہ ہو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ تقربِ حق کی منزل پر ماسوائے تقربِ حق جو ہے وہ حرام ہے۔ تو ماسوا ہم اس کو کہیں گے کہ جب آپ حق کے قریب ہو گئے تو وہاں سے دنیا کا راستہ لینا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ دنیا سے آپ نے اللہ کا راستہ لینا تھا اور ہو کیا رہا ہے؟ اللہ سے آپ دنیا کا راستہ مانگ رہے ہیں۔ آپ خود ہی خیال کریں' مجھے کیا کہتے ہیں۔ ہونا کیا چاہیے تھا؟ کہ دنیا سے اللہ کی راہ لینی تھی اور آپ کرتے کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ سے دنیا کا راستہ مانگتے ہیں کہ یا اللہ مجھے یہ دے دے وہ دے دے۔ اگر اللہ صرف معبود ہونے کی حد تک' دیدار اور جلوے کی حد تک رہے تو آپ کو کیا یہ بات پسند نہیں ہے؟ تو پھر آپ اس کو ایسے ہی رکھیں کہ اس کو دیدار اور جلوے کی حد تک رکھیں۔ چلو اللہ کی بات نہیں سمجھ آتی تو آپ بزرگوں کی بات لے لو پیروں کی بات لے لو۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے پیر بنایا اور چار طویل سال' دن اور رات گزر گئے' ایک ایک دن گزر گیا' کتنے ہزار دن گزر گئے مگر میرا کوئی کام نہیں ہوا' اللہ ہم سے محبت کرتے ہیں اور قریب رکھتے ہیں' ہمیں

ان کے ساتھ ہی رہتا ہوں لیکن کام میرا نہیں ہوا۔ میں اس نامراد مرید کی بات کر رہا ہوں کہ اگر پیر جوش میں آ جائے اور پوچھے کہ بول کیا چاہیے تو وہ اس وقت یہ کہے کہ جناب مجھے گھر جانے کی رخصت دے دیں۔ یہ نامراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ساتھ رکھا' اپنے کام پر رکھا اور اسے دور جانے کی خواہش ہو گئی' یا کوئی دنیاوی تمنا کر بیٹھا۔ اس لیے آپ اس بات پر غور کریں کہ آپ کے اندر وقت کیا ہوتی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کافی ہے؟ ضرور کافی ہے۔ کیا اللہ کے حضور ﷺ کافی ہیں؟ کافی ہیں...... کیا دونوں ہی کافی ہیں؟ جب آپ ایک کو کافی مانیں گے تو دوسرا خود بخود ہی برابر ہوتا رہے گا۔ ایک مقام ایسا آئے گا کہ جس مقام پر آپ کو یہ امتیاز ختم ہو جائے گا کہ میں کس کی اطاعت کر رہا ہوں۔ آپ اللہ کی طرف جائیں گے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے پاس پہنچیں گے اور اللہ کے حبیب ﷺ کی طرف جائیں گے تو آپ اللہ کی طرف پہنچ جائیں گے۔ یہ مقام جو ہے کن لوگوں کو ملتا ہے؟ ان لوگوں کو ملتا ہے جو جیب میں دنیاوی آرزوؤں کی پرچیاں نہیں رکھتے۔ مرنے کے بعد دنیا دار شخص کی جیب سے دعاؤں کے سوا آرزوئیں نکلتے ہیں کہ یہ یہ کام کرانے ہیں۔ اس لیے آپ آرزوؤں کی پرچی خالی کر دو کہ جو تیری رضا ہے تُو کر' ہمارا سفر جو ہے وہ تیری ذات کے تقرب تک ہے۔ کیا ہے؟ اس سے آگے ہم نے نہیں آنا۔ آگے کا سفر ہے ہی کوئی نہیں۔ آگے کا سفر سوائے جدائی کے اور کوئی سفر نہیں ہے۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ یہ نسخہ ہے' اس نسخے کو قائم رکھو۔ کیا قرآن پاک انسان کے لیے ذاتی طور پر کافی ہے؟ کافی ہے!

کیا اللہ' رسول ﷺ اور قرآن تینوں چیزیں الگ الگ تو نہیں ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی عبادت' اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت اور قرآن پاک ایک ہی ہیں۔ اسی طرح اپنے شیوخ کے ساتھ جو اطاعت ہے کیا یہ پھر پہلی اطاعتوں میں اضافہ تو نہیں ہو جائے گا؟ وہ ایک ہی شے ہو گی۔ یہاں پہ مولانا رومؒ شعر کہتے ہیں ۔

ہر کہ پیر و ذات حق را یک ندید
نے مرید و نے مرید و نے مرید

جس نے پیر اور ذات حق کو اکٹھا نہ دیکھا' ایک نہ سمجھا' اُسے مرید نہیں ہونا چاہیے۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ مرید نہیں ہے۔ دوسرا کیا ہے؟ اُسے مرید نہیں ہونا چاہیے۔ مرید ہونا ضروری نہیں ہے مرید مت ہو جانا۔ لیکن اگر آپ کو محبت ہو گئی' کسی انسان سے بھی ہو گئی تو آپ کو ساری کائنات ایک ہی نظر آئے گی۔ اگر آپ کو دین سے محبت ہو گئی یا آپ کو کسی انسان سے محبت ہو گئی تو یہ ساری راہ جو ہے وہ ایک ہی راہ بن جاتی ہے آسان ہو جاتی ہے۔ محبت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اپنی منفعت کو خوشی کے ساتھ نظر انداز کرنا۔ محبت کا کیا مطلب ہے؟ اپنی منفعت کو خوشی سے نظر انداز کرنا اور اس کی منفعت کو خوشی کے ساتھ قبول کرنا اور اس کی رضا کو قبول کرنا چاہے اس کی رضا آپ کی قضا ہی ہو۔ انا للہ و انا الیہ راجعون تو سب خوشی سے قبول کرنا۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر اس سفر پہ جانے سے پہلے سوچ لو بلکہ نہ ہی جاؤ۔ تو یہ سفر جو ہے یہ ایسی چیز ہے کہ اگر دریا میں انسان ڈوب کے مرے یا سمندر میں ڈوب کے مرے تو اسے کیا فرق محسوس ہو گا کیونکہ اس نے

مرنا ڈوب کے ہی ہے۔ تو ڈوبنے والے کے لیے دریا' سمندر اور جھیل ایک ہی شے ہے۔ اس کام میں محو ہو جانے والے کے لیے' منہمک ہونے والے کے لیے' سارا کچھ ایک ہی ہے' سمندر ہی سمندر ہے' توحید' رسالت اور طریقت سب ایک ہی چیز ہے۔ اس میں مطلب ہے گم ہو جانا۔ اس میں الگ الگ Bifurcation نہیں کرتے۔ اس لیے اس دنیا کے اندر مشائخ کرام سے جو محبت ہے وہ محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تعاون کرتی ہے' اور آسانی دیتی ہے۔ مشکل کون پیدا کر رہا ہے؟ آپ کی آرزوئیں۔ مشکل صرف آپ کی آرزوئیں ہیں۔ اور یہ انشاء اللہ تعالیٰ پوری نہیں ہوں گی۔ میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو پوری کرنے کی خواہش چھوڑ دو' پھر یہ خود بخود پوری ہوتی رہیں گی۔ ایک بار آپ اس سے دستبردار ہو جائیں' دستبردار ہونے سے پھر یہ آرزوئیں جو ہیں اپنا سفر خود کرتی ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ میں اپنی مرضی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں اور اللہ کہتا ہے کہ میں نے تم کو اپنی مرضی سے پیدا کیا ہے' تو کیسے بسر کرے گا۔ آپ مجھے پہلے یہ بتائیں کہ اس کی مرضی چلے گی کہ آپ کی چلے گی۔ کیا کوئی آدمی اپنی مرضی سے مرنا چاہتا ہے؟ آپ بتائیں! کوئی آدمی کیا مرنے سے بچ سکتا ہے؟ یا تو آپ لوگ اپنی مرضی ایسی کریں کہ آپ کو اگر کہا جائے کہ آج آپ کی ساری مرضیاں قبول ہیں اور منظور ہیں بس صرف اپنے یوم وصال کی تاریخ بتا دیں کہ آپ کب وصال کریں گے۔ آپ یہ کبھی نہ لکھیں گے' اپنے مرنے کا دن کبھی نہ لکھیں گے کہ میں اس تاریخ کو مرنا پسند کروں گا۔ یہ اللہ کی طرف سے لکھا جائے تو لکھا جائے گا

ورنہ آپ کے ہاتھ سے تو نہیں لکھا جاتا۔ اس لیے پھر آپ کو اللہ کی خواہشات کے مطابق ہی چلنا پڑتا ہے' اللہ مجبور کرتا ہے۔ صرف وہ لوگ اپنی مرضی میں ہمیشہ کامیاب ہوئے' اپنا مقصد حاصل کیا' جنہوں نے اپنی مرضی سے اپنا یوم وصال وقت سے پہلے لکھا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ کہ یہ مقام ہے اور یہ وقت ہے جہاں پر میں زندگی کو چھوڑوں گا۔ تو آپ آرزو کو چھوڑ سکتے ہیں اور زندگی کو چھوڑ سکتے ہیں۔ جو شخص ایک چھوٹی سی آرزو نہیں چھوڑ سکتا وہ زندگی کیسے چھوڑے گا۔ اس سے تو زندگی چھینی جائے گی اور پھر چھین جھپٹ میں جھگڑا ہوگا' پریشانی ہوگی' عزرائیل نے کہنا ہے چل' تو وہ کہے گا کہ میں نے نہیں چلنا۔ کہتا ہے ابھی تو میرے بھائی کا نمبر ہے میرا نمبر تو آیا ہی نہیں۔ وہ کہے گا یہ تمہارا نام لکھا ہوا ہے' میرے پاس تمہاری پہچان ہے' تمہارے واقعات لکھے ہوئے ہیں' اب تمہارا نام پورا ہو گیا ہے۔ محبت کی بات یہ ہے کہ اگر آپ ایک سے محبت کرو تو دوسری محبت لازمی طور پر آپ کے ساتھ آ جاتی ہے۔ تو کسی ایک کو مکمل تسلیم کر لو۔ تسلیم کی شرط بتا رہا ہوں' تسلیم اس کو کہیں گے جس سے آرزو جلی نہ ہو۔ یہ نشان رکھ لو آپ اپنے پاس۔ کیا نشان رکھا؟ کہ اگر آپ اپنے پیر سے آرزو جلی چھوڑ دو تو پھر آپ کا پیر بہت خوب صورت ہے' پیر کامیاب ہے۔ آرزو جلی جو ہے یہ آپ کو ہمیشہ شکست کرے گی۔ آرزو جلی جو ہے وہ آپ کو شکست دے گی' آپ کو پریشان کرے گی' آپ کو وقت دے گی۔ ہر پیغمبر جو ہے اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی خواہش ہوتی ہے کہ فلاں فلاں لوگ میرے دین میں داخل ہو جائیں لیکن سارے لوگ نہیں

داخل ہوتے۔ ان کی آرزو تو ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ پھر بھی پیغمبر جو ہے پیغمبری ہے وہ کہتا ہے جو تیری رضا ہے تو کر تو نے ہمارے ذمے جو کام لگایا تھا ہم نے وہ کام پورا کر دیا' بس اس سے آگے ہماری خواہش ہی کوئی نہیں۔ تو اپنی خواہش کو اگر آپ اللہ کے تابع کر دو گے تو آپ کو آسانی پیدا ہو گی۔ اگر آپ نے اپنی خواہش کو اپنے لیے Mania بنا دیا' پریشانی بنا دی تو آپ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ مجھے یہ نہیں ملی وہ چیز نہیں ملی۔ پھر آپ کو ایک ایسی پریشانی لاحق ہو جائے گی کہ جب آپ کی ایک آرزو پوری ہو گی تو ایک اور آرزو اس کے مقابلے میں کھڑی ہو گی۔ تو خلاصہ کلام اس خیال کا یہ ہوا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ کے حبیب ﷺ سے محبت اور اس راستے پر چلنے کے لیے اس کام میں اس کام کے علاوہ کوئی کام شامل نہ کریں۔ اگر اللہ قریب بھی آ جائے' اللہ سے ملاقات بھی ہو جائے' تو پھر آرزوئیں نہ گنوانی شروع کر دینا۔ بس اتنی ہی بات کافی ہے۔ پھر اس بات کو دہراتا ہوں کہ فقیر کے سفر اور دنیا دار کے سفر میں فرق کیا ہے؟ فقیر جب اللہ کے قرب میں جاتا ہے' اس کے قریب جاتا ہے تو اس کا سفر ختم ہو جاتا ہے' زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اور دنیا دار جب اللہ کے قریب ہونا شروع کرتا ہے تو پھر اس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے' وہ کہتا ہے کہ اللہ تو اب ہمارے قریب آیا تو ہمارے کام پورے کر۔ کام جو ہے وہ اللہ کے قرب کے علاوہ ہے اور تقرب والے کا کام تقرب کے اندر ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کے علاوہ اور کوئی شے ہی نہ مانگو۔ بس یہ بہتر ہے۔ یا رب العالمین اپنا فضل

فرمائے رکھ۔ چھوٹے موٹے کام تو ہر ایک کے ہوتے ہیں' وہ کافروں کو تو بغیر مانگے دیتا ہے تو ہمیں بھی دیتا ہی چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنکھیں دی ہیں مانگے بغیر' اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندگی دی ہے مانگے بغیر' چہرہ دیا مانگے بغیر' ماں باپ اور اولاد بھی مانگے بغیر' روشنی' ہوا' کائنات بھی سب مانگے بغیر۔ تو زندگی بھی مانگے بغیر اور موت بھی مانگے بغیر۔ اب آپ کو باقی سارے کیوں مانگنے پڑتے ہیں۔ یہ کیوں ہو جاتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مشین ایسے سیٹ کی ہے کہ اگر آپ اس کو ذرا صحیح استعمال کریں تو مانگے بغیر ہی کام ہو جائے گا۔ ذہن کو استعمال کرنا ہے اور ذہن کے ساتھ رزق وابستہ ہو جاتا ہے۔ اگر دل کو استعمال کرو تو دل کے ساتھ آپ کی عبادت وابستہ ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ کی اصلاح کرو۔ اللہ تعالیٰ سے بہت آرزوئیں نہ مانگا کرو کہ یا رب العالمین یہ بھی دے وہ بھی دے۔ میں نے یہ بات آپ کو پہلے بھی بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ نہ کہا کرو کہ اپنے علاوہ باقی سب کچھ مجھے دیتا جا۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو' اس کا قرب مانگو۔ اور ایک بات اللہ سے مانگو بھی اور یہ کام کرو بھی۔ وہ یہ ہے کہ اپنی زندگی میں' اپنے حالات کی پریشانی کے باوجود' دقتوں اور مسائل کے باوجود' کثرتِ مال اور کثرتِ آرزو کے باوجود اسی زندگی میں مکمل طور پر راضی رہنے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی ناکامی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو' As it is۔ کیا کہا؟ As it is جیسے کہ ہے۔ ایسی بات نہ کہنا کہ ایسے ہو جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو تجویزیں نہ پیش کرتے جاؤ۔ وہ آپ کی تجویز سے بے نیاز ہے۔ جو کچھ آپ کو

اللہ نے دیا پہلا کام یہ کرو کہ آپ اس پہ راضی ہو جاؤ۔ اگر کہیں خامی ہے' تھوڑی سی کمی بیشی ہے' یہاں کچھ ہونا چاہیے تو اس پہ بھی آپ راضی ہو جاؤ۔ تو جو ہوا اس پہ بھی راضی ہو جاؤ اور جو نہیں ہوا اس پہ بھی راضی ہو جاؤ۔ چلو تھوڑی دیر کے لیے راضی ہو جاؤ یا پھر دو دن کے لیے راضی ہو جاؤ یا ایک مہینے کے لیے۔ تو ایک مہینہ جو ہے اس میں اللہ سے کچھ نہ مانگو۔ کیا ایک مہینہ یہ بات آپ لوگ کر لیں گے؟ تو آپ ایک مہینہ کسی انسان کا گلہ نہ کرنا۔ یہ تیس دن ہیں آج کے بعد' یہ ایک مہینہ دعا بھی کوئی نہ کرو۔ بس اللہ کو اپنے کام کرنے دو' ایک مہینہ رونا بھی نہیں ہے۔ ایک مہینہ جو ہے اللہ کا بھی گلہ نہیں کرنا' ایک مہینہ راضی رہنے کی کوشش کرو' اس کے ساتھ بھی یہ کرو جو آپ کو ناراض کر جاتا ہے۔ ایک مہینہ آپ یہ کام کر لو۔ کسی نے آپ کو برا بھلا کہا آپ اس پہ بھی راضی ہو جاؤ۔ کیا آپ ایک مہینہ یہ کام کر لو گے؟ آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ آپ کہیں گے کہ یہ مشکل کام ہے۔ چلو سات دن کر لو آپ کو اتنی رعایت ہے۔ یہ نہ کہنا میں یہ عرصہ کمرے میں بیٹھا رہا کروں گا اور سو جایا کروں گا۔ تو یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کا راضی رہنا ہی آپ کے سفر کی ابتداء ہے۔ اس بات کے ثبوت کے طور پر ایک اور بات سمجھیں۔ آپ سمجھیں گے تو سمجھ آئے گی ناں۔ ایک جگہ پر چند آدمی بیٹھے ہوئے ہوں' ایک موچی جوتے بنانے والا' مرمت کرنے والا' ایک بادشاہِ وقت' ایک امیر' ایک غریب' علم والا اور جاہل یعنی ہر شعبہ حیات کا' ہر قسم کا انسان بیٹھا ہوا ہو اور قیامت آ جائے تو یہ سب اللہ کے دربار میں پہنچ جائیں گے۔ اگر اللہ

تعالیٰ کی رضا ہی مدعائے حیات ہے اور وہ علم والے پر راضی نہیں ہے تو پھر علم کا آپ نے کیا کرنا ہے۔ کتنے علم والے ایسے ہیں جو غرق ہو گئے ہیں' کتنے مال دار ایسے ہیں جو فرعون بن کر مرے' کتنے بادشاہ ایسے ہیں جو ناپسندیدہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مقصدِ حیات ہے اور اللہ اگر راضی ہے جوتے بنانے والے پر تو پھر وہ زندگی بہت بہتر ہے۔ سب سے اچھی زندگی وہ ہے جس پر اللہ راضی ہو۔ آپ اچھی زندگی اس کو سمجھتے ہیں جس پر آپ راضی ہوں اور سماج راضی ہو۔ آپ اپنے آپ کو سماج سے ذرا نظر انداز کر دو یعنی الگ کر دو۔ پھر آپ کو اللہ کا مزاج سمجھ آ جائے گا۔ اللہ کا مزاج سمجھنا ہو تو بڑا آسان سا نسخہ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں نے کیسی زندگی بسر کی۔ سب کی زندگی کا تو آپ کو پتہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے جو سب سے زیادہ محبوب پیغمبر حضور اکرم ﷺ ہیں ان کی زندگی سب سے آئیڈیل لائف ہے اور اللہ کو پسند ہے۔ کیونکہ پسند والے کی زندگی ہی پسند ہوتی ہے یعنی جو انسان پسند ہو' اس کی زندگی پسند ہوتی ہے۔ آپ کی طرزِ رہائش جو بھی تھی' کیا تم میں سے کوئی ایسا آدمی ہے جو پانچ دن ویسی طرزِ رہائش اختیار کر لے۔ نہیں! کوئی ایسا انسان ہے جو آپ ؐ کی اطاعت میں اپنی بیٹیوں کی شادی ویسے کرنا پسند کر لے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ نے ایسا کیا تو ہم بھی ایسا کرتے ہیں۔ کوئی ایسا شخص ہے جو اس طرح کا پیوند والا لباس استعمال کرے؟ کوئی ایسا ہے جو آپ کی طرح ہمیشہ سچ بولے؟ چلو پانچ دن ہی سچ بولے' جھوٹ نہ سوچے۔ کوئی ایسا ہے جو ہر وقت اللہ کے اتنا قریب رہے' غم میں' دکھ

میں' خوشی میں' تکلیف میں' مسافرت میں' وطن میں۔ ایسا کوئی ہے؟ تو پھر آپ لوگ کس قسم کی اطاعت رکھتے ہیں؟ آپ لوگوں کا انداز یہ ہے کہ آپ وہ آدمی ہیں' وہ دنیادار ہیں کہ آپ لوگ اسلام کے حوالے سے اپنی دنیا بنانا چاہتے ہیں۔ مگر اس طرح یہ نہیں بنے گی' مشکل ہی ہے۔ آپ لوگ ایسے ہیں کہ وہ مقامات جو اسلام کے بغیر آپ مکمل کر سکتے ہیں وہ تو آپ کر لیتے ہیں یعنی جہاں اسلام کو نظر انداز کر کے کام کرنا پڑتا ہے وہ آپ کر لیتے ہیں اور جو کام نہیں ہوتا اس کا کہتے ہیں کہ اسلام کرائے۔ اسلام آپ کا اسسٹنٹ تو نہیں ہے۔ تو جہاں اللہ کے حکم کے بغیر کوئی کام کرنا ہو وہ آپ کر لیتے ہیں اور جو کام نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے لیے دعا چاہیے' چلو پھر داتا صاحبؒ چلتے ہیں۔ مطلب کیا ہوا؟ یا تو سارے کام آپ اللہ کے حوالے کریں یا پھر اس میں جو غلطی کی ہوئی ہے وہ باہر نکالیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ابھی نہیں سمجھ آئی۔ آپ نے اللہ کے حکم کے بغیر یا اس کے حکم کے خلاف تو سرمایہ جمع کیا ہے مگر اب باقی کا کام آپ اللہ کے حکم پر کرنا چاہتے ہیں حالانکہ کچھ کام آپ اللہ کے حکم کے بغیر کر گئے۔ اس لیے یہ بات دیکھنی چاہیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کو کس وقت اپنی زندگی میں شامل کر رہے ہیں۔ جب آپ اللہ تعالیٰ سے کسی راستے پر چلنے کے لیے تعاون مانگ رہے ہیں۔ تو بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ اللہ کے راستے پر چلتے جائیں۔ اس کا آسان نسخہ یہ ہے کہ آپ راضی رہیں' جو کام اللہ کر رہا ہے آپ اس پر راضی رہیں اور یہ کہیں کہ یا رب العالمین ہم راضی ہیں۔ راضی ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ ہم اللہ تعالیٰ سے کچھ

اور نہیں مانگتے' Further نہیں مانگتے۔ یہ نہ کہنا کہ مانگنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' شریعت ہے' اس لیے مانگنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ بغیر مانگے جو کچھ دے رہا ہے آپ اس کو قبول کریں اور اپنا کام کریں یعنی عبادت۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے تقرب کو مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے محبوب ﷺ کی محبت کو مانگو۔ اللہ تعالیٰ سے اس زندگی کی آسانی کو مانگو۔ آسانی کیا ہوتی ہے؟ اس زندگی میں کون آسان ہے یا یہ زندگی کس کے لیے آسان ہے؟ یہ اس کے لیے آسان ہے جس کو جس وقت اگر آواز آجائے کہ "چلو" تو وہ اسی وقت تیار ہو۔ وہ اب یہ نہ کہے کہ ٹھہر جا میں نے ابھی دو چار اور کام کرنے ہیں۔ وہ شخص جو ہمہ حال تیار ہو اس کے لیے یہ زندگی صحیح ہے اور وہ اس زندگی میں راضی ہے اور اطمینان کے ساتھ ہے۔ جس شخص کو یہ خیال ہے کہ میں اللہ سے زندگی میں دو چار کام بھی لے لوں میرے واقعات پورے بھی ہو جائیں تو اس کے لیے وقت ہے۔ اس لیے آپ اس سوال پہ غور کریں کیونکہ یہ آپ کا سوال ہے۔ تو تسلیم کا کیا مقام ہے؟ تسلیم کا مقام یہ ہے کہ جہاں بھی آپ نے' جس انسان نے' جس مقام پر آپ نے خلوص شروع کر دیا تو باقی کی زندگی مخلص ہو گئی۔ بلکہ میں کہتا ہوں ماضی کی زندگی بھی ٹھیک ہو گئی۔ حال میں آپ کلمہ پڑھتے ہیں تو ماضی مومن ہو جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہے اس بات کو؟ کیا کہا؟ کلمہ حال میں پڑھتے ہیں اور مومن ماضی ہو جاتا ہے۔ کافر کا سارا کفر ختم ہو جاتا ہے کلمہ پڑھنے سے۔ اس لیے آپ توبہ کرو تو سارا ماضی معصوم ہو جائے گا۔ توبہ دل سے کرو تو سارا ماضی معصوم ہو جائے گا۔ اور اللہ کی اطاعت رضامندی کے ساتھ

کرو تو سارا مستقبل محفوظ ہو جائے گا۔ اس لیے کسی مقام پر تو آپ سیٹ ہو جائیں۔ یہ ایک آسان سی بات ہے کہ آپ دل کے ساتھ توبہ کرو تو ماضی کا کوئی حساب کتاب نہیں ہے' پھر آپ معصوم ہو گئے' معاف ہو گئے' آج سے نئی زندگی شروع ہوگئی اور شروع کرنے کا انداز یہ ہے کہ آپ اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا اور گلہ نہ کرنا کہ یہ کیا ہو گیا وہ کیا ہو گیا۔ ہوا تیز چل گئی' بارش ہو گئی' سمجھ نہیں آتی کہ سماج میں کیا ہونے والا ہے' پتہ نہیں کس طرح کے ہیں سارے لوگ' سب بیوقوف ہیں۔ لوگ بیوقوف نہیں بلکہ صرف تجھے بیوقوف لگتے ہیں۔ دنیا کے اوپر کوئی تنقید نہ کرنا۔ اس زمانے کو برا نہ کہو کیونکہ زمانہ ہی حقیقت ہے اور زمانے سے محبت نہ کرو کیونکہ زمانہ ہی حجاب ہے۔ اب یہ کیا مسئلہ ہو گیا؟ مسئلہ بنیادی ہے۔ یہ کائنات میں حقیقت ہے حق والے کے لیے اور یہ کائنات مکمل حجاب ہے حقیقت ہے گمراہ کے لیے۔ تو سفر کس کا ہے؟ آپ کا اپنا۔ اگر آپ حق پر ہو تو ساری کائنات حق کا راستہ دے گی اور اگر آپ گمراہی میں پڑ گئے تو اس کائنات سے رستہ نہیں ملے گا اور آپ کو سارے گمراہ نظر آئیں گے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ آپ کو سماج میں' دنیا میں' نیکی زیادہ نظر آ رہی ہے یا بدی زیادہ نظر آ رہی ہے؟ اگر بدی زیادہ نظر آ رہی ہے تو آپ اپنی اصلاح کریں۔ نیک کو ہمیشہ نیکی نظر آئے گی۔ نیک کو اللہ والوں کو ہر طرف اللہ ہی اللہ نظر آئے گا' مشرق بھی اللہ' مغرب بھی اللہ' شمال بھی اللہ' جنوب بھی اللہ' اول اللہ' آخر اللہ' ظاہر اللہ' باطن اللہ' تو اللہ ہی اللہ۔ جس کو اللہ کے ساتھ محبت ہو گی اس کا ہر حال جو ہے وہ اللہ ہے' ہر طرف اللہ

ہے جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھے گا سب طرف اسی کا چہرہ ہے۔ اور جو اللہ سے دور ہے وہ کہتا ہے کہ کمال ہو گئی' وہ آدمی ہے تو ہمارا رشتہ دار لیکن بس جاتے دو بہت برا آدمی ہے' بھائی بھائی کا نہیں' کہتا ہے اب عزت والی بات ہے آپ کو بھائی کی کیا حقیقت بیان کی جائے' یا اچھا انسان نہیں ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میرے سینئر بہت برے ہیں اور جونیئر ویسے ہی گھٹیا لوگ ہیں' سینئر مجھ پہ شک کرتے ہیں اور جونیئر مجھ پہ اعتبار نہیں کرتے ہیں' کہنا نہیں مانتے ہیں' بس ہر چیز ہی بری ہے' بادشاہ کی بات لے لو تو اپنا بادشاہ سلامت بھی صحیح نہیں ہے' لوگ ملاوٹ کرتے ہیں اور سارے چوری چکاری اور ڈاکہ ڈالتے ہیں' بڑی مصیبت پڑی ہوئی ہے' ساری کی ساری بس کو لوٹ کے لے گئے' بہت سے لوگ بیمار ہو گئے ہیں اور کچھ آدمی مر گئے ہیں' بس ہر طرف ہنگامہ ہے۔ اور راضی رہنے والے کے لیے کیا ہے؟ لاہور شہر بھرا پڑا ہے' یہاں پر سترہ آستانے ہیں' یہ داتا صاحبؒ ہیں' یہ میاں میر صاحبؒ ہیں' یہ شاہ جمالؒ ہیں' یہ شاہ چراغؒ ہیں' شاہ ابوالمعالیؒ ہیں۔ اگر ان آستانوں پر ایک ایک دن لگاؤ تو آپ کو مہینہ لگ جائے۔ آپ تو صرف خبریں پڑھتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں کہ یہاں کتنے سینما ہیں' لاہور میں پچاس سینما ہیں۔ لیکن یہاں کتنی ہی خانقاہیں ہیں بلکہ ہر جگہ ہی خانقاہ ہے۔ اگر تم خانقاہ بن جاؤ تو ساری ہی خانقاہیں ہیں۔ یہ ہے آپ کا اپنا سفر If you are good the world will remain good' اگر آپ اچھے ہیں تو دنیا اچھی ہوگی۔ برے آدمی کے لیے اس دنیا سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے اور اچھے آدمی کے لیے بھی اس دنیا سے

بہتر جگہ کوئی نہیں۔ یہی دنیا اللہ والوں کے لیے ہے اور یہی دنیا اللہ کے مخالفوں کے لیے ہے۔ شیطان کے لیے سب سے اچھی دنیا یہی ہے اور اللہ کو ماننے والوں کے لیے بھی دنیا اچھی ہے۔ آپ جہاں عبادت کی خواہش کریں گے وہیں مسجد نظر آئے گی۔ ملک بھرا ہوا ہے مسجدوں سے اور مسجد کے خلاف جگہ آپ دیکھو گے تو مخالف واقعات بھی بھرے پڑے ہیں۔ کہتے یہ ہیں کہنے والے کہ اگر بلی ہے تو اس کو صرف نسبت ہے چوہے سے' اس بیچاری کو اور کچھ نہیں پتہ کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے' گلاب کھلا کہ نہ کھلا' اس کی زندگی کا تعلق کس سے ہے؟ چوہے سے۔ لوگ کہانی بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلی کی تاج پوشی ہو رہی تھی' کچھ بلیوں نے اس بلی کی تاج پوشی کر دی' اس کو ملکہ بنا دیا' ملکہ خطبہ دینے لگی' تقریر کرنے لگی کہ آپ صاحبان کا شکریہ اور راستے میں اسے چوہا نظر آ جاتا ہے تو وہ کہتی ہے تاج کو پھینکو اور وہ بھاگی چوہے کے پیچھے۔ اس طرح اس کی خیانت ظاہر ہو گئی۔ اس کہانی میں بندوں کی آرزو کا بتایا گیا ہے' اگر آپ کے اندر آرزو ہو گی تو آپ جس مقام پر ہوں گے آرزو کے پیچھے بھاگ پڑیں گے۔ تو یہ کائنات کس طرح کی ہے؟ جس قسم کا آدمی ہے اس کو ویسی ہی کائنات نظر آئے گی۔ آپ بلی کی ایک اور بات سن لو۔ جس بلی کو درخت سے چڑیا ملی وہ ہمیشہ درخت پر ہی رہے گی اور جس کو بل سے چوہا ملا وہ بل کے پاس ہی بیٹھی رہے گی۔ بس یہ اس کی فطرت ہے کہ جہاں سے کچھ ملا وہیں اس نے عمر بسر کر لینی ہے۔ اس لیے آپ یہ سوچیں کہ آپ کس طرح اللہ تعالیٰ کا تقرب چاہو گے۔ جس کو مسجد میں راحت ملی ہے وہ مسجد میں رہے گا' جس کو اللہ اپنے پیر کے ذریعے سے سمجھ آ جائے وہ پیروں کے پاس رہے گا' جس کو خانقاہوں سے بات سمجھ آئی وہ خانقاہوں کے پاس رہے گا' جس کو خیرات سے سمجھ آئی ہے' وہ ہمیشہ خیرات کرتا جائے گا' اپنا حصہ بھی خیرات کر دے گا۔ تو جس کو جیسے سمجھ آئی ہے ویسے چلتا جائے گا۔ اپنے عمل پر آپ اعتراض نہ کرنا۔ اللہ کے لیے آپ جو عمل کر رہے ہیں آپ وہ کرتے چلے جائیں۔ نمازوں میں بھی اللہ ہے مگر وہ آدمی سکون میں نہیں آئے گا جو کبھی تو اللہ کے لیے نماز پڑھ لیتا ہے' کبھی درباروں میں چلا جاتا ہے' کبھی قرآن شریف کھول کر پڑھنا شروع ہو جاتا ہے' کبھی پیر صاحب کے پاس چلا گیا' کبھی کسی اور کے پاس چلا گیا۔ پھر کہتا ہے بات کچھ سمجھ نہیں آئی' آپ اللہ کے بارے میں بات بتاؤ' اللہ کی تلاش میں ہوں' بہت سخت تلاش میں ہوں۔ یعنی کہ وہ کسی ایک مقام پر نہیں ٹھہرے گا۔ مقامات بدلنے والا کبھی سکون میں نہیں آئے گا۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں؟ دیوبندی بھی ٹھیک ہیں' اہل حدیث بھی ٹھیک ہیں' بریلوی بھی ٹھیک ہیں' طریقت بھی ٹھیک ہے مگر وہ آدمی ٹھیک نہیں جو بیک وقت دو جگہوں پر جاتا ہے۔ تو جو دونوں طرف جاتا ہے وہ آدمی صحیح نہیں ہے۔ ایک آدمی بھی صحیح جا رہا ہے اور دوسرا بھی صحیح جا رہا ہے کیونکہ اپنی اپنی جگہ پہ جا رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ اسلام کے علاوہ بھی کچھ مذاہب صحیح ہوں۔ عین ممکن اس لیے ہے کہ یہ اللہ جانے اور اللہ کا کام جانے۔ لیکن وہ آدمی جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد کسی اور انداز سے اللہ کے قریب جانا چاہے وہ غلط ہو جائے گا۔ آپ کو

بات سمجھ آ گئی؟ اس لیے آپ اپنا فیصلہ مستقل کرو' کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا اسسٹنٹ نہ بناؤ کہ وہ آپ کی آرزوئیں پوری کرے گا بلکہ آپ اللہ کی آرزو پوری کرو۔ آپ کہتے ہیں اللہ کہتا ہے کہ تم میرا کہنا مانو اور آپ اسے کہتے ہیں کہ ہم گزارش کر رہے ہیں کہ یا اللہ آپ ہمارا کہنا مانیں' ہم دو چار آرزوئیں رکھتے ہیں' یہ پوری کر دیں۔ اللہ کہتا ہے میں بہتر آرزو رکھتا ہوں' تو میری آرزو پوری کر۔ اللہ کی کیا آرزو ہے؟ اللہ نے اس دنیا کو بنایا اور انسان کو بھی بنایا۔ کیوں بنایا؟ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اپنی عبادت کے لیے بنایا۔ پھر اللہ نے کہا میں اور میرے فرشتے درود بھیج رہے ہیں تم بھی یہی کام شروع کر دو اور اپنے ماں باپ کا ادب کرو' احترام کرو' زندگی چار روزہ ہے' اس لیے میری طرف آنے کا خیال کرو' تم ہمیشہ وہاں نہیں رہو گے بلکہ تمہیں یہاں پر آنا ہوگا' آرزوؤں کی کثرت نہ کرنا کیونکہ تم نے ہمیشہ وہاں رہنا نہیں ہے بلکہ تم بلا لیے جاؤ گے اور تمہیں آنا ہوگا۔

ایک جگہ اللہ تعالیٰ بڑے جوش میں فرماتے ہیں انا انذرنکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یداہ۔ کہ ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایک ایسے عذاب سے جو بہت قریب ہے۔ عذاب کیا ہے؟ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ مل جائے گا۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ جب تمہیں تمہارے اعمال کا نتیجہ دے دے۔ تو یہ عذاب ہوگا۔ دعا کرو کہ تمہیں تمہارے اعمال سے بچت ہو جائے۔ آمین۔ دعا کیا ہونی چاہیے؟ کہ یا اللہ ہمیں ہمارے اعمال کے نتیجے سے بچا' آمین! آپ لوگ تو اللہ سے کچھ اور ہی مانگ رہے ہیں' پہلے آپ اللہ سے پچھلی باتوں کا فیصلہ کراؤ۔ تو دعا کیا ہے؟ یا اللہ پچھلے اعمال جو ہم کر چکے ہیں ہمیں ان کے نتیجے سے بچا۔ ہمیں اپنے راستے پر چلا اور ہمیں بے آرزو بنا کے چلا۔ ایک واقعہ اور سن لو۔ داتا صاحبؒ نے کہا کہ ایک دفعہ ہم حج پہ گئے۔ کچھ لوگ' ایک گروہ پیدل جا رہا تھا' میں بھی اس گروہ کے ساتھ ساتھ تھا۔ ایک آدمی کو ہم نے اپنا امیر بنایا۔ آگے جا کے راستے میں ڈاکو' قزاق آ گئے' انہوں نے آ کے کہا جو کچھ کسی کے پاس ہے' وہ نکال کے رکھ دے۔ سب نے رکھ دیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے ہمارے سردار سے کہا کہ تو بھی نکال دے۔ اس نے بھی نکال دیا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا کہ ان کے سردار کی تلاشی لی جائے۔ تو وہ جو ہمارا سربراہ تھا اس کی جیب سے کچھ خفیہ پیسہ نکلا۔ ڈاکوؤں کے سردار نے کہا اس کو تہ تیغ کر دو' مار دو' قتل کر دو...... داتا صاحبؒ کہتے ہیں کہ پھر میں آگے بڑھا اور میں نے کہا اگر ہم اپنا لیڈر ہی مروا کے گئے تو ہم کس بات کے Followers ہیں' اس کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ہمارا سربراہ ہے اور سربراہ کو ہم مرنے نہیں دیں گے۔ ڈاکو سردار کہتا ہے کہ یہ کیسا سربراہ ہے' بچوں کا سربراہ جھوٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ تم لوگوں نے سچ سچ جو کچھ تھا ظاہر کر دیا اور یہ جھوٹا آدمی ہے' یہ کیسے تمہارا سربراہ ہو سکتا ہے؟ ڈاکو نے داتا صاحبؒ کو ایک طرف بلایا اور کہا کہ ہم تجھے یہ ایک بات بتانے کے لیے کتنی دور سے چل کے آئے ہیں کہ سچے آدمی جھوٹے کو سربراہ نہ بنائیں' ہم سرکاری ڈیوٹی پہ ہیں' ہم تم کو اس سفر پہ بے آرزو کر کے بھیجتے ہیں' پیسہ رکھوا لیتے ہیں اور اللہ کا بھروسہ دے کے بھیجتے ہیں اور تمہیں سمجھاتے ہیں کہ اللہ کا بھروسہ کیا ہے اور حالات پر بھروسہ کیا ہے۔

اور یہ مثال بھی دیتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اونٹ کو پہلے باندھ لو۔ یہ واقعہ بھی سن لو۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی محفل میں وہ شخص بیٹھا ہوا تھا آپ کا خطبہ اور آپؐ کے ارشادات سن رہا تھا اور بار بار یہ سوچ رہا تھا کہ میرا اونٹ کہاں ہوگا۔ اب جو آپؐ کی موجودگی میں اونٹ کے بارے میں سوچے تو بخت میں کمزوری ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تو میری بات جو نہیں سن رہا تو بہتر ہے کہ پہلے اپنے اونٹ کو باندھ کے آ۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ تو یہ تھی فرمان کی وجہ۔ کہ جو آدمی حضور اکرم ﷺ کی محفل میں اونٹ کے گم ہونے کا اندیشہ کر رہا ہو تو وہ تو اُس محفل میں نہیں بیٹھ سکتا۔ وہاں حضور اکرم ﷺ کی محفل میں بیٹھنے والے اس طرح سر جھکا کے ادب سے بیٹھتے تھے کہ جیسے اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ یہ Recorded واقعہ ہے۔ اس لیے آپ لوگ خیال کریں۔ آپ اپنی آرزو کو تھوڑا کمزور کر دیں اور اُس عذاب سے بچیں جس دن آپ اپنے اعمال کے نتیجے سے مجبور ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے اعمال کی عبرت سے بچائے' کوئی نیا عمل ایسا نہ کریں جس سے آپ کو کوئی نقصان ہو۔ دو باتیں بہت عجیب ہیں' یہ کہ جنت ہمیں ابتدائی طور پر مل گئی۔ وہاں سے معزول ہو کر ادھر آنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر عمل کے جو انعام کر دیا' اب اعمال کی شدت کے باعث وہ حاصل ہوگا جو اللہ نے مفت دیا تھا۔ میری بات سمجھ آئی؟ لگتا ہے نہیں سمجھ آ رہی۔ اس کو اس طرح سمجھو کہ آج آپ کی زندگی میں جو آپ کی عمر ہے اس میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ویسے ہو جائیں جیسے ہم فطری طور پر پیدا ہوئے تھے۔ یعنی کہ انسان معصومیت لے کے ازلی طور پر پیدا ہوا تھا۔ تو آج اُس معصومیت کو حاصل کرنا اُس کا مسئلہ ہو گیا ہے۔ اب بات سمجھ آ رہی ہے؟ یعنی کہ جو کچھ اُس کے پاس فطری طور پر سامان تھا آج وہاں تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے۔ اس کی غلطی کیا ہے؟ آپ کے اپنے عمل کا نام ہے ورنہ اور غلطی کوئی نہیں ہے۔ اسلام کیا ہے؟ آپ کے اپنے عمل کا نام ہے۔ اب آپ اپنے عمل سے اپنی بداعمالی کی اصلاح کرو اور یہ توبہ کے آغاز سے ہوگی۔ پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی اور باقی سارے واقعات درست ہو جائیں گے ...... اب آپ کا سوال مکمل ہو گیا۔ اب باقی لوگوں کے سوال کی بات کرو۔ ہاں اب آپ بولو ...... بولتے جاؤ' جلدی جلدی تاکہ جلدی مسئلے مسائل حل ہوتے جائیں۔

سوال:-

رجوع الی اللہ کے بارے میں سمجھا دیں۔

جواب:-

رجوع الی اللہ دو طریقوں سے ہے۔ ایک طریقہ یہ ہے کہ یہ عمل ہے تو رجوع الی اللہ ایک عمل ہے' کوئی واقعہ ہے' کوئی کوشش ہے' اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ رجوع الی اللہ نتیجہ ہے کسی اور عمل کا۔ تو دو طریقوں سے لوگوں نے سفر کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ رجوع الی اللہ In itself اپنے آپ میں ایک Independent ذاتی' آزاد کام ہے۔ اس کا نام ہے رجوع الی اللہ۔ اور دوسرا یہ ہے کہ رجوع الی اللہ کسی اور کام کے نتیجے کے طور پر ہوتا ہے۔ اگر بدی کے مواقع میں بدی نہ کی

جائے تو یہ نیکی ہے حالانکہ یہ نیکی نہیں ہے صرف بدی نہیں کی ہے۔ تو بدی نہ کرنا بھی نیکی ہے۔ لیکن یہ نیکی تو نہیں کی گئی۔ نیکی کیا ہوتی ہے؟ نیکی تو کوئی Positive مثبت عمل ہے اور یہاں یہ انسان Negative منفی سے بچا ہے۔ یہ جو Negative منفی سے بچنا ہے' یہ بھی ایک نیکی ہے۔ رجوع الی اللہ کا مطلب یہ ہے کہ رجوع الی الدنیا کم کر دیا جائے پھر خود بخود Independently رجوع الی اللہ ہو جائے گا۔ بابا بلھے شاہ نے کہا ہے کہ

بلھیا رب دا کی پاونا
ادھروں پٹنا تے اودھر لاونا

وہ جو بلھے شاہ کے پیر تھے وہ پنیری لگا رہے تھے تو وہ اُن کے پاس گئے اور پوچھا کہ رب کو پانے کا طریقہ کیا ہے' رب کیا ہے؟ انہوں نے کہا ادھر سے پنیری اٹھا اور اُدھر لگا۔ اُس نے کہا یہ کیا ہے؟ پیر صاحب نے کہا دنیا سے دل ہٹا اور ادھر لگا دے تو خود بخود ہی رب مل جائے گا۔ کیا کمال کی بات ہے۔ اللہ کی کبھی آپ کو یہ بات سمجھ آ گئی تو پھر آپ کو ہر چیز جلدی سمجھ آ جانی چاہیے۔ اللہ اتنا مقدس ہے' اتنا بلند ہے' اتنا ماورا ہے' اتنا جمال ہے' کہ آپ کے خیال سے باہر ہے' لامثال اللہ' لا مثل اللہ' کوئی مماثل نہیں' کوئی مثال نہیں' کوئی مثل نہیں' بس لاشریک ہے' بلند ہے بالا ہے۔ تو وہ کرتا کیا ہے؟ یہی دنیا پیدا کرتا ہے' یہی مچھر' مکھی پیدا کرتا ہے اب اتنے بلند اللہ کو قریب سے دیکھو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ یہ دنیا جو بنی ہوئی نظر آ رہی ہے یہ اللہ کی ایک بنائی ہوئی چیز ہے۔

پہچان لیا تجھ کو تیری جلوہ گری سے
آتی ہے نظر فن سے ہی فن کار کی صورت

اللہ یہ سب کچھ بناتا ہے اور پھر پتہ نہیں چل رہا کہ اللہ کیا ہے۔ اللہ وہ ہے جو تمہارے دشمنوں کو بناتا ہے' انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں فاقہ دیتا ہے۔ کہتا ہے ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ محبت تو وہ تم سے کرتا ہے مگر پیسے کافروں کو دیتا ہے' اُن کو اسلحہ دیتا ہے۔ اگر آپ اللہ کی بنائی ہوئی اشیاء سے اللہ کو دریافت کریں تو پھر آپ کو رجوع الی اللہ سمجھ آ جائے گا۔ یعنی کہ دنیا کے اندر دیکھو' سیر کرو۔ لیکن ایک انداز سے سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین تو اس دنیا کے اندر جاؤ۔ مثلاً شاہی قلعہ جا کے دیکھو' یہ دیکھو کہ یہ ویرانیاں چھوڑنے والے کون ہیں؟ کہتے ہیں کہ بادشاہ سلامت' ظل سبحانی' آنجہانی' سارے فانی کے فانی' چلے گئے اور ویرانے چھوڑ گئے۔ اب دیکھو کیا واقعہ ہے؟ اگر آپ کو عبرت نظر نہیں آ رہی ہے تو پھر آپ کو اللہ کی بات سمجھ نہیں آئے گی۔ یعنی کہ اگر آپ فنا کو دیکھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام کہ ہر چیز فانی ہے سوائے رب کے چہرے کے جو جلال و اکرام والا ہے۔ فنا کی دنیا میں جو چیز فنا نہیں ہوتی ہے وہ اللہ کا تقرب ہے اور اس کو دوام ہے۔ تو اس فنا میں آپ دوام کو پہچانو۔ جب آپ یہ پہچان لیں گے تو آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی' کہ فانی دنیا کو دیکھو' یہ کیا تھا اور کیا ہو گیا' دس سال' بیس سال' پچاس سال میں ہر چیز چلی گئی۔ باقی کون رہ گیا؟ صرف اللہ کا نام! تو یہ رجوع الی اللہ

ہے۔اس کا ایک اور تحفہ بتا رہا ہوں آپ کو۔دنیا کو موت کے شکنجے اور موت کے پنجے اور موت کے منہ میں ہر وقت دیکھنے والا رجوع الی اللہ میں ہوتا ہے۔آپ کو بات سمجھ آئی؟ جس پر فنا کا عرفان ہو جائے وہ بقا کا مسافر ہوتا ہے۔کیا کہا؟ جس آدمی پر فنا کا عرفان ہو جائے' کہ میں فنا دیکھ رہا ہوں تو اُس آدمی پر رجوع الی اللہ آسان ہو جاتا ہے۔جو کسی ایک آدمی کی اطاعت اللہ کی رضا کے لیے کر جائے اور ہمیشہ کے لیے کر جائے تو یہ اللہ کے ساتھ رجوع ہے' چاہے وہ اس کی ماں ہو تو اُس کی پوری اطاعت کر جاؤ اور اُس میں محو ہو جاؤ۔کوئی آدمی کسی ایک کام میں اللہ کی خاطر اپنے آپ کو Develop کرے تو یہ رجوع الی اللہ ہے۔رجوع الی اللہ جو ہے وہ رجوع الی الامر اللہ ہے یعنی اللہ کے کسی حکم کی طرف رجوع کرنا۔کوئی ظالم آپ کے ساتھ جس کی مخالفت تھی کبھی وہ آپ کے قابو آ جائے تو آپ اُس کو اللہ کے لیے معاف کر دو اور یہ کہو کہ میں جو یہ معاف کر رہا ہوں وہ حضور پاک ﷺ کی سنت کے طور پر معاف کر رہا ہوں کیونکہ آپؐ نے اپنے دشمنوں کو آخری معرکے میں معاف فرما دیا تھا۔لہٰذا اُسے کہو کہ لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تمہیں کوئی سزا نہیں ہے' میں نے تمہیں معاف کر دیا۔کوئی کام جو آپ نہ کر سکتے ہوں اور حضور پاک ﷺ کی سنت کے لیے کر جائیں تو آپ کو رجوع الی اللہ مل جائے گا۔رجوع الی الرسولؐ جو ہے یہ رجوع الی اللہ ہے' رجوع الی القرآن جو ہے تو یہ رجوع الی اللہ ہے' اگر آپ نے فنا کا عمل دیکھا ہے تو یہ رجوع الی اللہ ہے' عبرت دیکھنے کے لیے صرف سیر کرو

تو یہ رجوع الی اللہ ہے' اللہ کے نام پر اللہ والوں کی طرف سفر کرنے کی آرزو اور جذبہ جو ہے یہ رجوع الی اللہ ہے۔عبادت میں محو ہو جانا جو ہے یہ رجوع الی اللہ ہے۔تو یہ سارے رجوع الی اللہ ہیں۔یا پھر دنیا کی باتوں سے دل ہٹا لینا رجوع الی اللہ ہے۔

زبادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ

یعنی میں بادشاہ اور گدا دونوں سے فارغ ہوں' تو یہ رجوع الی اللہ ہے۔تو رجوع الی اللہ بہت آسان ہے اگر آپ رجوع الی الدنیا کم کر دیں یا اللہ کے نام پر کسی ایک کام میں اتنا انہماک پیدا کر لو کہ غیر خیال کوئی نہ ہو اور اُسی کے اندر آپ کا خیال ہو' ہمہ حال آپ اُس کے ساتھ مصروف ہو جائیں تو پھر رجوع الی اللہ ہو جاتا ہے۔تو رجوع الی اللہ کا کیا طریقہ ہے؟ دنیا کے ساتھ رجوع کم کرو' چاہے فرائض ہی ہوں۔گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے کہ یہ فرائض ہیں' یہ دنیا ہے' یہ بچے ہیں' یہ بچیاں ہیں' یہ سب کچھ ہے۔تو یہ ہوتا رہے۔یہ تو اللہ کی بات ہو رہی ہے۔سارے واقعات پر اللہ فضل کرتا ہے اور وہ پورے ہو جاتے ہیں یا پھر اللہ کی طرف کسی ایک کام میں محو ہو جاؤ۔یا پھر ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کا کہنا اللہ کے حکم کے مطابق ماننا شروع کر دو' پھر وہی شخص آپ کو رجوع الی اللہ بتائے گا۔رجوع الی اللہ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ کوئی ایک عمل' مثلاً خیرات ہو' شروع کر دو' Develop کر دو' چلتے چلے جاؤ۔اور پھر اُس کے اندر آپ کو اللہ کا Concept پورے کا پورا مل جائے گا۔کوئی سا ایک کام اللہ کے نام پر شروع

کرو، مثلاً اللہ کے نام کا ایک پودا گھر میں لگا دو اور ہمیشہ اُس کو قریب سے دیکھتے جاؤ، یقین ممکن ہے، یہ بعید نہیں ہے کہ کبھی وہ پودا بول پڑے۔ یہ آپ کی Concentration کی بات ہے، ورنہ تو ایسا موسیٰ ؑ کے ساتھ ہوتا ہے، آپ کے ساتھ تو نہیں ہوتا۔ تو کوئی سا ایک کام آپ اللہ کے نام پر کرو۔ ایک آدمی جو ہے وہ ایک بزرگ کے پاس چلا گیا، پیر کے پاس چلا گیا، تیس سال جاتا رہا، کوئی کام ہی نہیں ہوا۔ جاتا رہا، جاتا رہا، چلتا گیا، آخر وہ خود بخود ہی رجوع الی اللہ بن گیا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود رجوع کرے تو آپ رجوع الی اللہ کر سکتے ہیں، خود بخود نہیں کر سکتے۔ تو وہ رجوع کرائے تو کر سکتے ہو، رجوع الی اللہ ہو نہیں سکتا جب تک وہ نہ کرائے، اور جب وہ کراتا ہے تو رجوع الی اللہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کا ایک اپنا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ اس نے خود بخود کرانا ہو گا تو ہو جائے گا نہیں تو نہیں ہو گا۔ تو اگر اُس کی مرضی ہے تو کرا دے گا۔ اس نے اگر رلانا ہو تو چھوٹی سی بات پر رُلا دیتا ہے۔ اور کبھی آنسو خشک کر دے تو سارے مر جائیں تو رونا نہیں آتا۔ یعنی سارے بڑے مر گئے اور پھر سارے ہی مرتے گئے مگر رونا نہیں آیا۔ اور جب رونا آتا ہے تو صرف بچے کی بات دیکھی تو رونا آ گیا۔ وہ اگر رُلانا چاہے تو اتنی سی بات سے رُلا دے اور ہنسانا چاہے تو اتنی سی بات سے ہنسا دے۔ اور اگر ایک نماز کے ساتھ ایک سجدہ قبول کرا دے تو ایسا لگتا ہے جیسے قیامت تک سجدہ ہی ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اللہ کہتا ہے

کرو، مثلاً اللہ کے نام کا ایک پودا گھر میں لگا دو اور ہمیشہ اُس کو قریب سے دیکھتے جاؤ، یقین ممکن ہے، یہ بعید نہیں ہے کہ کبھی وہ پودا بول پڑے۔ یہ آپ کی Concentration کی بات ہے، ورنہ تو ایسا موسیٰ ؑ کے ساتھ ہوتا ہے، آپ کے ساتھ تو نہیں ہوتا۔ تو کوئی سا ایک کام آپ اللہ کے نام پر کرو۔ ایک آدمی جو ہے وہ ایک بزرگ کے پاس چلا گیا، پیر کے پاس چلا گیا، تیس سال جاتا رہا، کوئی کام ہی نہیں ہوا۔ جاتا رہا، جاتا رہا، چلتا گیا، آخر وہ خود بخود ہی رجوع الی اللہ بن گیا۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ خود رجوع کرے تو آپ رجوع الی اللہ کر سکتے ہیں، خود بخود نہیں کر سکتے۔ تو وہ رجوع کرائے تو کر سکتے ہو، رجوع الی اللہ ہو نہیں سکتا جب تک وہ نہ کرائے، اور جب وہ کراتا ہے تو رجوع الی اللہ خود بخود ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کا ایک اپنا طریقہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ اس نے خود بخود کرانا ہو گا تو ہو جائے گا نہیں تو نہیں ہو گا۔ تو اگر اُس کی مرضی ہے تو کرا دے گا۔ اس نے اگر رلانا ہو تو چھوٹی سی بات پر رُلا دیتا ہے۔ اور کبھی آنسو خشک کر دے تو سارے مر جائیں تو رونا نہیں آتا۔ یعنی سارے بڑے مر گئے اور پھر سارے ہی مرتے گئے مگر رونا نہیں آیا۔ اور جب رونا آتا ہے تو صرف بچے کی بات دیکھی تو رونا آ گیا۔ وہ اگر رُلانا چاہے تو اتنی سی بات سے رُلا دے اور ہنسانا چاہے تو اتنی سی بات سے ہنسا دے۔ اور اگر ایک نماز کے ساتھ ایک سجدہ قبول کرا دے تو ایسا لگتا ہے جیسے قیامت تک سجدہ ہی ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ اللہ کہتا ہے

کہ میں ہی ہوں جو تمہیں اندھیرے سے روشنی میں لاتا ہوں تم آ نہیں سکتے۔ کیا ہے؟ تم خود آ نہیں سکتے بلکہ ہم لاتے ہیں۔ تو اندھیرے سے روشنی میں کون لاتا ہے؟ اللہ لاتا ہے۔ اگر اللہ لے آتا ہے تو لے آئے گا۔ پھر تو خیر ہے۔ اب اپنا پچھلا ریکارڈ دیکھو، میں نے پہلے مچھر اور مکھی کا ذکر کیا تھا تو مچھر، مکھی، چھپکلی اور چوہے بنانے والے نے آپ کو انسان بنایا۔ تو اللہ تعالیٰ بنانے والا ہے ان چیزوں کو۔ اور اس نے تمہیں انسان بنایا تو وہ بڑا مہربان ہے اور تمہیں انسانوں میں اچھا انسان بنایا، تو وہ اور بھی مہربان لگتا ہے۔ یہاں سماج کے اندر کوئی کسی کا پرسان حال نہیں مگر اس نے آپ کو آسودہ حال بنایا اور کچھ مرتبہ بھی دیا، کچھ Rank بھی دیا، کچھ Recognition بھی دی، کچھ پہچان بھی دی اور آپ کو ذہن اور دماغ دیا، اور کچھ آپ کو عرفان ہوا، دل بھی دیا، گھر والوں کا تعاون ملا، بچوں کا، اولاد کا، بیوی کا۔ تو یہ اچھا ہوا کہ اللہ نے مہربانی کی۔ پھر اس نے آنکھیں دیں، بینائی دی، بڑی مہربانی کی۔ اور اس دین میں آپ کے مانگے بغیر اس نے داخل فرما دیا اور اپنے محبوب ﷺ کا سایہ دیا آپ کو۔ بہت مہربانی کی۔ اور پھر آپ کو اپنے اور کتنا قریب کرے۔ تو ان پچھلی باتوں کا شکریہ ادا کرو تو اگلا سفر خودبخود ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کے ساتھ مہربانی کرتا جا رہا ہے اور آپ کہتے ہیں میں اس کی مہربانی دیکھنا چاہتا ہوں کہ مہربانی کیا ہوتی ہے۔ مہربانی تو وہ ہے جو وہ آپ کے ساتھ کر رہا ہے۔ مہربانی تو آپ کے ساتھ ہے یعنی اس مہربانی سے تو آپ بیٹھے ہیں۔ تو اسی کو مہربانی کہتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں ناں کہ

وہ خود لیے بیٹھے ہیں آغوشِ توجہ میں

تو وہ خود آپ مہربانی کر رہا ہے۔ جب وہ مہربانی کرے تو پھر اور کیا چاہیے۔ اس لیے دعا کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ کوئی تلاش کرنے والا کام نہیں ہے۔ آپ توجہ کو خود تلاش نہیں کر سکتے۔

ہم اپنے آپ ہی میں تجھے ڈھونڈتے رہے
تیرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا

اللہ دور کی بات نہیں ہے بلکہ قریب کی بات ہے۔ اپنے آپ کو آپ پالش کریں، تنہا بیٹھیں، غور کریں، فکر کریں تو اللہ خودبخود ہی آپ کے قریب آ جائے گا۔ کہتا ہے کہ فی انفسکم میں تمہاری سانسوں کے اندر ہوں، شہ رگ سے زیادہ قریب ہوں۔ بندے سے دور ہے لیکن شہ رگ سے قریب ہے۔ کبھی آپ اپنی شہ رگ کے پاس بیٹھیں تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ اللہ کہاں ہے۔ اللہ ڈھونڈنے نکلو تو کائنات بڑی وسیع ہے اور اگر آپ توجہ میں بیٹھو تو پھر اللہ آپ کے ساتھ ہے بہر حال ہے، چھوڑتا تو ہے نہیں آپ کو۔ اس لیے آپ کا صرف انداز ہی اللہ کی توجہ ہے۔ اپنے آپ کو کبھی دنیا سے الگ کر کے، زمان و مکاں سے بے نیاز ہو کے، کبھی ایک طرف بیٹھ جایا کرو، غور کیا کرو، توجہ کیا کرو، پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مہربانی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ دوڑنے سے نہیں ملتا۔ ایک آدمی وطن چھوڑ کے چلا۔ کہتا تھا ادھر حالات اچھے نہیں ہیں میں اس لیے جا رہا ہوں۔ اپنے درویش

سے ملا اور کہا کہ میں جا رہا ہوں۔ درویش کہتا ہے اچھا جس وطن جا رہے ہو اُس کے اللہ کو میرا اسلام کہنا۔ وہ شخص کہتا ہے اللہ تو ہر جگہ ایک ہی ہے درویش نے کہا اگر اللہ ایک ہی ہے تو پھر ادھر تیرے حالات ٹھیک ہو جائیں گے پھر وہاں کیوں جاتا ہے تو یہاں اطمینان سے بیٹھ کے کام کر۔ اللہ جو ہے وہ سفر کرنے والے کسی مقام کا نام نہیں ہے۔ یہ یاد رکھنا۔ اللہ کیا ہے؟ کسی مقام کا نام نہیں ہے بلکہ تیرے حال کا نام ہے' تیری مسافرت کا نام نہیں ہے' تیرے کسی عمل کا نام نہیں ہے بلکہ تیرے حال کا نام ہے' وہ چاہے تو از خود اپنا جلوہ دکھا دے چاہے تو تلاش کرنے میں مدتیں گزر جائیں اور نہ ملے۔ کبھی چاہے تو سونے والے کو دے دے اور کبھی جاگنے والے کو محروم رکھے۔ تو یہ اُس کی مرضی کی بات ہے۔ اس لیے تلاش کی بات نہیں ہے۔ شیطان کی' ابلیس کی کروڑوں سال کی عبادت ساری غرق ہو گئی۔ اُس سے غلطی ہو گئی اور جب غلطی ہو گئی تو اُس وقت اُسے توبہ کا تصور نہیں دیا گیا۔ آدم علیہ السلام سے بھی غلطی ہو گئی اور توبہ کا تصور ساتھ ہی دے دیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام دانا تھے تو انہوں نے کہا ربنا ظلمنا انفسنا انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ معافی دے دے۔ پھر خیریت ہو گئی اور اللہ نے کہا کہ پھر واپس آ جانا۔ اور شیطان کو بحث میں ڈال دیا۔ شیطان کو تو گمراہ کرنے والا اور کوئی شیطان نہیں تھا کیونکہ گمراہی تو تھی نہیں اُس سے پہلے۔ تو یہ ایک راز ہے کہ اس کی کروڑوں سال کی عبادت ختم ہو گئی۔ اسلام سے قبل کا معاشرہ تباہ حال' آزردہ حال' پریشان حال بلکہ برا اُبرا حال' اور اللہ تعالیٰ کو ایسے ماحول کو تباہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ بڑا ظالم معاشرہ تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تباہ کرنے کی بجائے کہا کہ ان کے برے حال ہیں تو ان پر سب سے بڑی رحمت بھیج دی جائے۔ پھر اس نے رحمت للعالمینؐ کو بھیج دیا۔ تو اللہ نے تباہ ہونے کے قابل معاشرے پر رحمت بھیج دی۔ اس لیے کبھی جب ہم تباہ ہونے کے قابل ہوتے ہیں تو اُس کی رحمت آ جاتی ہے۔ میں آپ کو تلاش کی دعوت نہیں دے رہا ہوں بلکہ میں کہتا ہوں کہ تلاش چھوڑ دو کیونکہ آپ عام طور پر غلط تلاش کرتے ہیں۔ تو آپ خواہش بھی چھوڑ دو اور تلاش بھی چھوڑ دو صرف بیٹھ جاؤ' پھر دیکھو وہ آپ خود بخود چل کے آ جائے گا۔ وہ تو تمہیں جانتا ہے اور تم کہاں جاؤ گے اُس کو ڈھونڈنے کے لیے۔ کوئی ایسی جگہ بتا دو جہاں خدا نہ ہو۔ وہ تو ہر جگہ ہے' پھر بتاؤ کہ وہ کہاں نہیں ہے۔

دُکھا کے دل میں اُسے اُس کی ہی نماز پڑھو

اب یہ ایک مقام ہے۔ آپ اپنے دل کو کعبہ بنا کے دیکھو تو سہی۔ تو اس کو کعبہ بناؤ' وہ آپ کے اپنے اندر ہے' اب اُس کو ذرا پکارو تو بات سمجھ آ جائے گی۔ لیکن یاد رکھنا وہ مقید نہیں ہے' حلول نہیں ہے' یہ یاد رکھنا' ہے بھی سہی لیکن نہیں ہے' محدود نہیں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنا آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کی محبت جو ہے اس میں احتیاط چاہیے' بہت ساری احتیاط چاہیے۔ کیونکہ یہ ادب کا مقام ہے' یہ اور مقام ہے' اس میں بہت پاکیزگی اور تقدس کی بات ہے' اس میں سانس بھی آہستہ لینے والی بات ہے' آواز بھی اونچی نہ ہو ورنہ اعمال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ تو اللہ کی توجہ کے یہ

طریقے ہیں۔ آپ دنیا کی توجہ کم کردو تو کام آسان ہو جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ خود ہی توجہ اور مہربانی فرمائے گا۔ یہ دیکھو کہ توجہ اور اُس کی طرف متوجہ ہونے کا مقصد کیا ہے؟ کہیں آپ نے اُس سے کوئی کام تو نہیں لینے۔ کام نہ لینا اُس سے بس یہ بات یاد رکھنا بلکہ توجہ برائے توجہ ہو، عبادت برائے عبادت ہو، قرب برائے قرب ہو اور تقرب برائے تقرب۔

سوال:۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جب انسان کو موت کا ڈر ہو جائے اور وہ چاہے کہ اللہ کی محبت حاصل ہو جائے تو پھر اس کی کیا نشانی ہے؟

جواب:۔

نشانی یہ ہے کہ اللہ یہاں رکھے تو ہم یہاں رہیں گے اور وہ بلائے تو ہم چلے جائیں گے نہ جانے میں ہمیں کوئی گھبراہٹ ہے اور نہ ٹھہرنے میں کوئی دقت ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم اس لیے تیری طرف آنا چاہتے ہیں کیونکہ گھبرا گئے ہیں دنیا سے۔ جس مقام پہ وہ رکھ رہا ہے آپ اُس مقام پہ رہو۔ سب اُس کا فرمان ہے، اُس کی مہربانی ہے اور سب اُسی کی عنایت ہے۔ آپ کو سمجھ نہیں آتی لیکن حساب برابر ہوتا ہے یعنی جہاں سے آپ ابتداء کرتے ہو وہیں پہ ختم کرتے ہو، درمیان میں ایک آرزو پیدا ہوتی ہے، اُس کا ایک حاصل ہوتا ہے، وہ آرزو اپنا حاصل لے جاتی ہے۔ اور تم وہیں کے وہیں رہ جاتے ہو۔ آپ جب پیسے کماتے ہو کہتے ہو کہ اللہ کے فضل سے اولاد کے کام آ جائیں گے۔ مگر اولاد اپنے وقت پہ خود ہی

پیسے کما سکتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم Self made ہیں، ہم غریب تھے، ہم نے خود محنت کی ہے اور پھر ہم یہ ہوئے ہیں مگر اولاد کو ہم نے غریب نہیں ہونے دینا۔ تو آپ اپنا پیسہ اُن کو دے دو۔ اور جب تم رخصت ہو گئے تو پھر تم خالی ہاتھ۔ باقی تو صرف اعمال ہیں، اعمال کی بات یاد رکھ لینا۔ اگر آپ کو اپنے اعمال میں دقت محسوس ہوئی ہو تو پھر توبہ کو کبھی نہ بھولنا۔ یہ یاد رکھنا کہ توبہ سے انسان کا ماضی ٹھیک ہو سکتا ہے، حال تو ٹھیک ہو گا ہی مگر ماضی بھی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ آپ یاد رکھنا کہ جو جید صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تھے، وہ کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گئے اور پھر وہ سابقون الاولون کہلائے۔ کلمے نے اُن کے ماضی کو بھی روشن کر دیا۔ آپ کو میری بات سمجھ آ رہی ہے؟ یعنی کہ یہ ایک ایسا مقام ہے کہ توبہ سے ماضی بھی روشن ہو جاتا ہے، ماضی کی دقتیں ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے ماضی کو بھی روشن کر سکتا ہے اور مستقبل کو بھی درست کر سکتا ہے۔ توبہ کرو اور اللہ کا شکر ادا کرو ..... آپ لوگوں کا کوئی اور سوال ہو تو بولو۔

سوال:۔

ایک آیت ہے جس میں دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر ہے تو یہ دو مشرقوں اور مغربوں کی کیا بات ہے؟

جواب:۔

ایک جگہ پہ مشارق اور مغارب بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس میں یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے اندر دو جنتیں ہیں، دو بحر ہیں مرج البحرین یلتقین یعنی اس میں

دو سمندر ہیں۔ تو اس سورت میں جوڑا جوڑا بتایا گیا ہے' اس کے اندر ایک خاص رمز ہے۔ یہ ویسے مشرق اور مغرب کی بات ہے' تو کوئی مقام مشرق نہیں ہے اور کوئی مقام مغرب نہیں ہے اور ہر مقام بیک وقت مشرق بھی ہے اور مغرب بھی ہے۔ ایک آدمی جو ہے وہ ادھر کو دوڑ رہا ہے تو کہتا ہے کہ میں مغرب کو جا رہا ہوں۔ ایک اور سے کہتا ہے تو کدھر جا رہا ہے؟ تو وہ کہتا ہے میں بھی مغرب کو جا رہا ہوں۔ حالانکہ وہ اُدھر سے آ رہا تھا۔ تو مغرب کسی کو کدھر نظر آئے گا اور کسی کو کدھر نظر آئے گا۔ مدعا یہ ہے کہ ہر مقام بیک وقت سورج غروب ہونے کا مقام بھی ہے اور سورج طلوع ہونے کا بھی ہے بلکہ اس کائنات کے اندر سارے مقامات موجود ہیں۔ اسی مقام پر آج بھی اسی وقت اسی Moment جس Moment میں آج ہم بیٹھے ہیں اب کہیں صبح بھی ہو رہی ہے' اس وقت کہیں ظہر بھی ہے' ابھی اسی وقت کسی جگہ پر عصر ہے' کسی جگہ پر فجر ہے' کسی جگہ پر عشاء ہے اور کسی جگہ پر مغرب ہے۔ ساری اذانیں ہمہ حال ہر جگہ سنائی دیتی ہیں۔ ہر وقت پانچوں نمازیں اور پانچوں اذانیں ہو رہی ہیں۔ کبھی آپ کو کان مل جائیں' میسر آ جائیں یا پھر دعا ہونی چاہیے کہ ایسے کان مل جائیں کہ بیک وقت پانچوں اذانیں آپ کو سنائی دیں۔ ہر جگہ' ہر حال' ہر وقت ایک ایک منٹ بعد اگلی اذان ہو گی۔ تو یہ واقعہ ساتھ ساتھ چلتا جائے گا۔ تو یہ واقعہ ہر وقت جاری ہے۔ تو یہ ہے ورفعنا لک ذکرک اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔ اسی طرح جو دوسری دعا ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ کو نگاہ مل جائے تاکہ آپ کو زمین کے اندر انسانی

ہڈیوں کے ڈھانچے ہی ڈھانچے نظر آئیں اور یہ بھی دعا ہونی چاہیے کہ آپ مشاہدہ کر کے دیکھو کہ کروڑہا لوگ آئے اور چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ کہا کہ مشرقین اور مغربین تو اللہ نے کہا ہے دو مشرق اور دو مغرب' تو آپ اس کو دو مان لو۔ اسی نے فرمایا ہے ذوالقرنین' دو سینگوں والا اور بحرین یعنی دو سمندر۔ یہ نہ کہنا کہ دو مشرق کدھر ہیں۔ کیا آپ کو ایک مشرق نظر آیا ہے؟ وہ نہیں نظر آتا کیونکہ ایک مشرق ہے ہی نہیں۔ اللہ نے دو فرمائے ہیں' زیادہ بھی فرما سکتا ہے' مشارق اور مغارب بھی کہہ سکتا ہے۔ مشاہدے کے طور پر مشرق مغرب جو ہیں وہ سورج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ورنہ سورج تو ماورا ہے' اس کا نہ کوئی مشرق ہے نہ کوئی مغرب اور نہ کوئی ٹائم ہے' وہ کوئی اور ہی مقام ہے۔ ہماری زندگی محدود ہے جو دنیاوی طور پر سورج کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور سورج خود صرف ایک نظام شمسی کا حصہ ہے اور کائنات میں ہزارہا نظام ہائے شمسی ہیں' بے شمار نظام ہیں۔ ماورائے سورج بے شمار دنیا ہے اور وہاں کوئی ٹائم نہیں ہے۔ کبھی انسان وہاں کی کہانی سمجھے تو وہ اور ہے۔ ٹائم کا تعلق یہاں پر زمین تک ہے اور یہ ٹائم مشاہدے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ تو مشرقین کیا ہے' شاہ مشرقین کسے کہتے ہیں' یہ ایک خطاب ہے۔ یہ مقام اور ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ آ گئی تو اور بھی سمجھ آ جائے گی۔ یہ جو ایک لفظ ہے کبھی دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ اس کا مطلب بتا دے۔

سوال:

اللہ نے فرمایا کہ میں نے آسمان کو مصابیح سے سجایا ہے' اس کا مطلب

کیا ہے؟

جواب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے زمین والوں کا جو آسمان ہے اس کو مصابیح یعنی ستاروں سے سجادیا۔ تو اس میں کیا دقت ہے؟ آسمان اس حقیقت کو نہیں کہا جا رہا جو آسمان کے اندر کی وسعتیں ہیں بلکہ جو آپ کو نظر آ رہا ہے اسے آسمان کہا جا رہا ہے۔ تو آسمان کیا ہے؟ جو آپ کو نظر آ رہا ہے ستاروں کی روشنی وہ ہے جو آپ کو نظر آ رہی ہے ورنہ ستارے کے اندر جا کر دیکھو تو کوئی گرم ہیں کوئی سرد ہیں' کوئی کس طرح ہیں کوئی اور طرح ہیں' کوئی ہیں اور کوئی نہیں ہیں۔ یہ آپ کی نگاہ کی بات ہے اور حدِ نگاہ کو آسمان کہا گیا ہے۔ آسمان کسے کہا جاتا ہے؟ آپ کی حدِ نگاہ کو ورنہ وہ جانتا ہے کہ آپ کیا ہیں۔ وہ آپ سے اس بات کی توقع نہیں کرتا جو بات آپ کی سمجھ سے باہر ہے۔ آپ یہ نہ کہنا کہ جو چاند پر پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں۔ وہ کوئی غیر نہیں ہیں۔ ایسا نہیں کہ آپ کے مسلمان چاند پر انگریز چلا گیا تو اب کیا بنے گا؟ آپ کی عزت کے خلاف بات ہوگئی کہ وہ چلے گئے حالانکہ وہ ہمارا چاند تھا اور ہم مسلمان تھے۔ جو گیا ہوگا وہ اللہ کا بندہ ہوگا۔ آپ کو پتہ ہے کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ کہ یہ شیطان لوگ کیوں چلے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اوپر سے گرز کیوں نہیں چلایا۔ تو آپ لوگ یہ کہہ رہے ہیں اور وہی بات میں ابھی تک سمجھا رہا ہوں کہ دیکھو جانے دو۔ اللہ کا کام اس کے حوالے کرو۔ اور یہ جو ماننے والے ہیں' اور یہ ابھی تک زمین پر چل رہے ہیں اور جو نہ ماننے والے ہیں' وہ آسمان تک چلے گئے ہیں۔ وہ خلا کی پہنائیاں مسخر کر کے آئے ہیں اور یہ ابھی تک مزار پرستی سے بھی آگے نہیں نکلے۔ بس کیا بتاؤں' ہم تو ماننے والے ہیں' ادب کے ساتھ بات کر رہے ہیں۔ ہم مزاروں کو ماننے والے ہیں لیکن ابھی تک مزار سے آگے کہانی نہیں چلی اور وہاں خلا کی پہنائیاں مسخر ہو گئی ہیں۔ آپ کا حال یہ ہے کہ آپ کا بچہ داخل نہیں ہو سکتا آپ کے شہر کے سکول میں' شہر کے کالج میں' اور آپ نے بڑی کہانیاں بنائی ہوئی ہیں۔ آپ کو پڑھنے کے بعد نوکری نہیں ملتی اور کہتے یہ ہیں کہ آپ کا چاند جو ہے اس پر کافر ناجائز قابض ہوگئے اللہ تعالیٰ ان کو غرق کرے' ان سب کو ٹی بی ہو جائے۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کو ٹی بی ہو جائے۔ اس لیے آپ ذرا خیال کرو' اپنے حالات کو دیکھو اور پھر آگے بات کرو۔ ایک کہانی سناؤں چھوٹی سی۔ بلکہ یہ اصل واقعہ ہے' کہانی نہیں ہے۔ ایک بزرگ' درویش خطبہ دے رہے تھے کسی جگہ پر کہ دیکھو تم لوگ نماز نہیں پڑھتے ہو' تم لوگ عبادت نہیں کرتے ہو' اگر تم لوگ عبادت کرو' نیک ہو جاؤ' تو تمہاری زندگی بڑی اچھی ہو جائے گی' تمہیں اللہ تعالیٰ بہت برکتیں دے گا' تم کو بھی ایٹم بم مل جائیں گے اور تمہارے ہاں بھی بڑے اسلحے بن جائیں گے۔ ایک آدمی سامعین میں سے بولا کہ وہ جو پہلے ایٹم بم بنا چکے ہیں وہ کون سی نمازیں پڑھتے ہیں۔ آپ دنیا بناتے ہیں تو دین کمزور ہو جاتا ہے اور دین کی طرف جاتے ہیں تو دنیا رہ جاتی ہے۔ ہماری زندگی ہمارے دین کے تقاضوں کے مطابق نہیں ہے اور یہ ہماری زندگی ایسی بنائی ہی نہیں گئی ہے۔ تو یہ

جھگڑا ہے اور جھگڑا کیا ہے؟ مدعائے دین کے مطابق یہ زندگی بنی نہیں ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کو دین کے مطابق بنایا جائے یا دین کو Independent اور Private Affair کر دو۔ آپ کو بات سمجھ نہیں آتی۔ یہاں پر تو ایک آدمی بیچارے کو فاقہ ہے اور وہ فاقہ بھی اطمینان کا نہیں ہے' وہ سمجھتا ہے کہ شاید اس میں بھی کوئی غلطی ہے۔ ایک آدمی نے دوسرے سے کہا کہ زیادہ حلال پر زور دو' حلال کی روزی کمایا کرو۔ تو وہ کہنے لگا حلال کی بات تو بعد میں کرا بھی تو حرام کی بھی نہیں مل رہی۔ تو کچھ لوگ غریب ہیں' اتنے غریب ہیں۔ اس لیے بڑا دھیان کیا کرو۔ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر کوئی ایسا سبب بنا دے کہ قوم اور ملک کے طور پر آپ کچھ بن جاؤ' بڑا موقع آپ کو ملا ہے' بڑا اچھا ملک بنا ہے اور اس کے اندر سے اگر آپ تعصب نکال دو تو شاید آپ کے اندر تعمیر پیدا ہو جائے۔ تو تعصب نکال دو۔ یہ نہ کہو کہ کافروں نے اوپر جا کے' مسلمانوں کے چاند پر جا کے قبضہ کر لیا' اللہ ان کا بیڑا غرق کر دے۔ چاند ان کا بھی ہے' چاند ان کو بھی روشنی دیتا ہے۔ اس لیے اگر کافر چلا گیا تو چاند کافر کا بھی ہے۔ چاند صرف مسلمانوں کا تو نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ سورج بھی صرف مسلمانوں کا نہیں ہے۔ سورج کا کوئی مذہب ہے؟ سورج کا مذہب ہے روشنی۔ اس لیے جس کے پاس روشنی ہو گی وہ چمکے گا۔ تو سورج کا مذہب اتنا ہی ہوتا ہے۔ آپ کا مذہب یہ ہونا چاہیے تھا کہ آپ ترقی کرتے' غور کرتے' فکر کرتے۔ لیکن دین کے دائرے کے اندر رہتے۔ تو آپ نے وہ نہیں کیا۔ اعتراض کرتے کرتے وہ جو سارا واقعہ ہے

وہ غلط ہو جاتا ہے اور یہ انسان کی ایک عادت ہے کہ وہ Serious' سنجیدہ ہونے کی بجائے بھاگتا ہے Non-seriousness' غیر سنجیدگی کی طرف۔ آپ Seriously سوچا کرو' سنجیدگی سے سوچا کرو کہ اللہ تعالیٰ کی کیا مہربانیاں آپ پر ہوئی ہیں اور اس کی آپ نے کیا جواب دہی کی ہے؟ جواب دہی کی صورت کیا ہے؟ آپ پر اور کیا کیا فرائض عائد ہیں؟ زندگی تو ختم ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے آپ بہت ہی Serious ہو کے سوچا کرو کہ یا اللہ مہربانی فرما' ہمیں آگہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہے کہ تم پہچانو' اپنے آپ کو پہچانو' غور کرو' زندگی کو پہچانو' اسے غور سے دیکھا کرو' غور سے ہر چیز کو دیکھا کرو' کائنات کو غور سے دیکھو کہ ہر چیز ختم ہو جاتی ہے خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا یعنی موت اور زندگی میں نے پیدا کی یہ دیکھنے کے لیے کہ آپ کے اچھے اعمال کہاں ہیں۔ دعا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو کلمہ پڑھا دے اور اپنا کام کرا لے۔ پھر تو آپ کہیں کے نہیں رہیں گے۔ آپ دنیاوی طور پر ویسے ہی کمزور ہیں اور دینی طور پر بھی کمزور ہی ہیں' نااہل ثابت ہوئے ہیں۔ اگر چین کے لوگ کلمہ پڑھ لیں پھر تو وہ ہم سے بہتر مسلمان ہوں گے۔ آپ میں اور ان میں فرق تو کلمے کا ہی ہے۔ اس لیے آپ یہ دعا کیا کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسلام کا کام کسی اور قوم سے لے لے اور پھر آپ کو مٹا دیا جائے۔ اس لیے اس سے پہلے کہ آپ مٹا دیئے جاؤ آپ خود کوئی کام کرو۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ آپ اپنی ہزار باتوں کا فرق مٹاؤ......ہاں جی آپ بولو

کوئی بات ۔ہاں جی بسم اللہ ۔شاباش ۔بولو ۔آپ کوئی بات پوچھ لو.....

سوال:

میری پوری کوشش کے باوجود محویت نہیں ملتی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:

شاید کچھ کام ابھی آپ کے ذمے ہیں جس وجہ سے وہ محویت آپ کو ابھی نہیں مل رہی ۔اس میں کمی کی بات نہیں ہے بلکہ کچھ اور فرائض کی بات ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ انسان یہ سوچتا ہے کہ مجھے کیوں نہ کچھ اور توجہ مل جائے تاکہ میں اپنے آپ میں اور محو ہو جاؤں' مصروف ہو جاؤں۔ شاید کوئی ایک آدھ کام ایسا رہتا ہو جو آپ کے ذریعے ہو جائے ۔اس کے بعد آپ کو یہ توجہ بھی مل جائے گی ۔ابھی آپ کا یہ جذبہ جو ہے وہ بڑا مبارک ہے مگر ابھی اس کو توجہ نہیں ملی ۔ابھی آپ یہ خواہش ہی نہ کرنا ۔صرف آپ چلتے ہی چلو ۔کوئی ایسا کام جو ابھی آپ کے ہاتھوں سے ہونے والا ہے' چاہے وہ اپنا ہو یا کسی کا ہو' وہ ہو جانے کے بعد پھر آپ کو یہ توجہ اس ٹائم پہ ملے گی ۔اس میں گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے ۔یہ اللہ کے کام ہیں' اللہ اگر انسانوں کو صرف اپنی طرف لگاتا تو پھر صرف اپنی طرف رکھتا ۔ اللہ کے تو عجیب و غریب کام ہیں' آپ کو پتہ ہی نہیں ہے ۔مثلاً انسان کو اپنے پاس بٹھایا ہوا ہے اور اس انسان کو بھوک لگا دی ۔اب کیا کرے گا انسان؟ وہ بھاگ دوڑ' کھانا ڈھونڈے گا اور اس طرح اسے کام پہ لگا دیا گیا ۔پھر بیماری لگا دی' ڈاکٹر' ہسپتال وغیرہ ۔مگر آدمی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے پاس ہی بیٹھا رہوں ۔وہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا' بڑے غور کے ساتھ بیٹھا تھا' بڑا لطف آ رہا تھا' اللہ کی باتیں سن رہا تھا' اتنے میں جنازے کی خبر آ گئی ۔کس کا ہے؟ رشتے دار کا ۔تو وہ کہتا ہے کہ یا اللہ معافی چاہتے ہیں' آپ ہی کے حکم کے مطابق جنازے کے لیے چلتے ہیں ۔پھر شادی کا واقعہ ہو جائے گا ۔یعنی کہ Concentration تک کرنے ہی نہ دیا جائے ۔گویا کہ زندگی کا مدعا Concentration نہیں ہے۔ آپ کو بات سمجھ آئی؟ Concentration' توجہ آپ کے حال کی کیفیت کا نام ہے ۔یہ بات ذہن میں رکھنا ۔یہ سب کچھ ساتھ ساتھ چلتا جائے گا' کبھی کوئی ساتھی بیمار ہو گیا ۔کوئی ساتھی صحت مند ہو گیا' اولاد کا کوئی تقاضا ہو گیا' والدین کی کوئی ضرورت ہو گئی اور بعض اوقات تو قبروں کی' مزار کی ضرورت ہو جاتی ہے کہ سال کے سال جا کے قبریں تو ٹھیک کرو بزرگوں کی ۔تو یہ بھی ایک ضرورت پیدا ہو گئی ۔کبھی کوئی اور ضرورت پیدا ہو گئی' کبھی جو رشتے دار ہیں ان کی طرف سے اطلاع آ گئی کہ حالات صحیح نہیں ہیں' آپ نے چکر نہیں لگایا ہمارے پاس ۔آپ پھر وہاں چلے گئے ۔یہ آپ کی زندگی کی افادیتیں بھی عبادت ہیں ۔کیا کہا؟ زندگی کی یہ افادیتیں بھی عبادت ہیں ۔عین ممکن ہے کہ ایک شخص اللہ کی رحمت سے بالکل مایوس ہو' بھوکا بیٹھا ہو اور آپ نے اس کو کھانا کھلا دیا تو یہ بڑی افادیت ہے ۔اس لیے وہ توجہ ہو کہ ہمہ حال محو ہو' تو روبرو ہو اور ہم تمہارے روبرو ہوں اور آئینے کی طرح آئینہ بن جائیں یہ تو کسی کسی کو ضرورت ہوتی ہے ۔جو آدمی کام کر سکتا ہے اس کا کام ہے کہ وہ کام کرے اور توجہ میں نہ جائے ۔ہر آدمی کے

دے یہ کام نہیں ہے کہ عشق کی کہانی شروع کر دے۔ آپ اپنی کچھ اصلاح بھی کرو۔ اگر فقیروں کے ساتھ سارے فقیر ہو گئے تو کھانے والی دیگ کون پکائے گا؟ اس طرح تو سارے فقیر فاقے مر جائیں گے۔ آپ یہ دیکھو کہ داتا صاحبؒ پہ لنگر پکتا ہے کہ نہیں پکتا۔ تو لنگر کا بھی خیال رکھو یہ بھی ایک ضروری شے ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ سارے اللہ اللہ کرو اور سب کو فاقہ آ جائے۔ ایک صاحب کا جنازہ ہوا' بیٹا بہت غم میں مبتلا تھا' سارے لوگ شامل ہوئے۔ ساتھ ساتھ اس کے بیٹے کے کان میں کہا باپ کا جنازہ تو لے جا رہا ہے' کیا شام کے کھانے کا کچھ کیا ہے؟ اس بیچارے نے کہا چاول بنوانے میں جاتا ہوں تم جنازہ دفن کرو۔ مطلب یہ ہے کہ باپ کا جنازہ ہے اور شام کے چاولوں کا انتظام ہو رہا ہے۔ پھر کہیں گے کل قُل شریف ہیں' کیا کیا پکے گا؟ تو اس بیچارے کا غم جو ہے وہ بکھیر دیا' پریشان کر دیا ان لوگوں نے۔ دوسرے دن آ کے بیٹھے' الحمد اللہم صلی علی پڑھ کے کہتے ہیں جناب ہم نے درود شریف پڑھ لیا ہے' اس کے بعد سناؤ کیا کیا پکایا ہے' کھانا' چاول؟ پھر اسی طرح کھاتے ہیں جس طرح لوگ شادی میں کھاتے ہیں حالانکہ وہ قُل کے چاول تھے۔ کھانے والا تو بھوک کو ہی کھائے گا۔ گویا کہ کوئی تقریب ایسی نہیں جس میں یہ چیز شامل نہ ہو۔ اگر آپ حج کرنے جاؤ تو پہلے پاسپورٹ بناؤ اور پھر ٹکٹ لگ جائے گا۔ غریب آدمی حج کر ہی نہیں سکتا۔ گویا کہ حج کرنے کے لیے بھی پیسے جمع کرنے ضروری ہیں' بیٹی کے لیے بھی ضروری ہیں اور دوسرے واقعات بھی ضروری ہیں۔ کوئی ایک کام کرو تو

ساتھ ہی دوسرے کام کی ضرورت ہوگی کہ کہیں پیاس ہے' کہیں کھانا ہے' کہیں یہ ہے' کہیں وہ ہے تو یہ سارا کچھ چلتا جائے گا۔ اور ہم جب حج کرنے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بکرے ذبح کرا دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ انہیں ذبح کر دو۔ اور پھر وہ بیچارے افغان مہاجرین کے کام آتے ہیں۔ اعتراض کرنے والا کہے گا کہ اب یہ بکرے کیوں ذبح کراتا جا رہا ہے اللہ میاں؟ اس میں ہزار ہا لوگوں کا رزق وابستہ ہے۔ آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ ایک بکرے کے ساتھ کتنے رزق وابستہ ہیں' اس کے ساتھ کتنے لوگوں کا پیٹ پلتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے زندگی بڑی دور تک چلتی ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس لیے آپ کو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کی طرف توجہ کی کامیابی کے سفر میں جتنے لوگ شامل ہوں انہیں توجہ کا ہی فیض ملتا ہے۔ لیکن وہ سارے وہ کام نہیں کرتے' کوئی تو کہیں کام کر رہا ہوتا ہے اور کوئی کہیں اور کام کر رہا ہوتا ہے' کوئی راستے میں کوئی واقعہ بنا رہا ہوتا ہے' یہ قافلہ جو ہے یہ سارا توجہ کا قافلہ کہلاتا ہے۔ لیکن سارے لوگ مختلف قسم کے کام کرتے ہیں۔ اگر سارے لوگ بولنا شروع ہو جائیں تو پھر تو بات ختم ہو جائے گی اور سارا پروگرام غلط ہو جائے گا۔ یہ نہ کہنا کہ ہم بھی تو بول سکتے ہیں ؎

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

تو سارے نہ بولو اگر سارے سچ بولنا شروع ہو جائیں گے تو پھر ہلاکت پیدا ہو جائے گی۔ کوئی ایک سچ بولے اور باقی سچ سنیں۔ سننا ہی بولنے والے کی داد ہے۔

کل کو تو پکڑ نہ لینا۔ جو ہم سے غلطی ہو گئی ہے اس کو تو معاف کر دے کیونکہ تُو تو اللہ ہی ہے۔ اللہ کو تو پتہ ہے کہ بندے سے غلطی کیا ہوتی ہے۔ اور جو ہم سے کوتاہی ہو گئی ہے وہ ہم پہ مہربانی فرما اور تو ہماری آسودگیوں کا سفر آسانی کے ساتھ طے فرما دینی آسودگی بھی ہو دنیاوی آسودگی بھی ہو۔ جن لوگوں کے حقوق ہم سے کسی وجہ سے سلب ہو گئے ہیں ان لوگوں کو قیامت کے دن ہمارے خلاف کھڑا نہ کرنا۔ یہ دعا یاد رکھنا۔ پھر کہو کہ جن لوگوں کے حقوق ہم سے سلب ہوئے ہیں یا اللہ تعالی ان لوگوں کو قیامت کے دن ہمارے خلاف نہ کھڑا کرنا۔ آمین۔ ہمارے خلاف Petitioner نہ بنانا۔ یا رب العالمین اس بات سے ہمیں بچانا کہ جن لوگوں کے حقوق ہم سے سلب ہوئے ہیں یا غلطی سے ہم نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے اس کی ہمیں اس دنیا میں معافی دے دے۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ ہمارے ساتھ ویسی ہی زیادتی ہو۔ کسی طریقے سے اس کو معاف کر دے تاکہ جو ہم سے زیادتی ہو گئی ہے ہمارے ساتھ ویسی زیادتی نہ ہو یعنی جو ہم نے لوگوں کے ساتھ کیا ہے لوگ ہمارے ساتھ ویسا نہ کریں۔ تو ہمیں اللہ اتنا معاف کر دے۔ یا اللہ تعالی ان لوگوں کو یہاں معاف کرنے کی صلاحیت عطا فرما میرے مخالفوں کو معاف کرنے کی صلاحیت عطا فرما اور تو مجھے میرے مخالفوں کو معاف کرنے کی طاقت عطا فرما تاکہ قیامت کو تیرا دیدار ہو تو کہیں وہاں پر ہماری مخالفت کے جھگڑے نہ ہوں' یہ نہ ہو کہ وہاں کسی کا حق نکل آئے' یہ نہ ہو کہ ہمارے پاس کہیں کسی یتیم کا حق نکل آئے' کیونکہ پھر اس پہ اللہ تعالی نے کہنا ہے کہ تمہارے پیٹ میں آگ آ گئی۔

یہ ایک خاص مقام ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ذرا غور سے دیکھو کہ توجہ کسی کے کہنے پر نہ حاصل کرنا ورنہ یہ ہو گا کہ آپ کے پاس جو کچھ بھی ہے By way of any achievement وہ سب چھوڑنا پڑے گا۔ پھر تو یہ مشکل ہے By way of anything یہ سب چھوڑنا پڑے گا۔ یعنی کہ پھر آپ کی ذات کے علاوہ کسی اور ذات کے ساتھ آپ کا تعلق نہیں ہو گا۔ تو توجہ سے پہلے ان سے اجازت لے کے آؤ۔ تو اس میں عزیز' رشتے دار' بچے اولاد' بیوی سب شامل ہوں گے۔ یا اللہ رحم فرما! تو کیا آپ اللہ تعالی سے ایسی توجہ مانگ رہے ہیں؟ تو آپ کہو کہ اللہ کی توجہ چاہیئے اللہ تعالی مہربانی فرماتا جائے اور آپ کو دیتا چلا جائے اور اپنی راہ پہ چلائے اور آپ کا سفر جو ہے وہ بہت کامیاب ہو جائے اور اللہ کی طرف کامیابی کا سفر ہو جائے' توجہ کا مطلب یہ ہے کہ توجہ کہیں نہ رہے۔ ورنہ توجہ کا تو آپ کو پتہ ہے کہ شطرنج کھیلنے والے جو ہوتے ہیں وہ کھانا بھول جاتے ہیں۔ پھر اللہ کی طرف توجہ کرنا تو اس سے بہت زیادہ ہے۔ اللہ کی طرف توجہ کرنے والا وہ وقت کھانا کیسے کھائے گا؟ وہ کھانا نہیں کھائے گا بلکہ بھول جائے گا' سونا بھول جائے گا' کھانا بھول جائے گا' گھر کی راہ بھول جائے گا۔

عجب اعجاز ہے تیری نظر کا
کہ ہم بھولے ہیں رستہ اپنے گھر کا

تو اللہ تعالی سے یہ دعا کرو کہ یا رب العالمین اپنا فضل اور مہربانی فرما' ہمیں ہماری زندگی پہ راضی رکھ اور ایسی زندگی دے کہ ہم بھی خوش رہیں اور تو بھی خوش رہے۔



وفی بطونکم نارا تمہارے پیٹ میں آگ ہوگی یعنی کہ یتیم کا حق۔ یتیم کا مال کھانے پر اللہ تعالیٰ بہت ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو معافی دے دے ہمارے جو بھی اعمال ہیں' نیک اعمال' بد اعمال جو بھی ہیں' نیکی کی بھی ریاکاری ہم سے ہوجاتی ہے' بس ہمیں تو اپنے فضل کے پاس رکھ اور ہم پر آسانیاں نازل فرما' ہمیں تو دین و دنیا کے اندر خوش رکھ۔ یا رب العالمین' چار دن کا تیرا میلہ دیکھنے آئے ہیں' رہنا تو ہم نے ہے ہی نہیں' رو رو کے میلہ دیکھا تو کیا دیکھا' یہ سب خوش ہو کے دیکھا کرو۔ آرزو کا سفر ہمیشہ رونے والا سفر ہے۔ آرزو سے بچو۔ حاصل کرو' جو مرضی کرو' خواہش نہ کرنا۔ آپ کو میں سمجھا رہا ہوں! کیا کہا؟ بیشک کماؤ' جتنا مرضی کماؤ' لیکن لالچ نہ کرنا۔ کمانے اور لالچ کرنے میں کیا فرق ہے؟ کمانے والا کمائے گا اور خرچ کرے گا لیکن لالچی والا خرچ نہیں کر سکتا۔ کما کے بے دریغ خرچ کرو تو سمجھو یہ لالچ نہیں ہے۔ کما کے جو جمع رکھتا ہے وہ پھر لالچی ہے اس کے اوپر گرفت آجاتی ہے۔

اس لیے تمام حاضرین مجلس تمام کے لیے دعا کریں' اللہ تعالیٰ سب پہ مہربانی فرمائے' چھوٹی موٹی مشکلات سے بچائے' زندگی آسان فرمائے......

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین